قال اللہ تعالیٰ ادعونی استجب لکم

النفائس المرغوبہ

فی حکم

الدعاء بعد المکتوبۃ

معہا

ضمیمۂ کریمیہ

و

الصحائف المرفوعہ

فی جواب

اللطائف المطبوعہ

از افادات طیبہ حضرت فاضل اجل علامۂ اکمل مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب
دام فیضہم البخاری شاہجہانپوری ثم الدہلوی

بفرمائش جناب حاجی محمد یوسف اینڈ کمپنی تاجر رنگون

۱۳۳۹ھ

جید برقی پریس دہلی میں طبع ہوا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

النَّفَائِسُ المَرغُوبَہ

فِی حُکمِ

الدُّعَاءِ بَعدَ المَکتُوبَۃِ

معہا

ضَمِیمَۂ کریمیہ

و

الصَّحَائِفُ المَرفُوعَہ

فِی جوابِ

اللَّطَائِفُ المَطبُوعَہ

از افاداتِ طیبۂ حضرت فاضل اجل علامۂ اکمل مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب
دام فیضہم البخاری شاہجہانپوری ثم الدہلوی

کتب خانہ اکرمیہ

فہرست مضامین نفائس مرغوبہ و ضمیمۂ آں و صحائف مرفوعہ

النفائس المرغوبة

فی حکم

الدعاء بعد المکتوبة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض شہروں میں یہ طریقہ ہے کہ نماز کے سلام کے بعد امام صرف اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھکر کھڑا ہوجاتا ہے۔ پھر سنتیں پڑھکر لوگ مع امام کے دعا مانگتے ہیں۔ امام اگر سنن ونوافل سے فارغ بھی ہوجائے اور لوگ پڑھ رہے ہوں تو لوگوں کے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر الفاتحہ کہکر امام زور زور سے دعا مانگتا ہے اور لوگ آمین کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس طریقۂ دعا کا حدیث شریف وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں؟

اور اکثر دیار و امصار میں اس طرح ہوتا ہے کہ فرض کے بعد امام اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ کے علاوہ بعض اور بھی مختصر دعائیں پڑھتا ہے ادعیۂ طویلہ نہیں پڑھتا۔ اسپر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فرض اور سنتوں کے درمیان میں سوائے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ کے اور دعاؤں کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے +

سوال یہ ہے کہ آیا یہ اعتراض صحیح ہے یا غلط؟ اور فرائض کے بعد مجموعی طور پر دعا مانگنا افضل ہے یا سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہونے کے بعد؟ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ بینوا توجروا

المستفتی۔ خاکسار حاجی داؤد ہاشم ... نمبر ۹۹ مرچنٹ اسٹریٹ رنگون

الجواب

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

سوال مذکور میں کئی باتیں جواب طلب ہیں (۱) اول یہ کہ سنتوں نفلوں کے بعد لوگوں کا اجتماعی طور پر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کا احادیث وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں (۳) تیسرے یہ کہ فرضوں کے بعد کس قدر دعا جائز وثابت ہے۔

ان باتوں کی توضیح وتفصیل تین فصلوں میں کی جاتی ہے وباللہ التوفیق۔

فصل اوّل

سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جاننا چاہیئے کہ احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلثہ میں دعا کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں نفلیں پڑھکر ساری جماعت دعا مانگتی ہو۔ اور جب اسپر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک اُن کا انتظار کرے اور پھر الفاتحہ بلند آواز سے کہہ کر دعا شروع کرے تو اس طریقہ کا طریقہ جدیدہ ومحدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

پھر اسپر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں شائع ہے کہ اس طریقہ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور نہ کرنیوالے کو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اسپر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونیکے بعد داہنی اور بائیں دونوں جانب کو مڑکر بیٹھتے تھے کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سیدھی جانب مڑنے کو ضروری سمجھے تو اس نے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ بھی بنا دیا (ترمذی شریف میں یہ روایت موجود ہے) دیکھو سیدھی طرف مڑنا

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن باوجود اسکے اُسے ضروری سمجھنے کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شیطان کا حصہ فرماتے ہیں۔

طیبی نے حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث پر لکھا ہے:۔

فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتھی۔ (کذا فی السعایۃ)

یعنی اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جو شخص امر مندوب پر اصرار کرے اور اُسے لازم سمجھ لے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اُسکے گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا پھر اسکا تو ذکر ہی کیا ہے جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔ انتہی۔

یعنی جب کہ ان امور میں جو باعتبار شرع استحباباً ثابت ہیں التزام کرنا اور ضروری سمجھنا اُن امور کو ناجائز اور بدعت بنا دیتا ہے تو جن کا ثبوت بھی نہ ہو اُن کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہوگی۔ اور اس طریقہ دعا کا حدیث وفقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے ومن ادعی فعلیہ البیان۔ بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ (رواہ الترمذی والبخاری ومسلم وغیرھم) یعنی آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے بسوائے فرض نماز کے یعنی فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے:۔

وعن عبداللہ بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما افضل الصلوٰۃ فی البیت او الصلوٰۃ فی المسجد قال لان اصلی فی بیتی احب الیّ ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰۃ مکتوبۃ (رواہ ابن ماجۃ والترمذی فی شمائلہ)

عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نماز مسجد میں افضل ہے یا گھر میں۔ فرمایا کہ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے۔ مگر یہ کہ نماز فرض ہو۔ (ابن ماجہ نے سنن میں اور ترمذی نے شمائل میں روایت کیا)

وعن عبداللہ بن شقیق قال سألت

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ روایت

عائشة رضي الله عنها عن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت كان يصلي في بيتي قبل الظهر اربعاً ثم يخرج فيصلي بالناس الظهر ثم يدخل فيصلي ركعتين ثم يخرج فيصلي بالناس العصر ويصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين ثم يصلي بالناس العشاء ويدخل في بيتي فيصلي ركعتين۔ الحديث (رواه مسلم وابوداؤد والامام احمد)

کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر باہر تشریف لیجاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر عصر کیوقت باہر جاتے (اور عصر کی نماز پڑھاتے اور مغرب کیوقت) مغرب کی نماز پڑھاتے پھر اندر آکر دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشا کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے ۔

پہلی دونوں حدیثیں اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے اور تیسری حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لیجاکر پڑھتے تھے۔ اور جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اسپر عمل تھا۔ اور صحابہ کرام کو بھی آپ نے یہ فرمادیا اور تعلیم کردی کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں جاکر پڑھتے ہونگے اور شاذ ونادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا۔ اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنتیں پڑھکر دعا کے لیئے مسجد میں تشریف لاتے ہوں۔ یا صحابہ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھکر دعا کے لیے مسجد میں دوبارہ آکر جمع ہوتے ہوں اور ظاہر النظر بھی اس دوبارہ جمع ہونے کو حرج عظیم اور مشکل سمجھتی ہے۔ بہر حال جب کہ روایتوں سے صراحۃً اور اشارۃً یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان میں پڑھتے تھے تو سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعا کرنے کا جو دعوے کرے اسکا ثبوت اس کے ذمے ہے۔ نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے۔ لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے

مکروہ بہر حال مکروہ ہے۔ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ اور اولویت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے

بهذه الاخبار اجمع العلماء على استحباب الذكر بعد الصلوٰة لكنهم اختلفوا في موضعين۔ الاول في انه هل يجهر بها ام يسر فاختار ابن حزم الجهر اخذاً بحديث ابن عباس الصريح في الجهر واختار غيره السر وحملوا حديث ابن عباس على الجهر احياناً بياناً للجواز وبعضهم حملوه على انه كان في سفر الغزوة لارهاب العدو كذا في عمدة القاري وغيره انتهى (سعايه)

یعنی ان حدیثوں کی وجہ سے (جو ذکر اور دعا بعد الصلوٰۃ کے بارہ میں منقول ہیں) علما نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ نماز کے بعد ذکر و دعا مستحب ہے۔ پھر دو باتوں میں اختلاف ہوا ایک یہ کہ آیا اذکار اور دعاؤں کو جہراً یعنی زور سے پڑھا جائے یا آہستہ تو ابن حزم نے ابن عباسؓ کی حدیث کی وجہ سے جہر کو اختیار کیا۔ اور انکے علاوہ اور لوگوں نے سر یعنی آہستہ پڑھنے کو۔ اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا جواب یہ دیا کہ آنحضرت صلعم کبھی کبھی بغرض تعلیم جہر فرمادیا کرتے تھے یا یہ کہ جہاد کے سفر میں دشمنوں کو خوف دلانے کے لیئے جہر فرماتے تھے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ عینی نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور علما نے بھی اسیطرح ذکر کیا ہے ۔

اذا دعا بالدعاء المأثور جهراً وجهر معه القوم ايضاً ليتعلموا الدعاء لا بأس به واذا تعلموا يكون الجهر بدعة۔ انتهى (بزازيه كذا في السعايه)

یعنی فتاوے بزازیہ میں ہے کہ اگر امام دعائے ماثور زور زور سے پڑھے اور لوگ بھی زور سے پڑھیں اسلئے کہ دعا کو سیکھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور جب کہ لوگ سیکھ جائیں پھر زور زور سے پڑھنا بدعت ہے ۔

پس واضح ہو گیا کہ سنن ونوافل کے بعد دعا مانگنے کے طریقہ مذکورہ سوال کا حدیث و فقہ میں کوئی ثبوت نہیں ۔

رہا اس کا حکم تو وہ یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کیجائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو

اس کے لیئے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ لیکن نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سب کو دعا مانگنا بہتر و افضل ہے۔

فصل دوم

(فرضوں کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت)

اس بارے میں احادیث وفقہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ فرائض کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

احادیث دعا بعد فرائض

یعنی کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصے کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔	ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوف اللیل الآخر و دبر الصلوات المکتوبات (رواہ الترمذی)
مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ بخاری میں کتاب الاعتصام میں اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات ہر نماز کے بعد کہتے تھے اور بخاری کی کتاب الصلوۃ میں یہ	عن المغیرة بن شعبة قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان اذا فرغ من الصلوة وسلم قال لا اله الا اللہ وحدہ لا شریک له وله الملک وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام انه صلی اللہ علیه وسلم کان یقول هذه الکلمات دبر کل

روایت ان لفظوں سے ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ الفاظ کہتے تھے۔	صلوة ولفظ البخاری فی کتاب الصلوة فی دبر کل صلوة مکتوبة (رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی)

اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح لفظ اذا سلم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب کبھی بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد آپ کے قریب ہوا تو میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا۔ اللھم اغفر لی ذنوبی الخ (باقی دعا حدیث میں پڑھ لو) (تحفہ مرغوبہ میں ہے کہ اس حدیث کو ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں ذکر کیا ہے)	وعن ابی امامة رضی اللہ عنه انه قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی دبر کل صلوة مکتوبة ولا تطوع الا سمعته یقول اللهم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلها اللهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سیئها الا انت (اخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة کذا فی التحفة المرغوبة)

وعن عبد اللہ بن الزبیر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یقول فی دبر الصلوات لا اله الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدیر لا حول ولا قوة الا باللہ لا اله الا اللہ ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن الجمیل لا اله الا اللہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ لا الہ الا اللہ الخ (باقی دعا حدیث میں دیکھو)

وعن انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا صلی وفرغ من صلوته مسح بیمینه علی ر

وقال بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن (رواہ الطبرانی والبزار۔ کذا فی السعایۃ)

حدیث ۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے اور فارغ ہوتے تو سیدھا ہاتھ اپنے سر مبارک پر ملتے اور یہ دعا پڑھتے۔ بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الخ

حدیث ۶ وعن انس رضی اللہ عنہ قال ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا الا اقبل حین اقبل علینا بوجھہ اللّٰھم انی اعوذ بک من کل عمل یخزینی واعوذ بک من کل صاحب یردینی واعوذ بک من عمل یلھینی واعوذ بک من کل فقر ینسینی واعوذ بک من کل غنی یطغینی۔ (رواہ البزار وابو یعلی۔ کذا فی السعایۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی ہمیں نماز پڑھائی تو ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھی اللّٰھم انی اعوذ بک من کل عمل الخ+

حدیث ۷ وعن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللّٰھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت (رواہ ابو داؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللّٰھم اغفر لی الخ+

حدیث ۸ وعن ثوبان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللّٰھم انت السلام الخ (رواہ ابو داؤد)

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے لوٹنا چاہتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے۔ پھر فرماتے۔ اللّٰھم انت السلام الخ+

حدیث ۹ وعن زید بن ارقم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی دبر کل صلوٰۃ اللّٰھم ربنا ورب کل شیء انا شھید انک الرب لا شریک لک اللّٰھم ربنا ورب کل شیء انا شھید ان محمداً عبدک ورسولک اللّٰھم ربنا ورب کل شیء انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ اللّٰھم ربنا ورب کل شیء اجعلنی مخلصاً لک واھلی فی کل ساعۃ من الدنیا والآخرۃ یا ذا الجلال والاکرام اسمع واستجب اللہ الاکبر اللہ الاکبر اللہ نور السمٰوٰت والارض اللہ الاکبر حسبی اللہ ونعم الوکیل اللہ الاکبر اللہ الاکبر (رواہ ابو داؤد والنسائی واحمد)+

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللّٰھم ربنا ورب کل شیء الخ+

حدیث ۱۰ وعن عقبۃ بن عامر قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقرأ بالمعوذات دبر کل صلوٰۃ (رواہ ابو داؤد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں (معوذات سے مراد تین سورتیں ہیں۔ قل اعوذ برب الناس۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل ھو اللہ احد)+

حدیث ۱۱ اخرج الطبرانی من روایۃ جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المکتوبۃ افضل من الدعاء بعد النافلۃ کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ انتھی۔ (کذا فی السعایۃ نقلاً عن المواھب للقسطلانی نقلاً عن الحافظ ابن حجر)+

طبرانی نے حضرت امام جعفر بن محمد صادق کی روایت سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنا نوافل کے بعد مانگنے سے اسقدر افضل ہے جسقدر فرائض نوافل سے افضل ہیں+

اور نماز کے بعد اذکار اور دعا کے بارہ میں بے شمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ہم نے صرف ان چند احادیث پر اکتفا کیا کہ طالب حق کے لیے اسقدر بھی کافی ہیں۔ ان احادیث سے یہ باتیں ثابت ہوئیں:۔

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ذکر کرتے اور دعا مانگتے تھے۔ دیکھو حدیث نمبر ۱ تا ۱۱

(۲) نماز فرض کے بعد دعا کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے کیونکہ یہ وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ا و نمبر ۱۱ +

(۳) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا اُن فرضوں سے مخصوص نہیں ہے جنکے بعد سنتیں ہوں بلکہ تمام فرضوں کے بعد دعا ثابت ہے۔ خواہ اُن کے بعد سُنتیں ہوں یا نہوں دیکھو حدیث نمبر ا و نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۶ و نمبر ۸ و نمبر ۹۔ کہ ان حدیثوں میں کل صلوٰۃ کا لفظ موجود ہے جو ہر نماز کو شامل ہے +

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ صرف یہی نہ تھی کہ اللّٰھم انت السلام ومنک السلام الخ پڑھتے ہوں بلکہ اور دعائیں بھی آپ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں دیکھو حدیث نمبر ۲ سے ۱۰ تک +

(۵) دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرائض کے بعد ثابت ہیں وہ مقدار میں بھی اللھم انت السلام الخ سے بڑھی ہوئی ہیں بعض کم بعض زیادہ۔ دیکھو حدیث نمبر ۲-۳-۴-۶-۹-۱۰-۱۱ +

(۶) فرضوں کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اللھم انت السلام الخ کے اور دعائیں بھی جو اس سے بڑی ہیں پڑھتے تھے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۹ +

الحاصل ان تمام روایات سے یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ ثابت ہوگئی کہ فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سُنت ہے اور اسکی مقبولیت کی امید بھی زیادہ ہے اور یہ کہ اللھم انت السلام الخ سے کسیقدر زیادہ مقدار کی دعا مانگنا بھی جائز ہے۔ اور خود سرورِ کونین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے +

روایاتِ فقہیہ ثبوتِ دعا بعد فرائض

(۱) قال فی شرعة الاسلام ... ثم ... ای المصلی الدعاء بعد المکتوبة	شرعۃ الاسلام میں ہے۔ اور غنیمت سمجھے نماز پڑھنے والا دعا کو بعد نماز فرض کے +

(۲) فی مفاتیح الجنان + قوله بعد الملحق به ای قبل السنة۔ انتہی (کذا فی التحفة المرغوبة والسعایة)	مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ہے بعد فرض کے یعنی سنتوں سے پہلے (دعا مانگے)
(۳) فی نور الایضاح وشرحه المسمٰی بامداد الفتاح ثم بعد الفراغ عن الصلوٰة یدعو الامام لنفسه وللمسلمین رافعی ایدیهم حذاء الصدر وبطونها مما یلی الوجه بخشوع وسکون ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره ای عند الفراغ من الدعاء انتہی (کذا فی التحفة المرغوبة والسعایة)	نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح میں ہے۔ پھر نماز سے (یعنی فرض سے) فارغ ہوکر امام اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھائیں اور ہتیلیاں منہ کی طرف رکھیں خشوع وسکون سے دعا مانگیں پھر یعنی دعا سے فارغ ہوکر ہاتھ منہ پر پھیر لیں +
(۴) قد اجمع العلماء علی استحباب الذکر والدعاء بعد الصلوٰة وجاءت فیه احادیث کثیرة انتہی (تہذیب الاذکار للرملی کذا فی التحفة المرغوبة)	یعنی علما کا اسپر اتفاق ہے کہ نماز کے بعد ذکر اور دعا مستحب ہے اور اسمیں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ناظرین احادیث کو ملاحظہ فرما چکے ہیں (مولف) +
(۵) عن البستی انه قال فی تفسیر قوله تعالیٰ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ الآیة ای اذکروا اللّٰہ تعالیٰ وادعوا بعد الفراغ من الصلوٰة انتہی۔ (فتاوی صوفیه کذا فی التحفة)	یعنی بستی نے خدا تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہا ہے (فاذا قضیتم الصلوٰة الآیة) یعنی نماز سے فارغ ہوکر خدا کا ذکر اور دعا کرو +
(۶) من فوائد هذا الحدیث استحباب الذکر عقیب الصلوٰة لانها اوقات فاضلة یرتجی فیها اجابة الدعاء	یعنی علامہ عینی نے بیان کیا اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نماز کے بعد ذکر مستحب ہے کیونکہ وہ ایک عمدہ وقت ہے جس میں

بتصحی (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)	قبولیت دعا کی اُمید ہے +
(۷) ان الدعاء بعد الصلوٰۃ اذا کنو بستہ مسنونۃ رکذا رفع الیدین ومسح الوجہ بعد الفراغ انتہٰی (منہج العمال والعقائد السنیۃ کذا فی التحفۃ)	یعنی منہج العمال اور عقائد سنیہ میں مذکور ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مسنون ہے۔ اور اسی طرح ہاتھ اٹھانا اور مُنہ پر ہاتھ پھیرنا بھی مسنون ہے +
(۸) فاذا فرغت من الصلوٰۃ فارغب للدعاء الی اللہ تعالیٰ فانہ اقرب الی الاجابۃ انتہٰی (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ نقلاً عن المبسوط)	یعنی مبسوط میں ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو تو خدا سے دعا مانگو۔ کیونکہ یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے ؂

الحاصل۔ یہ روایات فقہیہ ہیں جن سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام و مقتدی سب ملکر دعا مانگیں اور دعا سے فارغ ہوکر ہاتھ مُنہ پر پھیریں ؂

بہ تمرغۃ الاسلام اور مفاتیح الجنان کی عبارتوں (نمبر ۱ و نمبر ۲) سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوگئی کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا چاہیئے اور یہی بہتر و افضل ہے ؂

اور نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح کی عبارت (نمبر ۳) سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا اور مُنہ پر پھیرنا بھی جائز ہے۔ اور منہج العمال اور عقائد سنیہ کی عبارت (نمبر ۷) سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہاتھ اٹھانا اور مُنہ پر پھیرنا مسنون ہے ؂

اور علامہ عینی کی شرح بخاری اور مبسوط کی عبارتوں (نمبر ۶ و نمبر ۸) سے یہ ثابت ہوگیا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنے میں قبولیت کی زیادہ امید ہے اور یہ کہ یہ وقت دعا کے لئے نہایت عمدہ اور افضل وقت ہے ؂

فصل سوم

(فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہی)

ناظرین! فصل دوم میں وہ حدیثیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جن میں فرائض کے بعد

کی دعائیں منقول ہیں۔ اُن سے فی الجملہ اُن دعاؤں کی مقدار معلوم ہوتی ہے جو فرضوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے ؂

پس اُن دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھ لینا یا اُن کی برابر اور دعا مانگنا جائز ہے۔ جو دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اُن کے پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت اور ممانعت نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے ؂

بعض لوگ شبہہ کرتے ہیں کہ اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دعا پڑھنا حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اسکے خلاف ہے اور وہ یہ ہے:-

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام (رواہ ابن ماجۃ کذا فی السعایۃ ورواہ مسلم کذا فی غنیۃ المستملی)	یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر اتنا کہ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام کی مقدار دعا پڑھیں انتہٰی +

جواب۔ اس شبہہ کا جواب دو طرح پر ہے۔ اوّل یہ کہ یہ روایت اُن روایات صحیحہ کثیرہ کے مخالف ہے جو بکثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے خلاف میں منقول ہیں جیسے کہ فصل دوم میں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور وہ روایات باوجود اپنی کثرت کے صحیح بھی اِس روایت سے زیادہ ہیں۔ بلکہ اسکی تو صحت میں بھی کلام ہے۔ کیونکہ ابو معاویہ جو اِس حدیث کے راویوں میں ہیں اُنہیں ابوداؤد نے مرجیہ کہا ہے۔ اور یحیٰی بن معین نے کہا کہ ابو معاویہ عبد اللہ بن عمر سے منکر روایتیں کرتے ہیں۔ پس اِس روایت سے اُن روایات صحیحہ کثیرہ کے مقابلہ میں استدلال کرنا اور حجت پکڑنا صحیح نہیں (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ)

دوّم یہ کہ قطع نظر اسکی صحت و تعارض کے خود اسکے یہ معنی ہیں کہ نہیں بیٹھتے مگر بقدر اللھم انت السلام الخ کے یعنی اِس روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انت السلام الخ ہی پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا

پڑھا کرتے تھے خواہ وہ دعا یہی ہو یا اسکے علاوہ اور کوئی۔ اور پھر مقدار سے مراد بھی حقیقی مقدار نہیں ہے۔ بلکہ تقریبی ہے تو اس سے اگر کچھ زیادتی بھی ہو تاہم وہ تقریبی مساوات میں داخل ہوگی۔ اور اس طرح یہ روایت اُن روایتوں کے ساتھ جمع ہو سکے گی جو فصل دوم میں ہم نے ذکر کی ہیں +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض کی روایت ان گزشتہ روایتوں کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد صرف اللھم انت السلام الخ پڑھکر کھڑے ہو جاتے ہوں۔ اور پھر سنتوں سے فارغ ہوکر یہ دعائیں پڑھتے ہوں جو حدیثوں میں آئی ہیں +

جواب۔ اس شبہ کے کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ روایت نمبر ۲ میں یہ لفظ ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ پڑھتے لا الٰہ الا اللہ الخ (دیکھو فصل دوم کی روایت نمبر ۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے فرض کا سلام پھیرتے ہی آپ اللھم انت السلام کے علاوہ اور بڑی دعائیں بھی پڑھتے تھے۔ اور اسی روایت نمبر ۲ میں دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہر فرض کے بعد خواہ اسکے بعد سنتیں ہوں یا نہوں یہ لمبی دعا پڑھتے تھے۔ اور اسیطرح روایت نمبر ۷ میں بھی یہی تصریح موجود ہے کہ سلام پھیرتے ہی اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت الخ پڑھتے تھے اور حدیث نمبر ۹ میں اس امر کی تصریح ہے کہ تین مرتبہ استغفار پڑھکر اللھم انت السلام الخ پڑھتے تھے۔ پس حدیث عائشہ رض لامحالہ ان روایات کے معارض اور مخالف ہے اور اس لئے کہنا پڑے گا کہ یہ روایات بوجہ اپنی کثرت اور قوت صحت کے حدیث عائشہ رض سے راجح ہیں اور قابل عمل ہیں +

دوم یہ کہ فصل اوّل میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوافل مکان میں پڑھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی گھر میں پڑھنے کا ہی ارشاد فرماتے تھے اور اسی کو افضل فرماتے تھے۔ پس دعاؤں کی یہ روایات جن میں راوی آپ کی عادت شریفہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نماز فرض سے فارغ ہوتے تو یہ دعائیں پڑھتے۔ یا یُوں بیان کرتے ہیں

کہ ہم آپ کو یہ دعائیں پڑھتے ہوئے سُنتے تھے (دیکھو روایت نمبر ۳) یا یوں کہتے ہیں کہ جب آپ ہمیں نماز پڑھا لیتے تو یہ دعا پڑھتے۔ (دیکھو روایت نمبر ۶) یہ دلائل واضح ہیں اس امر پر کہ آپ سنتوں سے پہلے یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر مکان میں تشریف لیجاتے اور سنتیں پڑھتے۔

سوم یہ کہ حضرت عائشہ رض کی روایت کا یہ مطلب لینا کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے صرف اللھم انت السلام الخ پڑھکر کھڑے ہو جاتے تھے۔ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رض نہیں فرماتی ہیں کہ یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ وہ یہ فرماتی ہیں کہ اتنی مقدار کی دعا پڑھتے تھے +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سنتوں سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اس لیے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور دلیل میں یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ ذکر الشیخ عبدالحق المحدث الدھلوی فی شرحہ علی الصراط المستقیم۔ ایں دعا کہ ائمہ مساجد بعد از سلام نماز میکنند ومقتدیان آمین آمین میگویند چنانکہ الآن در دیار عرب وعجم متعارف است از عادت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نبود ودریں باب ہیچ حدیثے ثابت نشدہ وبدعتے است مستحسن انتہیٰ (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ) یعنی شیخ محدث دہلوی نے شرح صراط مستقیم میں ذکر کیا ہے کہ یہ دعا جو مسجدوں کے امام نماز کے سلام کے بعد کرتے ہیں اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں جیسا کہ آجکل دیار عرب وعجم میں متعارف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ایسی نہ تھی اور اس بارہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی اور یہ بدعت مستحسنہ ہے انتہیٰ +

جواب۔ اس شبہہ کے بھی کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت شیخ محدث دہلوی کی اگر مراد یہ ہے کہ نفس دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام نماز کے بعد ثابت نہیں تو اس کے جواب کیلئے حدیث نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۹ ملاحظہ ہوں کہ اُن سے سلام کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ اسیوجہ سے علامہ شیخ محمد شطاری نے فتوح الاوراد میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق رح نے اس دعا کو بدعت اس لیے کہدیا ہے کہ اُن کو اُن احادیث کی اطلاع نہ ہوئی جو اس باب میں مروی ہیں +

دوم یہ کہ شیخ رح کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اُٹھانا اور آمین آمین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ اس دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل

نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ کسی شئے کا ذکر نہ ہونے سے اُس کا عدم لازم نہیں فان عدم الثبوت لا یستلزم ثبوت العدم وھذا اظہر حجۃ۔ بلکہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ اسیطرح یہ بھی کسی روایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ اور جب کہ اِس کا لحاظ کیا جائے کہ ہاتھ اُٹھانا مطلق دعا کے آداب میں سے ہے تو ہاتھ اُٹھانے کی ترجیح ثابت ہوتی ہے +

عن السائب بن یزید عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا فرفع یدیہ ومسح وجھہ (رواہ ابوداؤد) +	سائب بن یزیدؓ اپنے والد یزیدؓ سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا مانگتے تو ہاتھ اُٹھاتے تھے اور مُنہ پر ہاتھ پھیرتے تھے +
وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسئلۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوھما (رواہ ابوداؤد) +	حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال (یعنی دعا) یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ مونڈھوں تک یا اُن کے قریب تک اُٹھائے +
ان من آداب الدعاء رفع الیدین۔ (حصن حصین)	علامہ ابن جزری حصن حصین میں فرماتے ہیں کہ ہاتھ اُٹھانا آداب دعا میں سے ہے +

غرض کہ یہ روایات اِس بات پر دلیل واضح ہیں۔ بالخصوص پہلی روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے کیوقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اور یہ اپنے عموم کیوجہ سے فرضوں کے بعد کی دعا کو بھی شامل ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی سعایہ میں بعد اس بیان کے کہ اِس دعا میں ہاتھ اُٹھانا صراحۃً ثابت نہیں تحریر فرماتے ہیں:۔

الا انہ لما ندب الیہ فی مطلق الدعاء استحبہ العلماء فی خصوص ھذا الدعاء ایضاً +	یعنی چونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اُٹھانے کو فرمایا گیا ہے تو علماء نے خاص اِس دعا (یعنی فرضوں کے بعد کی دعا) میں بھی ہاتھ اُٹھانے کو مستحب کہا ہے +

سوم یہ کہ شیخ کا یہ کہنا کہ یہ بدعت مستحسنہ ہے اِسکے جواز کی دلیل ہے۔ اگرچہ بدعت کا

اطلاق باعتبار معنی لغوی کے شیخ نے اِسپر کیا ہے لیکن مستحسنہ کہکر بتا دیا کہ یہ بدعت شرعیہ نہیں ہے۔ اور اسکی اصل شریعت میں ثابت ہے۔ اور وہ اصل یہی احادیث ہیں جن سے مطلق دعا میں رفع یدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ پھر شیخ کے اِس قول سے عدم جواز پر استدلال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا +

چہارم یہ کہ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کا عدم جواز بھی اِسی قول سے اور کسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس کا احادیث سے ثابت نہونا اس سے زیادہ اظہر ہے پس معترض کا سُنتوں کے بعد اجتماعی دعا کو جائز کہنا اور فرضوں کے بعد کی دعا کو ناجائز کہنا تعسف و تحکم ہے +

پنجم یہ کہ روایات فقہیہ مذکورہ فصل دوم سے خاص اس دعا میں بھی رفع یدین ثابت ہے۔ دیکھو روایات فقہیہ نمبر ۳ و نمبر ۴۔ اور اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فقہاء کے نزدیک بھی عدم ثبوت رفع سے عدم رفع لازم نہیں۔ اور یہ کہ اُنہوں نے رفع یدین ہی کو راجح سمجھا ہے +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دعا پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ اور دلیل میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں:۔

ان کان بعد الفریضۃ تطوع یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ ویکرہ تاخیر السنۃ عن حال اداء الفریضۃ باکثر من نحو ذلک القدر انتھیٰ (کذا فی شرح المنیۃ للحلبی) +	یعنی اگر فرض کے بعد سنتیں ہوں تو سنتیں پڑھنے کے لیے بغیر تاخیر کھڑا ہو جائے اِس بقدر اللھم انت السلام الخ کے تاخیر جائز ہے۔ اور اس سے زیادہ تاخیر کرنا فرض و سنت کے درمیان میں مکروہ ہے۔ اور اِسی کے قریب قریب بعض اور کتابوں میں بھی مذکور ہے +

جواب اِس شبہ کے بھی کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ عبارتیں معارض ہیں فقہ کی دوسری عبارتوں سے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ فرائض کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھنا جائز ہے بلکہ اولیٰ ہے +

(ويستحب له اى للامام بعد السلام ان يستغفر الله ثلاثا ويقرأ اٰية الكرسى والمعوذات ويقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام ويقول ما ورد بعد كل صلوٰة مكتوبة وهو لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير۔ اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد الى قوله ثم يدعو اى الامام لنفسه وللمسلمين من الادعية الجامعة الماثورة رافعا يديه حذاء صدره جاعلا باطن الكف مما يلى وجهه بخشوع وسكوت ثم يمسح بهما وجهه فى اٰخره اى فى اٰخر الدعاء (مواهب الرحمٰن شرحه البرهان. (كذا فى التحفة

یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور پھر کہے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پھر یہ الفاظ پڑھے جو ہر فرض کے بعد وارد ہوئے ہیں یعنی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد (الیٰ قولہ) پھر امام اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی دعا مانگے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھا کر اور ہتھیلیاں منہ کی طرف کرکے خشوع وسکوت کے ساتھ پھر فارغ ہو کر منہ پر ہاتھ پھیرے ❊

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی سی دعا پڑھنا اور اذکار ماثورہ سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں سلام کے بعد ہی اذکار وادعیہ کا پڑھنا بالصراحت مذکور ہے ❊

وفى شرح منظومة ابن وهبان للعلامة الشرنبلالى انه ذكر شمس الائمة يعنى الحلوانى جواز تاخير السنة بعد الفرض للاشتغال بالدعاء والورد انتهى

یعنی ... شرنبلالی نے شرح منظومۂ ابن وہبان میں ذکر کیا ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا اور ذکر میں مشغول کی وجہ سے سنت

(كذا فى التحفة) ❊

کی تاخیر جائز ہے ❊

وفى الذخيرة والمحيط البرهانى ويكره له تاخير التطوع عن حال اداء الفريضة الى قوله۔ قال الامام شمس الائمة الحلوانى هذا اذا لم يكن من قصده الاشتغال بالدعاء الخ انتهى مختصرا (كذا فى التحفة باختصار)

یعنی ذخیرہ اور محیط میں ہے کہ فرض کی سنتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ہے (الیٰ قولہ) امام شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہ تاخیر جب مکروہ ہے جب اس کا ارادہ دعا مانگنے کا نہو یعنی دعا مانگنے سے جو تاخیر ہو وہ مکروہ نہیں ہے ❊

دُوم یہ کہ اگر اس تعارض سے قطع نظر کیجائے تاہم ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللھم انت السلام کے علاوہ کوئی اور دعا مکروہ ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں بھی اتنی تعداد کی تصریح ہے نہ بالخصوص ان الفاظ کی۔ اور یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ اسی ما بینی اللھم انت السلام کی حقیقی مقدار کے مساوی ہونا شرط ہو بلکہ اس سے تقریبی مساوات مراد ہے یعنی امام خواہ اللھم انت السلام پڑھے یا کوئی اور دعا جو تقریباً اس کے مساوی ہو یا اللھم انت السلام کے ساتھ کوئی چھوٹی چھوٹی اور دعائیں پڑھے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں یہ سب جائز بلاکراہت ہے ❊

حقیقی مساوات مراد نہ ہونے اور تقریبی مقدار مراد ہونے کے لئے یہ دلائل ہیں ❊

ان ما فى صحيح مسلم:۔

عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا صلى لم يقعد ... الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام الحديث ان ليس المراد انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد ما ياتيهم ذلك المقدار ونحوه من القول تقريبا فلا ينافى ذلك ما فى

علامہ حلبی شرح منیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار کہ اللھم انت السلام الخ پڑھیں اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ خاص یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے

الصحیحین عن المغیرة انه صلی الله علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰة لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد وكذا لا ینافی ما روی مسلم وغیره عن عبد الله ابن الزبیر کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال بصوته الاعلی لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکٰفرون لان المقدار المذکور فی حدیث عائشة یعتبر من حیث التقریب والتخمین دون التحدید التحقیق انتهیٰ۔ (کبیری شرح منیة للحلبی)	ہے جس میں وظیفہ سا بھی کوئی اور ذکر پڑھا جاسکے اور اس سے بھی تقریبی مقدار مراد ہے اور اس صورت میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہ ہوگی جو بخاری اور مسلم میں مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے۔ لا اله الا الله وحده الخ اور اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس روایت کے خلاف نہ ہوگی جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو بآواز بلند یہ دعا پڑھتے۔ لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکٰفرون۔ (اور حدیث عائشہؓ کا ان حدیثوں کے مخالف نہ ہونا اسلئے ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں مقدار سے مراد تقریبی اور تخمینی مقدار ہے نہ حقیقی۔ انتہیٰ ۔
اور فتح القدیر میں ہے۔ ومقتضی العبارة ان السنة ان یفصل بذکر قدر ذلك وذلك یکون تقریبا فقد یزید قلیلا وقد ینقص قلیلا الخ کذا فی السعایة	یعنی علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کا مقتضی یہ ہے کہ فرض و سنت میں فاصلہ کیا جائے کسی ذکر و دعا سے جو بمقدار اللهم انت السلام الخ کے ہو اور یہ مساوات تقریبی

وفی فتاوی الحجة الامام اذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء یشرع فی السنة ولا یشتغل بادعیة طویلة انتهیٰ (کذا فی السعایة)	یعنی فتاوے حجہ میں ہے کہ امام جب ظہر اور مغرب اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو تو لمبی لمبی دعائیں نہ کرے اور سنت میں مشغول ہو جائے۔
وفی خزانة الفقه عن البقالی الافضل ان یشتغل بالدعاء ثم بالسنة الخ کذا فی السعایة	خزانۃ الفقہ میں ہے کہ بقالی نے فرمایا ہے کہ افضل یہ ہے کہ (فرض کے بعد) دعا میں مشغول ہو پھر سنتیں پڑھے

اور اشعۃ اللمعات میں شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

باید دانست کہ تعجیل سنت منافی نیست مر خواندن آیت الکرسی و امثال آن را چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر۔ خواند کذا فی التحفة)	یعنی جاننا چاہیئے کہ سنتوں میں جلدی کرنیکا حکم اسکے مخالف نہیں ہے کہ آیۃ الکرسی وغیرہ جیسی دعائیں (سنت سے پہلے) پڑھ لیجائیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دس مرتبہ لا اله الا الله وحده لا شریك له الخ پڑھے ۔

ان عبارتوں سے یہ امور بصراحت ثابت ہوتے ہیں:۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے بالتخصیص اللهم انت السلام ومنك السلام الخ ہی پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا بھی ہو جائز ہے ۔

(۲) مقدار سے مراد بھی تقریبی اور تخمینی مقدار ہے جس میں تھوڑی سی کمی و بیشی کا کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

(۳) علامہ حلبی کی شرح منیہ کی عبارت اور شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره

الکفرون۔ یا دوسری دعا جو مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت میں ہے یا آیۃ الکرسی یا لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر۔ دس بار۔ یہ سب اس تعجیل کی مقدار میں داخل ہیں۔ اور اتنی بڑی دعائیں پڑھنے سے سنتوں کی تعجیل کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی

(۴) اور فتاوٰی حجہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ لمبی لمبی دعائیں مکروہ ہیں۔ پس کبیری اور شرح مشکوٰۃ کی عبارتوں کے ساتھ ملانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لمبی دعاؤں سے وہ دعائیں مراد ہیں جو مغیرہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی روایت کی ہوئی دعا اور آیۃ الکرسی اور لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر۔ دس بار سے زیادہ لمبی ہوں +

(۵) ذرا غور کرنے سے انہیں عبارتوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یہ بڑی بڑی دعائیں جو تقریبی مقدار میں داخل کی گئی ہیں۔ ان کے داخل کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ دعائیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں پس احادیث میں تطبیق دینے کے خیال سے حضرت عائشہؓ کی حدیث میں مقدار سے تقریبی اور تخمینی مقدار مراد لی اور ان دعاؤں کو جو صحیح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئیں اس تقریبی مقدار میں داخل رکھا۔ پس فقہ کی وہ روایتیں جنہیں بڑی دعاؤں کی کراہت مذکور ہے وہ بھی اسی معنی پر لامحالہ محمول کی جائیں گی کہ ادعیۂ منقولہ اور اذکار ماثورہ سے زیادہ لمبی دعائیں مکروہ ہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ یہ حکم فقہی احادیث صحیحہ کے خلاف ہو +

تکملہ مفیدہ

یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ یہ کلام انہیں فرائض کے بعد دعا مانگنے کے متعلق ہے جن کے بعد سنتیں ہیں۔ ورنہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ ان کے بعد دعا اور ذکر طویل اتفاقاً جائز ہے +

نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہا نے ادعیہ طویلہ کو جو مکروہ کہا ہے۔ اس کراہت سے مراد بھی کراہت تنزیہی ہے۔ جس کا مرجع خلاف اولیٰ ہے فتح القدیر میں ہے :-

قولھم یکرہ التاخیر الطویل للسنۃ عن الفرض مرادھم بھا الکراھیۃ التنزیھیۃ التی مرجعھا الی خلاف الاولیٰ انتھیٰ (کذا فی التحفۃ)

اور ادعیہ طویلہ سے وہ لمبی دعائیں مراد ہیں جو روایات صحیحہ سے ثابت شدہ دعاؤں سے بڑی ہوں۔

الحاصل

احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا اور ادعیہ ماثورہ کی مقدار تک دعائیں پڑھنا اور ذکر کرنا بلاکراہت جائز ہے۔ بلکہ اسوقت دعا مانگنا افضل ہے۔ اور اس دعا میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم +

دہلی

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ ۔۔۔ وصلہ اللہ ما تمنا مدرس اول و مفتی مدرسۃ العالیۃ العربیۃ الامینیہ ۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۳ ہجری

مواہیر و تصدیقات علمائے دہلی

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
انظار حسین عفی عنہ	بندہ محمد امین الدین	بندہ محمد سعید غفرلہ	محمد قاسم عفی عنہ
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی	مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی	معاون مدرس مدرسہ امینیہ دہلی	مدرس مدرسہ امینیہ دہلی
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
بندہ ضیاء الحق عفی عنہ	بندہ عبد الغنی عفی عنہ	محمد عبد الہادی عفی عنہ	بندہ محمد عبد الحنان
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی	دہلوی	شاہجہانپوری	ہزاروی عفی عنہ
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد ابراہیم دہلوی	محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ	محمد میاں عفی عنہ مدرس	محمد عبد الغنی سابق مدرس مدرسہ
مہتمم مدرسہ حسینیہ دہلی	مولوی عبد الرب صاحب مرحوم دہلی	مدرسہ حسین بخش دہلی	فتحپوری دہلی

تحریرات و تصدیقات علمائے رنگون و مولمین و مانڈلے (برہما)

حامدًا و مصلیًا

ہم ارکان جمعیۃ العلماء رنگون نے رسالہ "النفائس المرغوبۃ" دیکھا حضرت مؤلف کا جواب نہایت صحیح و درست ہے۔ مضامین کی صداقت۔ دلائل کی متانت۔ عبارت کی سلاست قابلِ قدر اور اعلیٰ مرتبہ کی ہے۔ خدا تعالیٰ مؤلف ممدوح کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

فی الواقع طریقِ حق اور راہ صواب یہی ہے کہ احادیث نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم پر گہری نظر ڈالنے اور مختلف طرق احادیث کو جمع کرنے سے یہی بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ میں فرائض کے بعد متصل دعا مانگی جاتی تھی اور پھر صحابہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے مکانوں میں تشریف لیجا کر سنن و نوافل ادا کرتے تھے۔ اور پھر مکانوں سے مسجد میں دعا کے لئے واپس آنا اور جمع ہونا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس طور پر وہ روایتیں جنسے نماز کے بعد دعا مانگنے کی فضیلت اور تاکید ثابت ہوتی ہے معمول بہا ہو جاتی ہیں۔ اور اسی پر شرقاً غرباً مسلمانوں کا عمل ہے پس یہی طریقہ راجح اور قابل عمل ہے۔ اور اسمیں دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ اور دوسرا طریقہ یعنی نوافل و سنن کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنا اوّل تو ثابت نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اگر نمازی دعا کی غرض سے سنن و نوافل مسجد میں پڑھیں تو ایک امر مستحب اور اعلیٰ و افضل کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔ اور وہ امر یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرائض کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہیں (کذا فی الترمذی وغیرہ) سوم یہ کہ اگر اس افضل و اعلیٰ پر عمل کریں کہ گھروں میں سنن و نوافل جاکر پڑھیں تو دعا کی اجتماعی برکت سے محروم رہیں جس میں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ چہارم یہ کہ امام کو اگر کوئی جلدی کا کام ہو یا بعض مقتدیوں کو کوئی ضرورت ہو اور جماعت کے بعض

لوگ سنتوں اور نفلوں میں زیادہ دیر تک مشغول رہیں تو ایسی صورت میں یا تو امام اور ضرورتمند مقتدی تمام مقتدیوں کے فارغ ہونے تک مقید رہیں یا مشغولین کا انتظار نہ کریں۔ اور دعا مانگ لیں۔ پہلی صورت میں امام اور حاجتمندوں کا نقصان ہے جو شریعت میں مدفوع ہے۔ دوسری صورت میں وہ مقتدی دعا سے اور برکت سے محروم رہتے ہیں۔ اور فرض کے بعد متصل دعا مانگ لینے میں یہ قباحت نہیں۔ پنجم یہ کہ پھر اس طریقہ کو لازم سمجھ لینا اور اسپر عمل نہ کرنے والے کو عیب لگانا یا طعن کرنا یا امام اگر قبل دعا کے اٹھ جائے تو اسکو ملامت کرنا۔ یہ التزام مالایلزم اور بدعت ہے جیساکہ مجیب لبیب نے جواب میں مفصل تحریر فرمایا ہے۔

الغرض اعلیٰ اور افضل اور اولیٰ اور بہترین طریقہ دعا کا وہی ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے امام اور جماعت سب دعا مانگ لیں اور پھر لوگ اپنے گھروں پر جاکر سنتیں اور نفلیں پڑھیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ دعا بہت طویل نہ ہو بلکہ مقدار میں اُن دعاؤں کا لحاظ کیا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور معتبر اسانید سے مروی ہیں۔ وهذا هو الحق الذی لا محیص عنه والله تعالی هو الموفق والمعين ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين

كتبه
الراجي رحمة ربه الكريم محمد المدعو
بابراهيم ابن مولانا التقي النقي الحافظ
اسمعيل المرحوم الراندیری

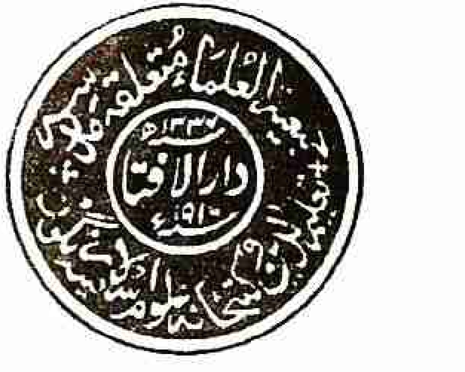
العبد
الراجي رحمة ربه الصمد عبده
المدعو بمرغوب احمد رزقه الله
التقى ودفعه اللاجپوری

العبد
المفتقر الى ربه الرزاق محمد عبد الخالق

العبد
الفقير الى الغنى الحميد محمد عبد المجيد حفظه

وقاء الله شر الواقب الغاسق الشاهجہانپوری   من شر الحاسد العنید الشاهجہانپوری

مُہر جمعیۃ العلماء رنگون



یہ رسالہ اول سے آخر تک اچھی طرح میں نے دیکھا۔ تمام روایات ٹھیک اور صحیح پائیں۔ فقط

قاسم۔ سہارنپوری عفی عنہ و عن والدیہ مدرس مدرسہ بنگالی جماعت شہر رنگون۔

ھو الموفق للصواب۔ وہ مسئلے ہمیشہ میرے پیش نظر ہیں جنکے متعلق عرصہ سے میرا خیال تھا کہ مفصل طور پر عوام کو آگاہ کیا جائے۔ اول بعد نوافل کے طویل دعا مانگنا بطور وجوب کے دوم بطور وجوب کے ظہر و مغرب اور عشاء میں نوافل کا ادا کرنا۔ بطور وجوب سے میری مراد یہ ہے کہ اسکے تارک کو عوام مطعون بدنیوجہ کرتے ہیں کہ اسکے ترک کو ترک واجبات کے سمجھتے ہیں۔ بہرحال یہ مقام مسرت ہے کہ علمائے دہلی نے اس مسئلہ کو واضح کر دیا۔ اور پبلک جناب حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب تاجر رنگون کی شکرگزار ہے کہ ایک ضروری مسئلہ کی طرف توجہ کی۔ علمائے دہلی نے جو کچھ تحقیق کی ہے وہ بہت صاف اور واضح ہے اور ہر پہلو پر کمال دقت نظری سے کام لیا ہے۔ اسلئے مزید تفصیل سے قلم بے نیاز ہے۔ پس بغیر خیال لومۃ لائم میں کہہ سکتا ہوں کہ اصاب من اجاب +

احقر سید ابو ظفر دہلوی ندوی ہیڈ مولوی محمد یوسف بھائی میاں ہوشاما فنڈ رنگون۔

اس رسالہ کو میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا اور بغور دیکھا۔ مجیب نے دعا کے ہر پہلو کو لیا ہے۔ ہر پہلو اس کا نفیا و اثباتا احادیث نبویہ کے ماتحت ہے بعض پہلو ایسا بھی ہے جسے بوجہ عدم اقتناع یا بوجہ عدم حکم جائز قرار دیا ہے و بشرط التزام و اہتمام و تفصیل عوام عدم جواز کا فتوی دیا ہے۔ غرض جو کچھ مجیب نے لکھا ہے سب صحیح

سلہ یہ لفظ اصل میں مشکوک ہے۔ دہلوی ہے یا ڈسکوی ۱۲ منہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحیح ڈسکوی ہے ۱۲ منہ

و درست ہے اختلاف کی گنجایش نہیں ہے۔ مجیب کی یہ کوشش دہی قابل تحسین و شکر ہے فای واللہ قد اجاد بید المجیب فی جوابه. والله اعلم بالصواب عبد الصمد المکی بابی طاہر الگذھی مدیر اخبار برما رنگون

آپ کے نفائس ہر غوبہ کو اول سے آخر تک دیکھا۔ جناب مؤلف نے جو مضامین تحریر فرمائے ہیں صحیح ہیں

محمد درویش عفی عنہ خطیب بوتی ہنامل سورتی مسجد نمبر ۱ نمبر ۵۰ گلی رنگون

هٰذا هو الحق والحق احق ان یتبع

الحق۔ فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر اس قدر جائز ہے کہ جس میں اللھم انت السلام الخ یا تقریبا اسکے برابر کوئی اور دعا پڑھ سکے۔ اور اس مقدار تخمینی سے زائد تاخیر مکروہ ہے۔ کما حققہ المؤلف العلامۃ دام مجدہ

نمقہ العبد المحبوب محمد یعقوب غفر لہ الذنوب خطیب ارکانی مسجد کلاں۔ رنگون۔

الجواب صحیح + خطیب حافظ محمد جامع سورتی مسجد رنگون +

نحمدہ بعد حمد و صلوۃ کے مجیب فاضل علام نے دلائل قطعیہ و براہین یقینیہ سے جو عدم ثبوت دعا و فاتحہ مروجہ محدثہ بعد سنن و نوافل بہیئت اجتماعی کا بیان فرمایا۔ وہ عین حق و طریقہ راشدہ ہے۔ خدا ئے تعالے مؤلف فاضل ممدوح کو دارین میں جزائے جزیل عطا فرمائے۔ اور اس رسالہ کو مقبول عالم کرے۔ آمین۔ اور واقع میں ہندوستان جو معدن العلم و منبع العمل ہے وہاں اس طریقہ مروجہ کا پتہ نہیں۔ نیز حرمین الشریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما میں اس کا نام و نشان نہیں پس جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ خلفائے راشدین سے منقول اور نہ ائمہ مجتہدین کا معمول بہ۔ تو ضرور ہوا کہ یہ طریقہ محدثہ ہے پس اس کا ترک اولی اور انسب ہوا۔ اور ملتزم اور عامل اس کا مرتکب کراہت کا اگرچہ تنزیہیہ ہو فقط

احقر العباد بندہ غلام نبی عفی عنہ خطیب جامع سولین و مدرس اول مدرسہ سورتی۔

ہذا قد خطر ببالی الآن لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا +

حامدا و مصلیا و مسلما

وبعد فقد تشرفت بمطالعة المقالة التی الفها العلامة المقدام البحر القمقام الشیخ الامام الحبر الہمام مولانا و سیدنا المولوی محمد کفایت اللہ لا زالت شموس افاضته

بعد حمد و صلوۃ کے پس میں اس رسالہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جو علامہ مقدام بحر قمقام شیخ امام حبر ہمام مولانا و سیدنا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب زالت

بانزغة وبل رافادته طالعة. فوجدتها حقا صريحا وجوابا صحيحا فلله دره ثم لله دره. وانا العبد الضعيف الخادم لحضرة مولانا الشيخ رشيد احمد الجنجوهي قدس سره العزيز احقر عباد الله ابو الحسن السيد غلام علي شاه عفا الله عنه وعن والديه الحسيني نسبا والشاهجهانپوري مولدا والجشتي الصابري والنقشبندي المجددي والسهروردي والقادري طريقة والحنفي الماتريدي مسلكا ومذهبا المدرس الاول في المدرسة المحمدية في مانڈلے برهما +

شموس افاضتہ بازغۃ وبدور افادتہ طالعہ نے تالیف فرمایا ہے۔ اور میں نے اسے حق صریح اور جواب صحیح پایا۔ للہ درہ

اور میں عبد ضعیف حضرت مولانا شیخ رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کا خادم حقیر عباد اللہ ابو الحسن سید غلام علی شاہ ہوں۔ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ۔ حسینی نسباً۔ اور شاہجہانپوری مولداً۔ اور چشتی صابری نقشبندی مجددی سہروردی وقادری طریقۃً۔ اور حنفی ماتریدی مذہباً۔ مدرس اول مدرسہ محمدیہ مانڈلے برہما +

کلمات طیبات حضرت زبدۃ العارفین مولانا مولوی شاہ محمد عبد الرحیم صاحب ظلہ

آج مورخہ ۹ شوال ۱۳۳۲ھ بروز سہ شنبہ حضرت مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب سلمہ نے یہ رسالہ اول سے آخر تک بندہ کو سنایا۔ احقر نے نہایت غور سے سنا۔ الحمد للہ علیٰ انعامہ جواب نہایت پسند آیا۔ اور منصف طالب حق کے لیے بالکل تسلی بخش ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کا صلہ اپنی رضامندی مرحمت فرماوے +

عبد الرحیم عفی عنہ از رائے پور ضلع سہارنپور

للہ در المجیب فیما الف من الجواہر المضیئۃ ودر وشنف المسامع بجواہر اللآلی فی رسالتہ التی صنف

بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح والمجیب نجیح

میاں محمد کاندھلوی عفی عنہ

الحمد للہ۔ اس مسئلہ کی نہایت ضرورت تھی کیونکہ ہمارے ملک پنجاب میں بعض آدمی تو فرائض کے بعد کی دعا کو بدعت کہتے ہیں۔ اور بعض سنن و نوافل کے بعد بہیئت مجموعی تین تین مرتبہ

دعا مانگنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ پس اس مسئلہ کی اشاعت کی نہایت ہی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرماوے +

نور محمد عفی عنہ۔ لدھیانوی۔

تحریر حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی حافظ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

احقر اشرف علی عرض رساں ہے کہ یہ رسالہ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ میرے پاس ایسے وقت میں پہنچا کہ مجھکو اس مسئلہ کی تحقیق کا بیحد اشتیاق تھا۔ اور یہی تحقیق میرے ذہن میں موجزن تھی جو اس رسالہ میں اختیار کی گئی ہے پس اس سے میری موافقت کا اندازہ کر لیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ میرے نزدیک تحقیق نہایت صحیح ہے والسلام۔

سلخ رجب لیلۃ الجمعہ ۱۳۳۲ھ

تحریرات علمائے دار العلوم دیوبند

اقول وباللہ التوفیق۔ جواب مجیب لبیب حق و صواب ہے۔ فرائض و مکتوبات کے بعد لاریب دعا برفع الیدین مسنون و مستحب و معمول بہ سلف و خلف ہے۔ احادیث و روایات فقہیہ سے سنیت و استحباب اس کا ثابت ہے۔ اور وہ جو بعض دیار میں مروج ہے کہ فرائض کے بعد ایک دفعہ دعا مانگ کر پھر سنن و نوافل سے فارغ ہو کر الفاتحہ کہکر بہیئت اجتماعیہ دعا مانگی جاتی ہے اور اس کا التزام اور اس پر اصرار ہوتا ہے کہ اس کے تارک کو ملوم و مطعون کیا جاتا ہے۔ یہ امر محدث اور التزام مالا یلزم ہے اور ثبوت اس کا احادیث و عمل سلف سے نہیں ہے اور اس میں کچھ تردد نہیں کہ فصل لا دعا بین الفرائض والسنن جائز ہے۔ اور وہ جو بعض احادیث اور روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان میں بقدر اللہم انت السلام الخ سے زیادہ توقف نہ فرماتے تھے۔ مراد اس مقدار سے تقریبی ہے یا محمول ہے بعض اوقات پر +

وفی[1] الحصن الحصین للجزری قدس سرہ ودبر صلوٰۃ المغرب والصبح جمیعا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر عشر مرات قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ رواہ احمد عن عبد الرحمن بن غنم وبعد صلاتی الصبح والمغرب ایضا قبل ان یتکلم اللہم اجرنی من النار سبع مرات رواہ ابو داؤد والنسائی وابن

[1] اور علامہ جزری قدس سرہ کی کتاب حصن حصین میں ہے کہ نماز مغرب اور صبح دونوں کے بعد لا الہ الا اللہ الخ

جواب فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ یکم شعبان ۱۳۳۲ھ۔ (رحمہ)

الجواب صحیح
نقیر اصغر حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح
محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح
غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح
محمد رسول خاں عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

اصاب من اجاب

بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

الجواب صواب۔ اما الدعاء بعد الصلٰوۃ فیکاد یلتحق النقل الوارد فیہ بالتواتر لا ارید تواتر الاسناد بل تواتر القدر المشترک وقد عقد لہ صاحب الصحیح بابا فی الدعوات وعنہ من باب من زار قوما فلم یفطر عندھم عن انس رضی اللہ عنہ دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ام سلیم فاتتہ بتمر وسمن فقال اعیدوا سمنکم فی سقائہ وتمرکم فی وعائہ فانی صائم ثم قام الی ناحیۃ من البیت فصلی غیر المکتوبۃ فدعا لام سلیم واھلھا الحدیث واما رفع الیدین فی الدعاء فسنۃ قدیمۃ

ترجمہ۔ جواب درست ہے بہر حال دعا بعد نماز تو اسکی مقدار باثور متواتر کے قریب ہے۔ تواتر سے میری مراد تواتر اسناد نہیں بلکہ تواتر قدر مشترک ہے۔ اور صاحب صحیح یعنی بخاریؒ نے دعوات میں اسکے لئے ایک باب منعقد کیا ہے اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باب من زار قوما فلم یفطر عندھم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے تو ام سلیمؓ نے کھجوریں اور گھی حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کھجوریں تم برتن میں اور گھی مشکیزہ میں واپس لے جاؤ کیونکہ میرا روزہ ہے پھر آپ گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے اور کوئی نماز جو فرض نہ تھی پڑھی۔ اور پھر ام سلیم اور انکے

(بقیہ حاشیہ) قبل پہلے اور پاؤں پلٹنے کے دس بار کہے۔ کہ امام احمد رحمۃ اللہ نے عبد الرحمٰن بن غنم کو روایت کیا ہے اور صبح اور مغرب کی نماز کے بعد کلام کرنے سے پہلے اللّٰھم اجرنی من النار سات مرتبہ پڑھے اسے ابوداؤد اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

ضنہ من کتاب الانبیاء من ذکر ابراھیم علیہ السلام حتی اذا کان عند الثنیۃ حیث لا یرونہ استقبل بوجھہ البیت ثم دعا بھٰؤلاء الکلمات ورفع یدیہ فقال رَبِّ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ حتی بلغ یشکرون۔ وقال صاحب الھدایۃ من الحنفیۃ من باب صلٰوۃ الکسوف والسنۃ فی الادعیۃ تاخیرھا من الصلٰوۃ فخرج الحافظ جمال الدین رح فی تخریجہ روایات والغرض ایجاد النقل فیہ من السنۃ ثم عن الفقہ لا استیعابہ نعم اصل سنۃ الدعاء یحصل بغیر رفع الیدین ولذا قل النقل فی الرفع بعد الصلٰوۃ وانما الرفع کمال فی السنۃ تحصل سنتہ بہ وبغیرہ فلا سبیل الی التبدیع من رفع ولا الی التجھیل من ترک واما الامور المحدثۃ من عقد صلٰوۃ الجماعۃ للدعاء کجماعۃ الصلٰوۃ والانکار علی تارکھا ونصب امام ثم اتمام بہ فیہ وغیر ذلک فکل ذلک من قلۃ العلم وکثرۃ الجھل والجاھل اما مُفۡرِطٌ او مُفَرِّطٌ واللہ

گھر والوں کے لئے دعا کی۔ اور بہر حال دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا تو یہ سنت قدیمہ ہے۔ بخاریؒ کی کتاب الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ہے کہ جب ثنیہ کے پاس پہنچے کہ انکی نظروں سے چھپ گئے تو خانہ کعبہ کیطرف متوجہ ہوئے اور ان کلمات کے ساتھ دعا کی اور ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ ربنا انی اسکنت الآیہ۔

اور حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ نے باب صلٰوۃ الکسوف میں فرمایا کہ دعاؤں میں سنت یہ ہے کہ نماز کے پیچھے کی جائیں۔ اس پر حافظ جمال الدین رحمہ اللہ زیلعی نے تخریج میں چند روایتیں ذکر کی ہیں:۔

اور ہماری غرض یہ تھی کہ اس بارے میں سنت اور فقہ سے نقل کا پتہ دیدیا جائے استیعاب مقصود نہیں ہاں اصل سنت دعا بغیر ہاتھ اٹھانے کے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اسلئے رفع یدین بعد نماز کمی کے ساتھ منقول ہے۔ ہاں رفع یدین میں کمال سنت ضرور ہے پس اٹھانیوالے کو بدعتی کہنا یا نہ اٹھانے والے کو جاہل بنانا صحیح نہیں ہے اور محدثہ مثلاً جماعت نماز کی طرح جماعت بنانا اور تارک کو ملامت کرنا اور امام مقرر کرکے اسکی اقتدا کرنا وغیرہ یہ سب قلت علم وکثرت جہل کے نتائج ہیں اور جاہل افراط وتفریط میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔ اور خدا سیدھے راستے کی توفیق دینے والا ہے +

الموفق للصواب فجزی الله مصنف الرسالة احسن ماجزی به احداً من صالحی عباده حیث هدیٰ للسنة وکفیٰ وشفیٰ واشتفیٰ والحمد لله رب العٰلمین ۞

الاحقر محمد انور عفا الله عنه
معلم دار العلوم دیوبند

پس خدا تعالیٰ مصنف کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے جو اپنے نیک بندوں میں سے کسی کو عطا فرماتا ہے کیونکہ مصنف نے سنت کی طرف ہدایت کی اور کافی ہدایت کی ہے اور جماعت کے شفا دی اور پوری تشفی کی اور تمام تعریفوں کے لائق اللہ رب العٰلمین ہے ۔

احقر (مولوی) محمد انور شاہ کشمیری (مدرس دار العلوم دیوبند)

بندہ نے اس رسالہ کو من اولہ الی آخرہ غور سے دیکھا۔ مصنف علام نے بخوبی اور عمدگی سے اس حکم شرعی کی توضیح اور تحقیق کی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں کوئی شق اسکی ایسی نہیں جسکو دلائل قویہ سے حصن حصین نہ بنا دیا ہو۔ اور حق یہ ہے کہ اس کے بعد اپنے سابقہ خیالات واوہام پر قائم رہنا ضلال مبین سے کم نہیں ۔

بندہ امید کرتا ہے کہ یہ رسالہ افادہ وافاضہ میں کامل ہوگا۔ اور موافقین کو مثبت اور مخالفین کو ہدایت کا فائدہ دے گا ۔

محمد اعزاز علی۔ بریلوی مقیم (مدرس) دار العلوم دیوبند۔

تحریرات علمائے سورت۔ راندیر و گجرات

از مدرسہ اشرفیہ قوۃ الاسلام راندیر

احقر نے رسالہ النفائس المرغوبۃ اول سے آخر تک بغور دیکھا جواب علامہ مجیب سلمہٗ باعتبار روایت و درایت بہت صحیح ہے۔ بہتر یہی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگے۔ جیسا کہ علامہ مجیب نے روایات مذکورہ فی الجواب سے بوضاحت ثابت کر دیا ہے:۔

عن معاذ بن جبل ؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا معاذ انی والله احبك فلا تدع دبر کل صلوٰة ان تقول اللهم اعنی علیٰ

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ اے معاذ بخدا میں تم کو محبت کرتا ہوں تو تم ہر نماز کے پیچھے یہ کہا کرو

ذکرك وشکرك وحسن عبادتك اخرجه ابوداؤد والنسائی وصححه ابن حبان
واین حدیث دلالت دارد برآں کہ دعا بعد فریضه بیاید ۔ کذا فی دلیل الطالب فی ارجح المطالب ص ۳۲۳

اللھم اعنی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسکی تصحیح کی اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دعا فرض نماز کے بعد کرنا چاہیئے

اور جہاں فقہا نے لکھا ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر کرنی مکروہ ہے اس سے مراد زیادہ قدر شرعی وطریقہ نبوی سے بیٹھنا ہے۔ ورنہ لازم ہوگا کہ جو شخص مکان پر جا کر سنتیں پڑھے تو یہ بھی مکروہ ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پس یہاں بھی مراد یہی ہوگی کہ نماز کے بعد ادعیہ طویلہ سنتوں سے پہلے نہ پڑھے تاکہ سنتوں میں تاخیر نہ ہو قلت وفی حفظی حملها علی القلیلة انتهی۔ در مختار نیز امام کا مع مقتدیوں کے نوافل کے بعد دعا مانگنے کو لازم کر لینا بدعت ہے۔ اور اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترك السنة راجحا علی فعل البدعة انتهی (شامی) یعنی جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو وہاں احتمال ترک سنت راجح ہے احتمال فعل بدعت پر قرون ثلاثہ میں اس کا وجود نہ ہونا۔ اور پھر اس کا التزام کر لینا اور تارک کو ملامت کرنا بدعت ہے۔ لہٰذا اس کا ترک راجح ہے۔ جیسا کہ علامہ مجیب دام فیضہم نے مفصل تحریر فرما دیا ہے فجزاه الله عنا وعن سائر المسلمین۔ والله اعلم وعلمه اتم ۔

خادم الطلبہ مہدی حسن غفرلہ مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر ضلع سورت

الجواب صحیح
احقر میران شاہ غفرلہ معاون مدرس مدرسہ اشرفیہ

المجیب مصیب
محمد سخاوت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر

بندہ نے رسالہ النفائس المرغوبہ من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ حضرت مجیب علامہ دام فیضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ سنتوں اور فرائض کے درمیان دعا کر لینا بہتر ہے۔ اگر قدرے طوالت بھی ہو جائے گی تو کچھ حرج نہیں۔ ایک حدیث اس بارہ میں صریح حجت ہے:۔

عن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیه من صلوٰة المغرب والصبح

عبد الرحمن بن غنم ؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے نماز مغرب اور صبح کے بعد قبل پلٹنے اور پاؤں پھیرنے کے

لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ عشر مرات الخ رواه احمد +

لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ دس مرتبہ کہنا الخ

اس روایت سے فرض اور سنتوں میں تاخیر اللهم انت السلام الخ سے زیادہ صراحۃً ثابت ہے اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں فقط واللہ اعلم

کتبہ احقر الطلبہ محمد حسین بن مولانا الحافظ محمد اسمٰعیل الراندیری مدرس قوۃ الاسلام راندیر

مصنف رسالہ النفائس المرغوبہ کا جواب نہایت صحیح ہے اور بڑے نہایت قوی ہے اور اسی کی موید ہے یہ حدیث جسکو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے:-

عن الاسود العامري عن ابيه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا الحديث

اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو مڑ گئے اور ہاتھ اٹھائے اور دعا کی الخ

اس حدیث سے نماز فجر کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہو گیا۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی فرض کے بعد متصل ہی دعا مانگنا افضل اور مستحب ہے۔ جیسا کہ رسالہ مذکورہ میں مفصل ثابت کیا گیا ہے اگر فرض کے بعد متصل دعا مانگ لی جائے تو سب لوگ شریک ہو جائیں گے۔ ورنہ جو لوگ اٹھ کر چلے جاتے ہیں وہ دعا سے محروم رہ جائیں گے +

کتبہ عبدہ عباد اللہ خادم الطلبۃ القاضی رحمت اللہ غفرلہ مدرس و مہتمم مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح والمجیب نجیح + حافظ محمد صالح خطیب مسجد چار راستہ راندیر +

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد واله وصحبه واتباعه اجمعين الى يوم الدين + امابعد بندہ نے رسالہ النفائس المرغوبہ من اولہ الی آخرہ دیکھا جواب تمام حق و درست ہے جزاهم الله خيرا عنا وعن جميع المسلمين آمین۔ واقع میں طریق حق و صواب و افضل یہی ہے کہ بعد نماز مکتوبہ سراً غیر طویل دعا کریں یہی طریق مسنون ہے اور یہی عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کا ہمیشہ رہا ہے جیسا کہ مؤلف ممدوح نے دلائل صحیحہ سے اسکو ثابت فرمایا ہے۔ اس کے خلاف نوافل کے بعد دعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین سے منقول نہیں۔ ومن ادعى فعليه البيان۔ لہذا یہ مباح ہے مسنون نہیں۔ اور سوال میں سائل نے

جس ہیئت سے جہراً دعا کرنا الفاتحہ کہنا۔ ذکر کیا ہے۔ یہ طریقہ خواہ بعد فرائض ہو یا بعد نوافل حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین سے منقول نہیں۔ لہذا یہ ہیئت بدعت ہے:-

قال في الواقعات قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لاجل المهمات وغيرها مكروهة لانها بدعة لم ينقل عن الصحابة والتابعين۔ وفي البحر الرائق عن ابن مسعود رضي الله عنه انه سمع قوما اجتمعوا في المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهرا فراح اليهم فقال ما عهدنا ذلك في عهده صلى الله عليه وسلم وما اراكم الا مبتدعين الخ +

واقعات میں کہا ہے کہ فرائض کے بعد مہمات[1] وغیرہ کے لیے فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ و تابعین سے منقول نہیں۔ اور بحر الرائق میں ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کے متعلق سنا کہ وہ مسجد میں جمع ہو کر لا الہ الا اللہ اور درود شریف زور زور سے پڑھتے ہیں تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے نہیں پائی اور میں تم لوگوں کو بدعتی سمجھتا ہوں۔

اور جب اس طریقہ کو عوام سنت اور واجب سمجھنے لگیں تو اس کا ممنوع اور بدعت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ قال في العالمگيرية ما يفعل عقيب الصلوة مكروه لان الجهال يعتقدونه سنة او واجبة الخ +

هذا ما عندي والله تعالى اعلم۔ والله يقول الحق وهو يهدي السبيل وصلى الله على سيدنا محمد واله وصحبه اجمعين +

حررہ احمد بن ابراہیم عفا اللہ عنہما سورتی سملکی مدرس اول مدرسہ تعلیم الدین سملک ڈابھیل ۲ شعبان سنہ ۴۳ھ

المجیب مصیب — خادم و مہتمم و ناظم مدرسہ ہذا

الجواب صحیح — بندہ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ ہذا

حضرت مولانا مفتی صاحب نے جو کچھ رسالہ النفائس المرغوبہ میں تحریر فرمایا ہے بہت صحیح و درست ہے اسکے علاوہ خاکسار کے خیال میں اس دعا کے طریقہ مروجہ گجرات میں یہ مفاسد اور بھی ہیں (۱) اکثر امام اس دعا کو بہت زور زور سے پڑھتے ہیں اور بسا اوقات نماز پڑھنے والے نماز پڑھتے ہوتے ہیں۔ ان کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اور انکی نمازوں میں خیال پراگندہ ہوتا ہے (۲) اکثر ائمہ کا مقصود

[1] یعنی مہمات کے حل کرنے کے لئے بطور وظیفہ کے سورۂ فاتحہ کا دہرانا مکروہ ہے ۱۲

خوش آوازی سُنانا اور ریا ہوتا ہے جسکا موقع بوجہ جہری ہونے کے پیدا ہوتا ہے۔ (۳) دعا میں وجوہ
اخفا افضل ہونے کے جہر کیا جاتا ہے۔ جو ترجیح مرجوح ہے۔ بہر حال یہ طریقۂ دعا قابل ترک ہے۔ واللہ اعلم
بندہ محمد بن حاجی اسمٰعیل صاحب کفلیتوی عفا اللہ عنہما مدرس مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت

تحریرات علمائے لاہور و دیگر اضلاع پنجاب

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ مطابقۃ للحق الصریح جزی اللہ المجیب المصیب خیر الجزاء ✢ کتبہ عبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	تمام جوابات (مندرجۂ النفائس المرغوبہ) صحیح ہیں اور مطابق حق صریح۔ خدا تعالیٰ مجیب مصیب کو جزائے خیر عطا فرمائے ✢ کتبہ عبد المذنب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ٹونکی۔ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور
لقد اصاب من اجاب المفتقر الی اللہ الولی اصغر علی	الجواب صحیح نور الحسن عفا اللہ عنہ مدرس دوم مدرسہ حمیدیہ و متعلقہ انجمن حمایت اسلام لاہور

پانی پت

جواب ہذا نہایت عمدہ اور صحیح ہے ✢ (قاری) عبد السلام عفی عنہ انصاری (پانی پت)

ما احسن تحقیق المقام من المجیب العلام اعانۃ للانام عن مزلۃ الاقدام
نمقہ العبد الاواہ محمد خلیل اللہ عفی عنہ (مدرس مدرسہ عربیہ پانی پت ۸ رشعبان ۱۳۳۴ھ)

الجواب صحیح
بندہ محمد اللہ پانی پتی غفرلہ

بسم اللہ قولہ تعالیٰ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلہم یرشدون ہ طریق مسنون دعا رسالہ ہذا سے واضح ہے اس کے خلاف بدعت ہے ✢ محمد عبد السلام عباسی (پانی پتی) ۱۲۔شعبان ۱۳۳۴ھ

ریاست جیند

فقیر نے رسالہ النفائس المرغوبہ کو اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ بیشک مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ کا جواب صحیح و درست ہے۔ فاضل مؤلف نے واقعی محققانہ طور سے مسئلہ دعا پر روشنی ڈالی ہے۔ بیشک اس سے تمام مخترعات بے اصل ہو کر ہباءً منثورا ہو گئے۔ خداوند کریم

فاضل ممدوح کو اس کارِ خیر کے صلہ میں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ اور یہ فرمانا کہ بعد فرضوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صراحۃً ثابت نہیں ہے۔ اس امر کے ثبوت کے لئے فتاویٰ مولوی عبد الحی مرحوم جلد دوم صفحہ ۳۰ کی عبارت مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو۔ وھو ہذا:۔

دریں خصوص نیز حدیثے وارد است چنانچہ حافظ ابو بکر احمد بن اسحٰق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ بنوع سند۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللہم الٰہی والٰہ ابراہیم و اسحٰق و یعقوب والٰہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسألک ان تجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین۔ اگر گفتہ شود در سند ایں روایت عبد العزیز بن عبد الرحمن ست و آں متکلم فیہ است۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است گفتہ خواہد شد کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی ست چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز بنوع سند۔ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتہٰی۔ و یؤیدہ ما رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف و رفع یدیہ ودعا الحدیث۔ فثبت بعد الصلوٰۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ الاتقیاء صلعم کما لا یخفیٰ علی العلماء الاذکیاء (فتاویٰ مولانا عبد الحی) واللہ اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمٰن مہتمم مفتی صاحب

العبد فقیر محمد یوسف مفتی ریاست جیند

الجواب صحیح ۸ شعبان ۱۳۳۴ھ
(مہر) محبت علی کی رضائے خدا ہے

الجواب صحیح
عبد الرحمٰن (مہر)

رہتک

بندہ نے اس رسالہ "النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ" کو من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ حرفاً حرفاً مطالعہ کیا۔ علامۂ اجل حضرت مفتی صاحب ظلہ العالی نے دعا کی بابت جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سنت نبوی کے موافق اور طریق حق کے مطابق ہے۔ میرا لمصدق

کرتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب ظلہ نے دعا کے متعلق جو جواب رقم فرمایا ہے وہ صحیح اور بالکل درست ہے
والسلام علی من اتبع الہدیٰ

کتبہ العبد الاواہ محمد بن المدعو بعبد التواب عفی عنہ سیرۃ المجیب و سائل عدیدہ مدرس عربی رہتک (پنجاب)

برسالۃ النفائس المرغوبہ من اولہ الی آخرہ عبور نمودم جمیع روایات صحیح و معتبر یافتم۔ و ہر چہ حضرت علامہ دہر مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رقم فرمودہ مین صواب موافق اہل سنت و الجماعت است بنا بریں تصدیق میکنم کہ علامہ موصوف صحیح و درست جواب نوشتہ اند۔ فقط

خاکسار عبد الستار عفی عنہ مدرس رہتک

تحریر ندوۃ العلماء

اجاد المجیب فی الجواب ربما اتی بہ من لا خبرۃ لہ بالسنۃ والکتاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد الفقیر الی رحمۃ ربہ الغنی امیر علی عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم لندوۃ العلماء

الجواب ہو الجواب غیرہ خرط القتاد۔ و رفع الیدین بعد الصلوٰۃ المفروضۃ ثابت بحدیث سید الانبیاء و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ ودعا الحدیث وہکذا فی عمل الیوم واللیلۃ واللہ اعلم بالصواب

حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو العماد محمد شبلی الجیراجپوری المدرس فی دار العلوم لندوۃ العلماء عفا اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

علمائے کانپور			
	من اجاب بلغ بالحق والصواب	الجواب صحیح	الجواب صحیح
	بندہ محمد فاخر عفی عنہ مدرس مدرسہ	محمد یحییٰ علی شیخ آبادی مدرس	غلام یحییٰ مدرس مدرسہ
	جامع العلوم کانپور	مدرسہ جامع العلوم کانپور	جامع العلوم کانپور

لہ مجیب نے بہت اچھا جواب تحریر فرمایا [illegible] کتاب و سنت [illegible] کا [illegible]
لہ جواب [illegible] خرط القتاد [illegible] ثابت ہے [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
سلام پھیرا [illegible] عمل الیوم واللیلۃ میں بھی ہے

علمائے دربھنگہ

الجواب صحیح
بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

المجیب مصیب
احقر عبد الوہاب غفرلہ و لوالدیہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

اصاب من اجاب
بندہ عبد الحفیظ عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

الجواب صحیح
بندہ سراج الدین احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

المجیب مصیب
خادم الطلبۃ حقر ابو الفتح عبد الواحد صانہ اللہ عن شرور الجلی والخفی۔ مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

بہار الجواب صواب۔ ماجد علی عفی عنہ صدر المدرسین مدرسہ عزیزیہ بہار

تحریرات علمائے ضلع میرٹھ و مراد آباد وغیرہ

حامدا و مصلیا و مسلما جوابات جو تحریر ہوئے ہیں سب درست ہیں اور علمائے احناف کے نزدیک واجب التسلیم ہیں ان سے انحراف کرنا کجروی ہے ÷ احمد علی عفی عنہ (محدث) مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ

جناب مجیب صاحب ہر چہ اوکہ در ثبوت دعا آوردہ اند ہمہ صحیح است و خلافش قابل رد و تقبیح ÷

بندہ مسکین محمد ضمیر الدین مقیم میرٹھ۔ مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ۔

جوابات صحیح ہیں ÷ یوسف علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ

علمائے گلاوٹھی ضلع بلند شہر

ما قالہ المجیب اللبیب فہو حق والحق احق ان یتبع
العبد المسکین محی الدین احمد مہتمم و مدرس مدرسہ گلاوٹھی

الجواب صحیح۔ بندہ کریم بخش عفی عنہ مدرس مدرسہ گلاوٹھی

مراد آباد

للہ در المجیب المصیب اجاب فاجاد
فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی مراد آباد

اصاب من اجاب | الجواب صواب (مہر)

ابن المفتیؒ محمد حمید اللہ بیگ غفرلہٗ مراد آبا

محمود حسن السہسوانی مدرس شاہی مسجد مراد آباد

الجواب صحیح

ھذا الجواب صحیح وخلافہ قبیح

محمد دائم علی عفی عنہ (مراد آباد)

مرزا فرخ بیگ مراد آبادی ہداہ اللہ الہادی

دعا مانگنا سنتوں کے بعد بدون التزام کے جائز ہے۔ اور اجتماع و اہتمام ٹھیک نہیں +

محمد قدرۃ اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد۔

امروہہ

رأینا النفائس المرغوبۃ۔ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ فوجدناہا فی ترتیب حسن وبیان شاف وجواب حق۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

عبد الرحمن کان اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المؤمنین۔ (مدرس اول مدرسہ اسلامیہ امروہہ)

الجواب صحیح

محمد امین الدین غفرلہ مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ

الجواب صحیح

رضا حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ

بریلی

ما اجاب بہ المجیب بلا ریبۃ ولا ریب فہو صحیح + محمد یٰسین عفی عنہ مہتمم و مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ اشاعۃ العلوم بریلی +

الجواب حق۔ دین محمد عفی عنہ مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

جو کچھ حضرت مجیب نے ارقام فرمایا ہے بالکل حق ہے اور حق احق بالاتباع ہے۔ دعا کسی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ بعد سنت کے ہیئت اجتماعی کے ساتھ بیٹھکر مقتدی امام کے ساتھ دعا کریں جیسا کہ بعض جگہ یہ رائج ہے۔ اہل اسلام کو چاہیئے کہ ایسی باتوں سے اجتناب کریں اور اس رسالہ کو دیکھیں۔ بفضلہ تعالیٰ یہ سب جہالت کے رفع کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین +

بندہ سلطان احمد مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

لہ بل مرأینا المکرم لو تمعن النظر فی الرسالۃ ولا فقس وقع التصریح فیہا بمحل زمن الدعاء خالیًا عن للفاتحۃ المنضمۃ الیہ فی صفحۃ ۱۰ ولکنا لم یلتفت الی ان السؤال والجواب کلاہما فی بیان الافضل من الطریقین البین والا لم یقتصر علی ما قالہ ولعل ... الراجح ما ہو۔ واللہ الموفق۔ محمد کفایۃ اللہ غفرلہٗ

سلہ نے نفائس مرغوبہ کو دیکھا اور نہایت عمدہ ترتیب و بیان شافی اور جواب حق پر مشتمل پایا ۱۲

درحقیقت فاضل مجیب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل درست اور صحیح ہے۔ اہل بصیرت پر خوب روشن ہے اور واضح ہے کہ جملہ احادیث و روایات فقہائے کرام پر نظر کرنے سے مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض دیار میں بعض جہال نے فعل جو اختیار کر رکھا ہے بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد عبد الرحمن غفرلہ سلطان پوری مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

للہ در المجیب + خیر محمد جالندھری عفی عنہ مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

شاہجہان پور

قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں سنتوں نفلوں کے بعد اجتماعی طریقے سے دعا مانگنا ثابت نہیں۔ اتفاقیہ طور پر بغیر التزام و اصرار اور بدون قیود نامشروعہ کے فی نفسہ مباح ہے۔ ہاں اگر اس فعل کو اپنے عقیدے میں ضروری سمجھے یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کیا تسہ اس طرح کیجائے کہ اسکے تارک کو قابل ملامت و طعن و تشنیع قرار دیا جائے تو یہ بدعت ہو جائیگا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم میں ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے۔ وہ یہ کہ نماز کے بعد داہنی طرف پھرنے کو ضروری سمجھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب پھرتے ہوئے دیکھا ہے (بخاری و مسلم) طیبی شارح مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اصرار کرے اور اسکو عزیمت اور ضروری قرار دے لے اور کبھی رخصت پر یعنی اسکی شق مقابل پر عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان اپنا حصہ گمراہ کرنیکا حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ایسے کا تو کیا کہنا ہے جو کسی بدعت یا امر منکر یعنی خلاف شرع عقیدے یا عمل پر اصرار کرتا ہو۔ صاحب مجمع نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے جبکہ اندیشہ ہو کہ یہ اپنے رتبہ سے بڑھ جائیگا۔ اسی بنا پر فقہائے حنفیہ نے نمازوں میں سورۃ مقرر کرنے کو مکروہ فرمایا ہے خواہ اعتقاداً پابندی ہو یا عملاً۔ فتح القدیر میں اس تعمیم کی تصریح کر دی گئی ہے +

بعد صلوٰۃ مکتوبہ قبل از سنن و نوافل بقدر اللّٰھم انت السلام الخ بلکہ قدرے زائد ادعیہ ماثورہ کی مقدار تک دعا مانگنا جائز بلکہ اولیٰ و افضل اور مستحسن بالاجابۃ ہے ⁂

احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ اس بارے میں بکثرت موجود ہیں چنانچہ استاذنا العلام الحبر القمقام حضرت مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب نے مفصل تحریر فرما دیا ہے۔ اور روایات مختلفہ و طرق متفرقہ کو جمع کر کے صحیح مطلب سمجھا دیا ہے۔ واللہ الموفق +

کتبہ الاحقر الراجی رحمۃ ربہ الغنی محمد عبد الغنی عفا اللہ عنہ ما جناہ واوصلہ غایۃ متمناہ۔ مدرس مدرسہ معین العلم شاہجہانپور

قد اصاب من اجاب۔ بندہ محمد رفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ سعیدیہ شاہجہانپور)

الجواب صواب

الجواب صحیح والمجیب نجیح

بندہ محمد اشرف علی عفی عنہ مدرس مدرسہ سعیدیہ شاہجہانپور

سراج الدین عفی عنہ شاہجہانپوری)

ضلع سہارنپور

اس رسالہ کو میں نے دیکھا صحیح اور مدلل پایا۔ حق تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے۔ عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

میں نے بھی اس رسالہ کو دیکھا ماشاء اللہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نے صحیح اور بہت اچھا لکھا ہے خداوند تعالیٰ دارین میں صلہ جلیلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ عنایت الٰہی عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا۔ اما بعد۔ راقم الحروف نے رسالہ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ اول سے آخر تک پڑھا تحقیق حق سے لبریز اور طریق صواب کے نزدیک پایا۔ فاضل اجل مصنف رسالہ نے حدیث وفقہ دونوں پر لحاظ رکھ کر روز روشن کی طرح ثابت کر دکھایا کہ فرائض خمسہ کے بعد امام ومقتدیوں کا دعا مانگنا اور دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا۔ پھر دعا سے فارغ ہو کر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا مستحب ہے مگر سنن رواتب کے بعد اور نوافل اوراد کے پیچھے بحیثیت اجتماع امام ومقتدیوں کا دعا کرنا منقول نہیں البتہ فرادیٰ فرادیٰ جس کا دل چاہے دعا مانگے اس میں حرج نہیں علاوہ مصنف نے احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے اس مسئلہ کو بھی حل کر دیا کہ بعد صلوٰۃ مکتوبہ دعا مانگنے والا اپنے مناسب حال جو دعا مانگے جائز ہے مگر حتی الوسع ادعیہ ماثورہ کا خیال رکھے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

کتبہ العبد العاصی مشتاق احمد انبیٹھوی عفا اللہ عنہ (مقیم گنگوہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ بندہ نے اس رسالہ کو دیکھا صحیح پایا۔ بندہ محمد احمد بخش صدر مدرس مدرسہ تکمیلیہ

ہم خدام مدرسہ رحمانیہ رڑکی نے نفائس المرغوبہ کو تمام وکمال دیکھا۔ بہت صحیح پایا۔

خاکسار ظہور محمد عفی عنہ مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی ضلع سہارنپور۔

العبد محمد حسن خاں مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی۔

الجواب صحیح محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی۔

مدرسہ ضلع حصار

لا شک ان الدعاء بعد الفراغ من المکتوبۃ برفع الیدین وبغیرہ امر مستحب مقرون بالاجابۃ ثابت بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبفعلہ کما حققہ المحقق العلامۃ الفہامۃ صاحب ہذہ الرسالۃ تحقیقا لا یمکن فوقہ واللہ اعلم بالصواب

اس میں شک نہیں کہ فرائض سے فارغ ہونے کے بعد دعا مستحب ہے خواہ ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے یہ دعا مقرون بالاجابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ثابت ہے جیسا کہ محقق علامہ فہامہ صاحب رسالہ نے اس کو ایسا محقق فرما دیا ہے کہ اس سے زیادتی ممکن نہیں۔

کتبہ خیر الدین احمد السرہوی عفی عنہ

ریاست بھوپال

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حدیث شریف وفقہ کے موافق یہ طریقہ دعا کا نہیں ہے کہ نماز کے سلام کے بعد امام صرف اللہم انت السلام الخ پڑھ کر سنتوں کے لئے کھڑا ہو جائے۔ پھر سنتیں پڑھ کر موجودین مع امام دعا مانگیں اگر لوگ سنن وغیرہ سے فارغ نہ ہوئے ہوں تو دعا کے واسطے ان کا انتظار کیا جائے اور الفاتحہ کہہ کر دوبارہ امام دعا مانگے۔ اور لوگ آمین کہیں۔ اور جن دیار وامصار میں فرض کے بعد امام علاوہ اللہم انت السلام الخ کے اور بھی مختصر دعائیں پڑھتا ہو خصوصاً جب کہ وہ ادعیہ ماثورہ ہیں البتہ طویل دعائیں نہ پڑھتا ہو تو اس سے وہ کراہت لازم نہیں آتی ہے جو بقول فقہاء رحمہم اللہ کے طویل غیر ماثورہ دعاؤں کے سبب سے سنتوں کی تاخیر میں لازم آتی ہے۔ بلکہ یہ تو بموجب احادیث شریفہ وروایات فقہیہ تعمیل حکم شرعی کی ہے۔ فرائض کے بعد مجموعی طور پر دعا مانگنا افضل ہے۔ اس لئے کہ احادیث شریفہ وروایات فقہیہ اسی کی مؤید ہیں۔ سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر سب کے ساتھ دعا مانگنے میں نہ فضیلت ہے اور نہ اس عمل کی ترغیب کسی معتبر کتاب میں دیکھی ہے۔ رسالہ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ کو مطالعہ کیا۔ جناب مولوی کفایت اللہ صاحب نے تصحیح وتائید دیگر فضلاء در باب مضمون مندرجہ بالا حق وصواب ہے۔ واللہ اعلم

محمد یحییٰ عفا اللہ عنہ مفتی بھوپال ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

بھوپال
محمد ابو ... مفتی ...
... ثانی

ریواڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

علامہ مجیب مدرس مدرسہ امینیہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے صورت مسئولہ کو قابل تقسیم کرکے منفصلاً ایسی خوبی سے لکھا ہے کہ جواب کی وضاحت، عبارت کی سلاست نے اسے عام فہمی کے زیور سے آراستہ پیراستہ کر دیا ہے معترض کے اعتراض کو مدلل طریق سے ایسا حل کر دیا ہے کہ دوبارہ لوٹ کر پوچھنے یا کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں۔ سنن رواتب کو آنحضور صلعم کے خود گھر میں ادا کرنے اور الفاظ حدیث اذا فرغ وسلم سے نماز مفروضہ کے بعد متصل ہی سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کا استنباط علامہ موصوف کی فقاہت فی الحدیث کی دلیل ہے۔ امام فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو جو آداب دعا کے احادیث کے عموم و اطلاق سے ثابت کیا ہے۔ اس بارے میں ایک خاص قولی حدیث بھی بالتصریح بسند مندرجہ ذیل وارد ہے:۔

حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز ابن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللّٰھم الٰھی وإلٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلٰی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین اخرجہ الحافظ ابو بکر فی کتاب عمل الیوم واللیلۃ۔

علامہ عبد الحی اللکنوی نے ایک استفتاء کے جواب تحریر فرمانے میں میزان الاعتدال سے حدیث مذکور کو عبد العزیز بن عبد الرحمٰن راوی کے متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے ضعیف تسلیم کرتے ہوئے یوں تحریر فرمایا ہے کہ اثبات استحباب کیلئے ضعیف حدیث بھی کافی ہوتی ہے چنانچہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر کی کتاب الجنائز میں فرمایا ہے (والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتہیٰ)۔

لیکن بندہ مسکین کاتب الحروف کے نزدیک سلف صالحین کے زمانہ سے فرض نمازوں کے بعد رفع یدین کیساتھ دعا مانگنا گویا علمائے امت کا اجماع سکوتی ہے۔ اور ضعف حدیث کے غیر مضر ہونے کی دوسری دلیل ہے۔

علاوہ بریں حدیث مذکور کی تائید میں جمعاً بجناب سرور کائنات علیہ التسلیمات کی فعلی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کی موجود ہے عن ابی الاسود العامری قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فلما سلم انحرف ورفع یدیہ۔ الحدیث۔ کذا ذکرہ السید شریف حسین الدہلوی مؤیداً لما قالہ العلامۃ اللکنوی۔ خلاصہ یہ کہ نماز مفروضہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے لیے یہ حدیث حجت ہے۔ فقہاء کا اس طریقہ دعا کو مسنون کہنا بے ثبوت نہیں ہے بالکل ٹھیک ہے۔

زور سے دعا مانگنے کی بابت جواب کی تائید میں اتنا اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دعا کی حقیقت شرعیہ جیسا کہ خفیہ و تضرع و ثناء ہی پر مشتمل ہے۔ باآواز بلند جہراً دعا مانگنا اس کی حالت موضوعہ کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد عالی ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ (ترجمہ) اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر چپکے چپکے دعا کرو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر سے روکتے وقت فرمایا۔ انکم لا تدعون وفی روایۃ لا تنادون اصم ولا غائبا۔ اخرجہ ابو داؤد۔ تم بہرے اور غائب سے دعا نہیں کرتے ہو۔ باقی رہی جہری روایات سو وہ ضرورت تعلیمی کی وجہ سے بقدر ضرورت مستثنیات میں داخل ہیں کان الضرورۃ تتقدر بقدرہا خلاصہ یہ کہ مذکورہ آیت وحدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بالجہر والا صرف بدعت ہی نہیں جیسا کہ صاحب فتاویٰ بزازیہ نے لکھا ہے معترض شاید یہ منشاء بطلب التسنہ سمجھے بلکہ صریح قرآن و حدیث کے منشا کے خلاف ہے۔

اب رہا وہ مسئلہ کہ سنن ونوافل کے بعد تمام نمازیوں کے ساتھ ملکر امام کا اہتمام والتزام کے ساتھ (الفاتحہ) زور سے کہکر یا فاتحہ ایکبار و سورۂ اخلاص تین بار پڑھکر جیسا کہ میں نے بعض اطراف ملک میں خود مشاہدہ کیا ہو زور سے دعا مانگنا یا چپکے سے خواہ کسی طرح ہو کسی قولی یا فعلی حدیث صحیح تو کہاں ضعیف روایت میں بھی ثبوت نہیں اور نہ صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ اس کے بدعت ہونے میں کچھ بھی کلام نہیں۔ کیونکہ بدعت ایسے ہی کام کو کہتے ہیں جو طریقہ معروفہ و مسنونہ کے خلاف عبادت و ثواب سمجھکر سنت و مستحب کی طرح اہتماماً کیا جاتا ہو۔

عبد الرحیم ۱۳۱

حررہ العبد الاثیم ابو الحسین عبد الرحیم (ریواڑی) ۱۲ شعبان ۱۳۴ھ

اجمیر شریف

الجواب صحیح فقیر معین الدین کان اللہ خادم دار العلوم حنفیہ عثمانیہ اجمیر شریف (صدر مدرس)

الجواب صحیح
محمد عزیز غفرلہٗ

الجواب صحیح
محی الدین احمد

میں نے اس رسالہ کو بغور ملاحظہ کیا۔ مؤلف علامہ نے بہت ہی صحیح اور بہترین جواب تحریر فرمایا ہے۔

خاکسار حمید اللہ خان عفی عنہ مجیر شریف — الجواب صحیح محمد قاسم عفی عنہ

لقد صح الجواب — الجواب صحیح

رقمہ محمد عبد الغفور غفرلہ — محمد عبد المجید غفرلہ

لقد اجاد من افاد واصاب فیما اراد۔ کتبہ الراجی الی رحمۃ ربہ الاکرم یلال الملتی بغلام مرشد عفا اللہ

فتوےٰ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

حسن اتفاق سے ہمارے دوست خلیفہ حافظ عبد الغنی صاحب نے اسی مسئلہ کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتوےٰ ہمیں دیا۔ جو مضمون رسالہ ہذا کی مناسبت سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرضوں کے بعد امام اور مقتدی جو دعا مانگتے ہیں یہ دعا جائز ہے یا نہیں بعض اطراف میں امام فرض کے سلام کے بعد صرف اللھم انت السلام الخ پڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر سنتوں سے فارغ ہو کر سب ملکر دعا مانگتے ہیں۔ مؤخر الذکر فریق والے پہلے فریق پر یہ اعتراض کرتے ہیں (۱) فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ (۲) فقہا نے فرض کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان دونوں طریق میں سے صحیح طریق کیا ہے اور فقہ حدیث کے موافق کون ہے نیز یہ بھی ارشاد فرمایا جائے کہ کیا نوافل و سنن کے بعد جماعت کا دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (المستفتی) خاکسار خلیفہ عبد الغنی کارخانہ دار و کپّی محلہ سوز گران دہلی

الجواب۔ فرائض کے بعد دعا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور فقہ میں اس کا جواز مصرح فقط فرق یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد دعائے طویل نہ چاہیے اللھم انت السلام مثل اس کے مثل پر اقتصار مناسب ہے۔ اور اتنی تطویل کہ مقتدیوں پر ثقیل ہو کبھی بھی نہ چاہیے۔ اور سنن و نوافل سے فارغ ہو کر امام کا جماعت کے ساتھ دعا مانگنا کہیں منقول نہیں اور اس میں یہ بھی دقت ہے کہ کچھ لوگ صرف سنتیں پڑھیں گے اور کچھ نوافل اور پڑھنے والے

بعض جلد فارغ ہو جائیں گے بعض دیر میں۔ تو جو پہلے فارغ ہو چکے ان سے بے سبب انتظار کرانا ہو گا لہٰذا یہ طریقہ لائق ترک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں اگر مقتدی سب راضی ہوں اور کسی پر ثقیل نہ ہو تو حرج اس میں بھی کچھ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ — مہر

ابو المظفر محمد اسمٰعیل — محمد امجد علی اعظمی رضوی

فائدہ نفیسہ

رسالہ مکمل ہو کر چھپ رہا تھا کہ محب مکرم محترم مولوی حکیم محمد ابراہیم صاحب اندیری خطیب جامع نگون نے مجھے اطلاع دی کہ مضمون زیر بحث کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے اسے بھی رسالہ ہذا میں شامل کر دیا جائے۔ میں نے حجۃ اللہ البالغہ کے باب اذکار الصلوٰۃ میں دیکھا تو نہایت خوشی ہوئی اور خداوند کریم کے فضل و کرم کا شکریہ ادا کیا کہ حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی وہی تحریر فرمایا ہے جو خاکسار رسالہ میں لکھ چکا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اول وہ اذکار مسنونہ جو خاکسار نقل کر چکا ہے اور جن میں علاوہ اللھم انت السلام الخ کے اور بھی قدرے طویل دعائیں شامل ہیں تحریر فرما کر لکھتے ہیں:۔

فالاولى ان ياتى بهذه الاذكار قبل الرواتب فانه جاء فى بعض الاذكار ما يدل على ذلك نصا كقوله من قال قبل ان ينصرف ويثنى رجليه من صلوٰة المغرب والصبح لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ وكقول الراوى كان اذا سلم من صلوته يقول بصوته الاعلى	(ترجمہ) اولیٰ یہ ہے کہ ان اذکار کو سنن مؤکدہ سے پہلے ادا کرے کیونکہ بعض اذکار میں اس کی تصریح ہے جیسے آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد کہ جو شخص نماز مغرب اور صبح کے بعد لوٹنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لا الٰہ الا اللہ الخ اور جیسے راوی کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو اپنی بلند آواز سے فرماتے

لا الٰہ الا اللہ الیٰ آخرہ وفی بعضہا ما یدل ظاہراً کقولہ دبر کل صلوٰۃ اما قول عائشۃ کان اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام فیحتمل وجوہاً منہا انہ کان لا یقعد بہیئۃ الصلوٰۃ الا ہذا القدر ولکنہ کان یتیامن او یتیاسر او یقبل علی القوم بوجہہ فیأتی بالاذکار لئلا یظن الظان ان الاذکار من الصلوٰۃ ومنہا انہ کان حیناً بعد حین یترک الاذکار غیر ہذہ الکلمات یعلمہم انہا لیست فریضۃ والاصل فی الرواتب ان یاتی بہا فی بیتہ والسر فی ذلک کلہ ان یقع الفصل بین الفرض والنوافل بما لیس من جنسہا وان یکون فصلاً معتداً بہ یدرک بادی الرأی وہو قول عمرؓ لمن اراد ان یشفع بعد المکتوبۃ اجلس فانہ لم یہلک اہل الکتاب الا انہ لم یکن بین صلوٰتہم فصل فقال النبی صلعم اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب. وقولہ صلعم اجعلوہا فی بیوتکم واللہ اعلم انتہیٰ

(حجۃ اللہ البالغہ)

شعبان ۱۳۳۲ ہجری

لا الٰہ الا اللہ الخ اور بعض اذکار میں ظاہراً اسپر دلالت ہے جیسے یہ قول کہ نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے) رہا حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ جب آنحضرت صلعم سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے کہ اللہم انت السلام الخ پڑھیں تو اس قول کے کئی احتمال ہیں۔ از انجملہ یہ ہے کہ آپ نماز کی ہیئت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے بلکہ داہنے یا بائیں مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف منہ کر لیتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار وادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ آپ سوائے اللہم انت السلام کے اور اذکار احیاناً چھوڑ دیتے تھے۔ چھوڑ دینے سے تعلیم مقصود تھی کہ اذکار وادعیہ فرض نہیں ہیں۔ اور سنتوں میں اصل حکم یہ ہے کہ گھروں میں ادا کی جائیں۔ اور اس سب کا سر یہ ہے کہ فرضوں اور نفلوں میں ظاہر طور پر فصل اور فرق ہو جائے جو ظاہری نگاہ سے معلوم ہو سکے۔ اور یہی مطلب ہے حضرت عمرؓ کے اس فرمانے کا اس شخص سے جو فرضوں کے بعد متصل سنتیں پڑھنا چاہتا تھا کہ بیٹھ جا کیونکہ پہلی امتوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ فرائض ونوافل میں ان کے فرق نہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن خطاب خدا نے تمہیں درست طریقہ ہدایت فرمایا۔ اور یہی مطلب ہے آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کا کہ سنتیں گھروں میں پڑھا کرو۔ واللہ اعلم انتہیٰ

العبد الضعیف محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ضمیمہ

النفائس المرغوبہ
فی حکم
الدعا بعد المکتوبہ

جسمیں

۱۰۰۔ ایک سو سے زائد مختلف مقامات کے بڑے بڑے علمائے کرام کے فتاوے درج ہیں اور اخیر میں مفتی مکہ معظمہ و قاضی القضاۃ ممالک عربیہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمان سراج الحنفی کا فتویٰ بھی شامل ہے

امام بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر اوراد و وظائف میں مشغول رہتا ہے اسکے بعد جماعت کے ساتھ دعا مانگتا ہے اس آٹھ دس برس کے عرصے میں بہت سے عالموں کا یہاں آنا جانا ہوا اور کچھ یہاں مقیم بھی ہیں انہوں نے ہمیشہ اس طریقہ کو سنت کے موافق سمجھا اور کبھی کچھ اعتراض نہ کیا نیز بہت سے مصلی بھی اس طریقہ کو سنت کے موافق سمجھتے ہیں۔ اور کچھ اعتراض نہیں کرتے ہیں لیکن بعض ناواقف لوگ جو رسم کے پابند ہیں۔ اور رسم کے کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں وہ متولیان مسجد کو ابھارتے ہیں کہ فاتحہ ثانی کا دوبارہ جب اکیا جائے اور امام صاحب کو اسپر مجبور کیا جائے کہ وہ فاتحہ ثانی اسی التزام کے ساتھ پڑھیں جس طرح پہلے پڑھا جاتا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اسوقت جو بعد نماز فرض متصل ایک رقت دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

سوال نمبر ۲ سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ سے ہے یا نہیں۔

سوال نمبر ۳ سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کیلئے متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور کر سکتے ہیں یا نہیں۔

اگر وہ مجبور کریں تو ان کا یہ جبر شریعت کے موافق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ فقط والسلام

شہر دہلی۔ الجواب (۱) بعد نماز فرض متصل ایک رقت دعا مانگنا سنت کے موافق ہے۔ (۲) بعد سنت کے التزام مذکور کیساتھ دعا مانگنا بدعت ہے حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے اور نہ علماء کا اسپر عمل ہے حرمین شریفین میں بھی اسپر عمل درآمد نہیں ہے۔

(۳) امام کو متولیان مسجد کا امر قبیح وبدعت پر مجبور کرنا ہرگز نہ چاہیئے جبر کرنا خلاف شریعت ہے اور امام کو اسمیں اطاعت کرنا بھی نہ چاہیئے کیونکہ وہ معصیت ہے اور بدعت ہے۔ اور معصیت میں اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو اشخاص اس بدعت کے دور کرنے میں سعی فرماویں گے وہ ماجور ہوں گے۔ اور جو شخص کہ اس بدعت کے اجراء میں سعی کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد شفیع عفی عنہ

مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم

شہر دہلی ... ۱۳۴۱ھ

سہارنپور

الجواب۔ جو طریقہ دعا کا آپکے یہاں جامع مسجد نگون میں آٹھ دس برس سے رائج ہو گیا تھا اور اب تک جاری ہے اور جس کو کہ جہال دوبارہ پھر مٹانے کی کوشش کرتے ہیں وہی طریقہ موافق سنت ہے۔ پس سنن ونوافل کے بعد خاص التزام وانتظام مذکورہ سے دعا مانگنا چونکہ احادیث سے ثابت نہیں اسلئے ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا فاتحہ کا بعد نماز کے ضروری تصور کرکے پڑھنا چونکہ خلاف شرع ہے اسلئے اسپر وہ امام کو مجبور نہیں کر سکتے۔ اور بصورت جبر گناہ کے مرتکب ہونگے اسلئے انکو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور

الجواب صحیح — الجواب صحیح

خلیل احمد عفی عنہ — عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

کانپور (الجواب ھو الموفق للصواب) فرائض کے متصل ہی دعا مانگنا سنت کے موافق ہے اس کا ثبوت احادیث شریف میں موجود ہے۔ لیکن بعد سنن ونوافل کے خاص التزام کے ساتھ دعا مانگنا اس کا ثبوت حدیث شریف اور فقہ کی کسی کتاب میں نہیں ہے بلکہ یہ التزام بدعت ہے اسکو ترک کرنا ضروری ہے واللہ اعلم۔

حررہ ابو القاسم محمد صدر الدین عفی عنہ مدرس ومفتی مدرسہ جامع العلوم۔ کانپور

الجواب صحیح وموافق للحق الصریح۔ اس بارہ میں مولانا محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی نے مفصل رسالہ تالیف کیا ہے جسمیں کل علماء ومدرسین کے فتوی ودستخط نقل ہے۔

حررہ فناتر خان۔ عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

المجیب مصیب۔ محمد سلام عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ جامع العلوم۔ کانپور۔

ٹونک الجواب واللہ الموفق للسداد والصواب از عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

جواب سوال نمبر (۱) اول۔ جو طریقہ دعا کا اس وقت جاری ہے وہ درست ومستحسن ہے۔

جواب سوال دوم ۲۔ سنن ونوافل کے بعد فاتحہ خوانی التزام کے ساتھ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

جواب۔ سوال سوم ۳۔ متولیان مسجد امام کو مجبور نہیں کرسکتے۔ اگر مجبور کریں تو فعل انکا خلاف شرع شریف ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

دستخط و مہر مفتیان کرام عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

خلیل الرحمن عفی عنہ   محمد حسین عفی عنہ   خادم شرع شریف احمد مجتبیٰ عفی عنہ

اجمیر شریف

الجواب (۱) بعد نماز فرض دعا مانگنا مسنون طریقہ ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ اذا سلم لا یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ اس کے علاوہ اور بھی دعائیں کتب احادیث میں منقول ہیں۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کیساتھ فاتحہ کے واسطے امام کو مجبور کرنا اصول شرع کے خلاف ہے جیساکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے معلوم ہوتا ہے لا یجعل احدکم الشیطان شیئا من صلوٰتہ یری حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ قال الطیبی فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال۔

(۳) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث فقہ سے نہیں نہ کسی سلف صالحین سے منقول ہے ہاں نفس دعا مانگنا اولیٰ وبہتر ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ قال ربکم ادعونی استجب لکم۔

ابو الفضل العباس یحییہ اللہ من الدنس والارجاس صدر

جمعیۃ العلماء صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ صوفیہ

(موسوم بدار العلوم خلافت اجمیر المقدس)

شہر میرٹھ

الجواب واللہ الموفق للصواب) نمبر ۱۔ سنت طریقہ یہی ہے کہ بعد نماز فرض سب ملکر دعا مانگیں اور یہی طریقہ سلف سے چلا آتا ہے چنانچہ ہمارے ملک ونواح میں اس کے خلاف یعنی سنن ونوافل کے بعد سب کا مل کر دعا مانگنا یا اس دوسری دعا کے انتظار میں بیٹھے رہنا کوئی جانتا بھی نہیں حالانکہ بحمد اللہ صدہا علماء اس نواح میں ہوئے اور ایسی درجہ کی

کہ انکی تعلیم وبرکت سے ہندوستان کے تمام گوشے علم سے معمور ہوئے اور اب بھی صدہا علماء عاملین شریعت موجود ہیں۔ مگر کوئی بھی اس طریقہ کو جو کہ بعض شہروں میں رائج ہوگیا کہ بعد سنن ونوافل شترگا دعا مانگتے ہیں نہیں جانتا۔ اور نہ اسکو پسند کرتا ہے ؂

نمبر ۲۔ سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ مشترکہ دعا مانگنا حدیث وفقہ میں کہیں ثابت نہیں۔

نمبر ۳۔ چونکہ بے ثبوت ہے لہذا متولیان مسجد کا امام کو اسپر مجبور کرنا خلاف شریعت ہے واللہ اعلم۔   عاشق الٰہی عفی عنہ (میرٹھی)

امرتسر

الجواب۔ متولیان مسجد امام مسجد کو اس التزام مذکور الصدر پر مجبور نہیں کرسکتے یہ جبر شریعت میں ثابت نہیں۔ اس التزام کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ میں فیما اعلم نہیں ہے نفس دعا مانگنا مشروع اور مسنون بلکہ بعض اوقات اس سے بھی مترقی ہے فرضوں کے بعد قبولیت کی دعائیں حدیث شریف میں وارد ہیں۔ اور ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

نور احمد امرتسری عفی عنہ

جواب درست ہے صورت مذکورہ میں جبر منع ہے۔

محمد حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ لقمانیہ امرتسر

دیوبند

الجواب۔ جو طریق فی الحال امام صاحب نے ایک دفعہ جاری کر رکھا ہے یہ موافق سنت کے اور مطابق عمل سلف وخلف ہے دوبارہ الفاتحہ کہہ کر التزام دعا کا کرنا موجب چند خرابیوں کا ہے جسکو علماء نے بیان فرمایا ہے۔ پس اب پھر اس طریق سابق کو جاری کرنا اچھا نہیں ہے۔ اور خلاف سنت معروفہ ہے۔ فقط

(۲) اس التزام کے ساتھ جیساکہ درج ہے کچھ ثبوت نہیں ہے فقط

(۳) متولیان کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اور امام صاحب کو اس طریق پر مجبور نہ کرنا چاہیئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

کلکتہ

الجواب (۱) ہاں بعد نماز فرض متصل ہی دعا مانگنی سنت طریقہ کے مطابق ہے روا مسلم والترمذی وابن ماجہ وغیرہم۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام مگر ان وقتی نمازوں میں ہے جن کے بعد سنن اور نوافل ہیں جیسے ظہر و مغرب و عشاء اور جن کے بعد سنن و نوافل نہیں ہیں جیسے فجر و عصر تو انہیں بعد سلام داہنے یا بائیں مڑکر دیر تک بیٹھا رہنا اور طویل ادعیہ پڑھنا احادیث میں مذکور ہے روی الطبرانی فی الکبیر من حدیث زمیل الجہنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح وهو ثان رجلیه یقول سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ انہ کان توابا سبعین مرۃ ثم یقول سبعین بسبعمائۃ الحدیث غرض سوال میں امام ثانی کا جو فعل مذکور ہے وہ بالکل مطابق سنت کے ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور سے دعا مانگنا نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(۳) جب یہ صورت دعا کی بعد سنن و نوافل بلا ثبوت ہے تو متولیان مسجد کا امام کو اسکے فعل پر مجبور کرنا شریعت کے بالکل خلاف ہے اور موجب گناہ ہے کیونکہ غایت ما فی الباب اگر اس صورت خاص کو مندوب و مستحب بھی مان لیا جائے پھر بھی تو اسپر اصرار کرنا گمراہی اور ضلالت ہے روی البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوته یری ان حقا علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه الخ کے تحت میں طیبی حاشیہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں فیه ان من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ محمد یحییٰ۔ نائب مدرس مدرسہ عالیہ۔ کلکتہ

مورخہ ۹۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء

الحق ما افتی الفاضل المجیب۔ وصی الدین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

اصاب من اجاب — الجواب حق والحق احق ان یتبع

ماجد علی۔ صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ — عبد الحمید عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

شاہجہانپور

الجواب۔ (۱) فرض نماز کے بعد متصل ہی دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے ابو داؤد شریف میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سلم (ای من الصلوۃ المکتوبۃ عون المعبود) قال اللهم انت السلام ومنك السلام الخ لیکن اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا کہ امام دعا مانگے اور مقتدی آمین کہیں کسی حدیث سے صراحۃ ثابت نہیں ہے مگر بدعت بھی نہیں کیونکہ جب فرض نماز کے بعد ہی دعا مانگنا ثابت ہوا اور جماعت سے فارغ ہوئے تو اجتماعی حیثیت خود بخود پیدا ہوگئی۔ ہاں نوافل وسنن کے بعد جماعت نہ ہونے کی وجہ سے دعا میں اجتماعی حیثیت نہیں پیدا ہوسکتی اور ہاتھ اٹھا کر فرض نماز کے بعد ہی دعا مانگنا ثابت ہے انه قال ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللهم الخ (عمل الیوم واللیلۃ للحافظ ابی بکر احمد بن محمد بن اسحاق بن سنی)

الغرض فرضوں کے بعد متصل ہی اجتماعی حیثیت سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا اشارۃً ثبوت ہے۔ لیکن نوافل وسنن کے بعد اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا ثابت نہیں۔ اگر کراہت عارضی سے خالی ہو تو فی نفسہ مباح ہے۔ انفرادی حیثیت سے دعا مانگے تو بہتر ہے۔

(۲) ثابت نہیں ہے بلکہ صورت مسئولہ میں ناجائز اور بدعت ہے۔ اس قدر اصرار اور اجبار سے تو مستحب بھی مکروہ ہو جاتا ہے کبیری۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کرسکتے۔ من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال الخ (طیبی)

بہرحال صورت مسئولہ میں سنن ونوافل کے بعد اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا اور اسپر اصرار کرنا اور تارک پر جبر کرنا بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

احقر محمد عبد الغنی غفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ عین العلم۔ شاہجہانپور۔

اصاب من اجاب — الجواب صحیح — المجیب مصیب

بندہ محمد رفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہانپور — احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد شاہجہانپور — محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد شاہجہانپور

حیدرآباد

الجواب اللهم انت الملهم للصواب (۱) یہی صورت موافق شریعت ہے علی صاحبها التحیۃ والسلام ہے درمختار میں ہے ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللهم انت السلام الخ علامہ شامی فرماتے ہیں لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد الا بقدر ما یقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔

(۲) التزام مذکورہ کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت نہ فقہ سے ہے نہ حدیث سے یہ امور محدثہ میں سے ہے۔

(۳) یہ جبر خلاف شریعت ہے تینوں مسئلوں میں مجھکو جناب مجیب صاحب سے پورا پورا اتفاق ہے احادیث وفقہ میں کہیں اس دعائے ثانیہ کا پتہ نہیں چلتا۔

وعلم الحق عند الملک الحق محمد اعزاز علی غفر لہ مقیم حیدرآباد دکن یوم النحر ۱۳۴۰ھ

الجواب صحیح — الجواب صحیح

عبد اللطیف عفی عنہ مونگیری — محمد علی حیدرآبادی کان اللہ لہ

الجواب صحیح — الجواب صحیح

احقر محمد طیب عفا اللہ عنہ بن حضرت مولانا محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند ظلہ — بندہ سید عبد اللہ الیمنی الحنفی غفرلہ مدرس مدرسہ دار العلوم بلدہ سرکار عالی

اصاب من اجاب۔ الاحقر الاہون السید محمد مناظر احسن گیلانی

لکھنؤ

ھو الموفق (۱) فرض وسنت کے درمیان صرف دعائے مذکور کے بقدر فصل سنت کے موافق ہے کما فصل فی رد المحتار وغیرہ من سفر السعادۃ

(۲) اگر سنت ونوافل کے بعد التزام مذکور کے ساتھ بجماعت دعا مانگنا ثابت نہیں

(۳) اس لیے متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور نہیں کر سکتے اور یہ مجبور کرنا احکام خلاف

شریعت ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

حررہ العبد الفقیر الاثیم المنیب الی ربہ الحکیم ومولاہ الحلیم خادم العلماء والفقراء ابو الحامد محمد عبد المجید الانصاری الحنفی القادری النظامی تجاوز اللہ عن سیاتہ وضاعف لہ فی حسناتہ بلطفہ السامی ۱۳۴۱ھ

لکھنؤ

الجواب (۱) سنت کے موافق ہے۔

(۲) پنج وقتی سنت ونوافل کے بعد تمام مصلیوں کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت نہیں بلکہ التزام کے ساتھ جس کے سبب سے بہت لوگوں کا حرج ہو اور قلب مکدر ہو مذموم ہے۔

(۳) جب فعل مذموم ہے تو مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر مجبور کریں تو شریعت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد الضعیف محمد ضمیر الدین النعمانی اعظم گڈھی من مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔ ۲۱۔ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

جواب صحیح ہے۔ — میں بھی اس جواب کا مؤید ہوں — جواب صحیح ہے

سید علی۔ زینبی مدرس اول مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ — محمد عبد المنان مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ چوک — فضل الرحمان مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

رتلام

الجواب (۱) بعد نماز فرض متصل سلام پھیرنے کے بعد جو ایک وقت دعا مانگی جاتی ہے یہ سنت کے موافق ہے اور یہی حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور فی السوال کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہے۔ اور نہ قرون ثلثہ میں اور نہ ائمہ مجتہدین کے وقت یہ التزام تھا۔

(۳) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور کے پابندی کے لئے فاتحہ شروع کرانا متولیان مسجد کو جائز نہیں ہے کہ وہ امام مسجد کو اس التزام پر مجبور کریں۔ اور اگر وہ مجبور کریں گے تو ان کا یہ جبر شریعت کے خلاف ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ۔ عبد الحق عفا اللہ عنہ۔ ۳۔ صفر ۱۳۴۱ھ

بھوپال

(الجواب واللہ ھادی الی صوب الصواب) بعد فراغ نماز فرض دعا مانگنا موافق سنت اور طریقہ مسلمہ امت مرحومہ کا ہے۔ اور بعد فراغ از سنن ونوافل دعا و یہ التزام کرنا کہ الفاتحہ کہہ کر بلند آواز سے دعا مانگنا اور سب مقتدیوں کا آمین کہنا یہ التزام مالایلزم احکام شرعیہ میں وارد نہیں بلکہ ردہے بمطابق حدیث نبوی من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ ھذا واللہ اعلم۔ فقط مورخہ ۲۲۔ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

عبدالہادی خاں۔ مفتی ریاست بھوپال۔ ۱۲۔ نومبر ۱۹۲۲ء

سرائے امیر

الجواب۔ جواب نمبر (۱) اس ترتیب جو دعا بعد نماز فرض متصل ہی مانگی جاتی ہے وہ طریقہ مسنون کے مطابق ہے۔

جواب نمبر (۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت کسی متداول کتاب سے ثابت نہیں ہوتا ہے

جواب نمبر (۳) جب التزام مذکور مخصوص کا ثبوت ہی نہیں ہوسکا تو اس پر جبر کرنا کیونکہ درست ہوسکتا ہے اسلئے مصلیوں اور مجبرین کے لیے لائق ہے کہ جناب امام صاحب کو دعائے مذکور بالالتزام مانگنے پر مجبور نہ کریں۔ کیونکہ یہ احداث فی الدین ہوگا اور احداث فی الدین ناجائز اور کسی امر ناجائز پر مجبور کرنا بھی ناجائز۔ فاتبعوا ما تبین من الرشد ولا تتبعوا السبل واللہ اعلم بالمخفی والمذکور۔ لانہ بیدہ ازمۃ الامور۔

حررہ ابوحنیفہ محمد ضیاء الدین عظیم آبادی

مدرس مدرسہ عربیہ وقف الکتب صغری مرحومہ

الجواب صحیح محمد ابراہیم مدرس اول مدرسہ عربیہ سرائے میر شریف۔

مونگیر

الجواب واللہ الموفق للصواب۔ (۱) بعد نماز فرض کے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد اس خاص التزام کے ساتھ جو استفتاء میں مذکور ہے دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے۔

(۳) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد

امام صاحب کو مجبور نہیں کرسکتے اور اگر مجبور کریں تو ان کا یہ جبر شریعت کے موافق نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ کتبہ العبد عباداللہ محمد عبدالشکور عافاہ مولاہ۔

۲۔ الاجوبۃ کلہا صحیحۃ محمد علی۔ قادری نقشبندی۔

بلگرام

الجواب۔ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کے سوا دوسری دعا جو سوال میں درج ہے کتاب حدیث یا فقہ میں نظر سے نہیں گذری۔ بظاہر بدعت ہے اور اس کا اصرار مذموم ہے۔ فقط

فقیر محمد احمد کان اللہ لہٗ + بقلم آل محمد بلگرامی

نواکھالی

(۱) الجواب۔ سوائے فجر وعصر کے اور فرضوں کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام تبارکت ربنا وتعالیت یاذا الجلال والاکرام آنا ثابت ہے اور فاتحہ ثانیہ التزام مذکور کے ساتھ بدعت ہے اس سے اجتناب واجب ہے +

(۲) نہیں ہے بلکہ التزام مذکور کے ساتھ بدعت کا دینا جائز ہے۔

(۳) نہیں کرسکتے بدعت پر مجبور کرنا حرام ہے۔ یہ اجبار خلاف ہے احکام شرع کے یعنی یہ اجبار بدعت پر ہے۔ شریعت کے موافق نہیں۔ اور یہ اجبار ناجائز ہے +

احقر محمد الرحمان عفی عنہ نائب صدر خلافت کمیٹی۔

وصدر جمعیۃ علماء و صدر مدرس مدرسہ عربیہ (نواکھالی)

تھانہ بھون

الجواب۔ قال العلامۃ المحدث ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ بعد شرح الاحادیث الواردۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ ما نصہ والاولی ان یأتی بالاذکار قبل الرواتب فانہ جاء فی بعض الاثار ما یدل علی ذلک نصا کقولہ من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوٰۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ وقول الراوی کان اذا سلم من صلوٰتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ الخ وفی بعضہا ما یدل ظاہرا کقولہ دبر کل صلوٰۃ امکن الی النفاسۃ المرغوبۃ صفحہ ۵۲ وفیہ ایضا صفحہ ۱۱

قال فی شرعۃ الاسلام ویغتنم ای المصلی الدعاء بعد المکتوبۃ اھ وفی مفاتیح الجنان قولہ بعد المکتوبۃ ای قبل السنۃ اھ طریقہ مسنونہ حسب تصریح فقہاء حنفیہ یہی ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں انمیں فرض کا سلام پھیرتے ہی مختصر دعا کر کے سنن رواتب میں مشغول ہوجائیں۔ اور سنتیں پڑھنے کے بعد ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگے۔ اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں سلام پھیر کر امام داہنے یا بائیں جانب کو منحرف ہو کر اذکار ماثورہ پڑھے پھر سب نمازی دعا کریں اور جو صورت فاتحہ ثانیہ کی سوال میں مذکور ہے یہ بدعت ہے اسکی کچھ اصل نہیں بالخصوص التزام اور اصرار کی وجہ سے بدعت سیئہ میں داخل ہے۔ قال فی السعایۃ فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف بمن اصر علی بدعۃ او منکر کذا فی النفائس المرغوبۃ صفحہ ۳

پس متولیان مسجد کو اس طریقۂ بدعت پر ہرگز مجبور کرنا جائز نہیں اور یہ جبر بالکل خلاف شریعت واشاعت بدعت ہے۔ جس کا فاعل شرعاً بوجہ ابتداع کے مستحق گناہ عظیم ہو فقط واللہ اعلم۔ ۲۱۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۰ھ

حررہ۔ **ظفر احمد**۔ عفا عنہ۔ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

گلاؤٹھی

الجواب۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وقولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا وقال رسول اللہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ ان نصوص سے ہر امر میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع وپیروی ہر مسلمان کے ذمہ لازم اور واجب معلوم ہوتی ہے۔ اور نیز یہ امر بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دین کامل کردیا گیا۔ اور کوئی امر دین کا جس کا اظہار ضروری ہو اٹھا نہیں رکھا گیا۔ منجملہ ان کے دعا بھی ہے کتب احادیث کی تتبع ومطالعہ سے یہ امر خوب ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین وتبع تابعین وائمہ دین کا طریقہ در باب دعا

بھی رہا ہے کہ جن فرائض کے بعد سنت نہیں ہیں ان کے بعد متصلاً کبھی مختصراً اور کبھی کسی قدر تطویل دعا مانگی جاوے اور جن فرائض کے بعد سنن ونوافل نہیں جیسے عصر وفجر ان کے بعد اوراد منقولہ پڑھکر طویل دعا مانگی جاوے۔ اور بعد سنن ونوافل پھر سب کا مجتمع ہو کر دعا مانگنا طریقہ سلف صالحین کا نہیں ہے بلکہ ان سنن ونوافل کے واسطے ارشاد نبوی گھروں اور مکانوں پر پڑھنے کا ہے۔ پس جبکہ فرائض پڑھکر سنن اپنے اپنے گھروں پر جاکر پڑھتے تھے تو سنن کے بعد پھر سب کا مجتمع ہو کر دعا مانگنا کہاں سے ثابت ہوگا۔ لہذا یہ طریقہ محدث اور بدعت ہوگا جس کا ترک واجب۔ بموجب فرمان من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد اور اس طریقہ محدثہ کا جاری کرنے والا مبتدع اور مردود۔ اس طریقہ کو روکنا اور رد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان ولیس وراء ذالک حبۃ خردل من ایمان اور ایسے امور قبیحہ محدثہ میں امام کے ذمہ کسی کی اطاعت واجب نہیں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق بلکہ طریقۂ سنت پر عمل کرنا چاہیئے جسکی اجر کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔ فقط

حررہ **محی الدین احمد** عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر

الجواب صحیح	ھذا الجواب صحیح
احمد قلم خود	احقر العباد بندہ بشیر احمد غفر اللہ لہ مدرس مدرسہ
مدرس مدرسہ گلاؤٹھی	منبع العلوم قصبہ گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر

دربھنگہ

الجواب۔ (۱) سنت کے موافق ہے۔

(۲) ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعت

او منکر۔ ملا علی قاری۔ وفی الشامی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدون انہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ الظاہر انہا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین ما لیس منہ طحطاوی۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کر سکتے بالکل موافق شریعت نہیں اور اگر امام پر جبر کریں تو امام کو لازم ہے نہ مانے۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ واللہ اعلم بالصواب

احقر عبد الحفیظ مفتی مدرسہ امدادیہ۔ دربھنگہ۔

احقر عبد الرحیم۔ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔

المجیب مصیب۔ بندہ شفیع الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔

احقر محمد ایوب۔ غفر اللہ الذنوب مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔ دربھنگہ تاریخ ۲۸ محرم الحرام

رہتک

الجواب (۱) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت کے موافق ہے۔ اور آثار سے ثابت ہے۔

(۲) نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ ودعا مانگنے کے لیے متولیان مسجد مجبور نہیں کر سکتے۔ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ جبر شرع کے موافق نہیں ہے فقط

کتبہ فقیر محمد عبد التواب۔ مدرس عربی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول (رہتک)

الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد عبد السلام غفر لہ	محمد اسمٰعیل بقلم خود۔ مدرس اول مدرسہ
محلہ قلعہ رہتک	تعلیم الاسلام محلہ کوٹ چتیاں (رہتک)

ہاٹہزاری

جواب اول۔ بعد نماز فرض دعا مانگنا مستحب ہے کتب احادیث وفقہ سے اس کا ثبوت ہے۔ اگلے زمانہ سے لیکر فقہا وعلماء کا ہمیشہ عمل درآمد ہے۔ فی المشکوٰۃ عن ثوبان رض کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انصرف من صلوٰتہ استغفر اللہ ثلثا وقال اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ رواہ مسلم۔

(۲) جواب دوم۔ سنن ونوافل کے بعد کسی خاص طریقہ سے دعا مانگنا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں۔ اور قرون ثلثہ میں اس کا رواج نہ تھا۔ بلکہ جو جس وقت فارغ ہوتا اگر چاہتا تو چلا جاتے۔ امام کو ساتھ دعا میں شریک ہونے کا انتظار نہ کرتے۔ سنن ونوافل پڑھکر امام کے ساتھ دعا میں شریک ہونے کے لیئے بیٹھے رہنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور اس پر التزام کرنا اور امام کو اگر کسی وقت ادائے سنن میں دیر لگجاوے تو اس پر اعتراض کرنا سب بیہودہ اور گمراہی ہے اور مباح بلکہ مستحب بھی التزام اور اصرار کی وجہ سے بدعت اور مکروہ بنجاتے ہیں۔ شیخ مشکوٰۃ میں ہے فیہ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال۔ صاحب مجمع تحریر فرماتے ہیں۔ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ تنقیح فتاوے حامدیہ میں ہے کل مباح یؤدی الی اعتقاد الجہال سنیۃ امر او وجوبہ فہو مکروہ الحاصل۔ سوال امیں جو خاص طریقہ سنن ونوافل کے بعد دعا مانگنے کا مذکور ہے بدعت ہے۔ شارع علیہ السلام سے اس کا ثبوت نہیں اس کا اہتمام کرنا ضلالت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔

(۳) جواب سوم۔ سنن ونوافل کے بعد اسی خاص طریقہ سے جو سوال میں مذکور ہے فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد امام کو مجبور کرنا ہرگز جائز نہیں اور نہ امام کو کرنا جائز ہے نہ جبراً نہ اختیاراً اور اگر مجبور کریں تو یہ جبر شریعت کے ہرگز موافق نہیں۔ اور اس قسم کی فرمائش قبول کرنا امام کے فرائض امامت میں سے نہیں ہے۔ فقط

حررہ العاصی الراجی رحمۃ ربہ القوی محمد فیض اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح	جواب درست
سعید احمد عفی عنہ مدرس درجۂ حدیث	حبیب اللہ مہتمم مدرسہ معین الاسلام ہاٹہزاری

جواب صحیح	الجواب صحیح	جواب درست
محمد ذاکر عفی عنہ مدرس	بندہ مقبول احمد عفی عنہ	عبد الجلیل عفی عنہ مدرس
مدرسہ معین الاسلام ہاٹہزاری	مدرس مدرسہ معین اسلام چاٹگام	مدرسہ مذکور

الجواب صحیح
بندہ محمد افاضل الدین
عفی عنہ

الجواب صحیح
بندہ ضمیر الدین احمد
عفی عنہ

الجواب صحیح
احقر وصی الرحمان
عفی عنہ

ڈابھیل ضلع سورت

الجواب (۱) بعد نماز فرض متصل سلام کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے۔ ترمذی شریف میں ہے ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ م جوف اللیل الآخر و دبر الصلوات المکتوبات بخاری مسلم شریف ابوداؤد ونسائی میں ہے عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان رسول اللہ اذا فرغ من الصلوٰۃ وسلم قال لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ابوداؤد میں ہے وعن علی رض قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰت قال اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم والموخر لا الہ الا انت۔ وعن ثوبان ان النبی کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰۃ استغفر ثلث مرات ثم قال اللھم انت السلام الخ

(۲) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے اور فاتحہ کا التزام بھی ثابت نہیں محض ایک رسم ہے۔ یہ طریقہ نہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ہے نہ صحابہ رض اجمعین کا نہ تابعین و تبع تابعین کا نہ ائمہ مجتہدین کا یہ فعل ہے محض ایک رسم ہے بلکہ بدعت ہے اس طریقہ کو ترک کرنا لازم ہے فی الواقعات قراۃ الفاتحۃ بعد المکتوبۃ لاجل المھمات وغیرھا مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ رض والتابعین رح فتاوی عالمگیریہ میں ہے ما یفعل عقیب الصلوٰت مکروہ لان الجھال یعتقدونہ سنۃ او واجبۃ الخ سنن و نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لئے متولیان مسجد امام مسجد کو ہرگز ہرگز مجبور نہیں کرسکتے۔ اگر وہ مجبور کریں تو امام کو لازم ہے کہ ان کا مقتدی ہرگز ہرگز نہ بنے

ان کا یہ جبر خلاف سنت ہے اور ایک بدعت کے اجزاء پر ہے قال النبی لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق قال النبی م من ترک سنتی لم ینل شفاعتی ھذا ما عندی واللہ اعلم

کتبہ احمد غفرلہ سورتی سیملکی سابق مفتی سورتی جامع مسجد رنگون

الجواب صحیح ھذا ھو الحق عندی جواب مسطورہ بالا درست ہے
محمد یامین غفرلہ مدرس مدرسہ خادم الطلبہ محمد صدیق بڑودوی احقر الزمان محمد عبداللہ خان
لطیف الدین کان اللہ لہ ولوالدیہ مدرس مدرسہ موصوفہ بڑودوی غفر اللہ الرحمان الغوی مکتب مدرسہ تسلیم

راندیر

الجواب (۱) فرائض کے متصل جو دعا مانگی جاتی ہے اسی کا حکم احادیث میں ہے اور یہی دعا مستجاب اور اقرب الی الاجابت ہے اور طریقہ سنت ہے چنانچہ احادیث صریحہ صحیحہ سے ظاہر ہے۔ اور ماہرین احادیث پر پوشیدہ نہیں عن ثوبان ان النبی کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللھم انت السلام ومنک السلام الخ رواہ ابوداؤد فی سننہ ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ م جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات آہ رواہ الترمذی فی جامعہ عن معاذ بن جبل ان النبی م قال یا معاذ انی واللہ احبک فلا تدع دبر کل صلوٰۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک ابوداؤد والنسائی۔ غرض بہت سی حدیثیں ہیں جن سے یہ امر مدلل شمس کی طرح ثابت ہے کہ دعا فرائض کے بعد ہو جو اقرب الی الاجابت اور مقبول اور طریقہ رسول ہے +

(۲) خاص التزام اور کیفیت وہیئت مروجہ کے ساتھ سنن ونوافل کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت کتب حدیث وفقہ میں نہیں بلکہ اس جیسی صورتوں پر فقہاء کرام نے بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے کسی امر مباح یا مستحب پر جب التزام کیا جائے اور اس کے تارک پر لعنت ملامت کی جائے۔ اور اس کا فرائض سے بھی مرتبہ عملاً قولاً اعتقاداً بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ اور بدعت ہو جاتا ہے چنانچہ ماہر فقہ پر پوشیدہ نہیں +

اصل جب یہ ثابت ہے کہ مذکور التزام کے ساتھ اور بہیئت مروجہ فاتحہ مذکورہ کا ثبوت وجود نہیں۔ تو پھر ایک غیر مشروع امر کے واسطے امام کو مجبور کرنے کی شریعت کیونکر اجازت دے گی امام خود مختار ہوتا ہے دعا مانگنے کا اسکو اختیار ہوتا ہے جب وہ فرائض کے بعد دعا کر چکا پھر اسپر جبر کرنا کہ نوافل کے بعد بھی ضرور دعا کرو ایک امر مباح کو واجب کر دینا ہے۔ جو احداث فی الدین ہے قال اللہ تعالیٰ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ الآیہ۔ متولیان مسجد کو انتظام مسجد میں دخل ضرور ہے لیکن نماز روزہ احکام شرعیہ کی اصلاح اور انکی قطع و برید میں دخل نہیں ہے۔ انکو علماء دین پر چھوڑنا چاہیئے جس طرح علماء حق فرمائیں اسپر عمل کرنا ضروری ہے واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد مہدی حسن غفرلہ ۲۰۔ دسمبر ۱۳۲۲ء راندیر۔ ضلع سورت

الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد حسین راندیری	ابراہیم عفی عنہ

راندیر ضلع سورت

الجواب۔ احادیث و فقہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلثہ میں دعا کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں پڑھکر ساری جماعت دعا مانگتی ہو اور جب اس پر قیود اور بڑھ جاویں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک انتظار کرے اور پھر فاتحہ بلند آواز سے کہکر دعا شروع کرے تو اس کا طریقہ جدیدہ ومحدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے پھر اسپر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں مشاہد ہے کہ اس طریقۂ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والیکو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اسپر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد داہنی اور بائیں دونوں جانبوں کو مڑکر بیٹھتے تھے کبھی داہنی طرف کبھی بائیں طرف حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص سیدھی جانب مڑنے کو ضروری سمجھے تو اس نے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ بھی بنا دیا۔ دیکھو سیدھی طرف مڑنا خود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے باوجود اس کے اسکو ضروری سمجھنے کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض شیطان کا حصہ فرماتے ہیں۔ طیبی نے حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث پر لکھا ہے فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر یعنی جبکہ ان امور میں جو استحباباً ثابت ہیں التزام کرنا اور ضروری سمجھنا ان امور کو ناجائز اور بدعت بنا دیتا ہے۔ تو جن کا ثبوت بھی نہو ان کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہوگی اور اس طریقہ دعا کا حدیث و فقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے من ادعی فعلیہ البیان بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے بوجہ اس کے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے قال انہ علیہ السلام لا یصلی الامام فی الموضع الذی یصلی فیہ حتی یتحول او یذھب الی بیتہ فیتطوع ثمّ ای هناك یعنی فی بیتہ لانہ علیہ السلام انما کان یصلی السنن فی بیتہ فی صحیح مسلم وغیرہ سئلت عائشۃ رض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من التطوع فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین الحدیث والاخبار فی ان الافضل فی التطوع ان یصلی فی البیت کثیرۃ جداً لکن هذا اذا علم انہ لا یشغلہ شاغل قال فی الخلاصۃ الرجل اذا کان یصلی المغرب فی المسجد فاراد ان یصلی رکعتین بعد ان خاف لو رجع الی بیتہ لشغلہ شئ یأتی بھا فی المسجد وان کان لا یخاف صلاھا فی المنزل وکذا فی سائر السنن فانہ لو صلی الاربع قبل الجمعۃ فی البیت وصلی الجمعۃ فی الجامع یکون سنۃ۔ کبیری شرح منیۃ للحلبی اور شامی صفحہ ۳۹۲۔ جلد اول میں ہے کہ ان الحسن من ذالك کلہ تطوعہ فی منزلہ لما فی سنن ابوداؤد باسناد صحیح صلوٰۃ المرء فی بیتہ افضل من صلوٰتہ فی مسجدی هذا الا المکتوبۃ والا التراویح۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لیجا کر پڑھتے تھے
اور جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اسپر عمل تھا اور صحابۂ کرام کو بھی آپنے یہ فرمایا اور تعلیم کردی تھی
کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں
جاکر پڑھتے ہوں گے۔ اور شاذونادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا۔ اور یہ کسی حدیث سے
ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنتیں پڑھکر دعا کے لیے مسجد میں دوبارہ آکر
جمع ہوتے ہوں۔ اور ظاہر نظر بھی اسکو دوبارہ جمع ہونیکو حرج عظیم اور مشکل سمجھتی ہے بہرحال
جب روایتوں سے صراحۃً اور اشارۃً یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں
مکان میں پڑھتے تھے تو سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعا کرنے کا جو دعویٰ
کرے اسکا ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد اللھم انت
السلام الخ یا اس کے سوا اور دعا بھی مانگتے تھے جیساکہ مسلم اور ترمذی میں روایت ہے
عن عائشة رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار
ما یقول اللھم انت السلام الخ وقول عائشة مقدار ما یقول الخ یفید ان ہ
لیس المراد انہ کان یقول ذالک بعینہ بل کان یقعد زمانا یتسع ذالک المقدار
ونحو ذلک من القول تقریبا فلا ینافی ما فی صحیحین عن المغیرة انہ علیہ السلام
کان یقول فی دبر کل مکتوبة لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک
ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما
منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد وکذا ما روی مسلم وغیرہ عن عبداللہ
بن زبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوٰة قال بصوتہ
الاعلیٰ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ
قدیر ولا حول ولا قوة الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمة ولہ الفضل ولہ
الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لان المقدار
المذکور من حیث التقریب والتخمین دون التحدید۔

سنن ونوافل کے بعد جمع ہوکر جو دعا کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے

بحر اور عالمگیری میں ہے کہ اذا دعا بالدعاء المأثورة جھرا ومع القوم ایضا لیتعلموا
الدعاء لا باس بہ واذا تعلموا حینئذ یکون جھر القوم بدعة کذا فی البزازیة
ابن مسعود کو جب خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب کے بیٹھا کرتی ہے اور انمیں ایک شخص کہتا ہے
کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو اور لوگ کہتے جاتے
ہیں۔ آپ ان لوگوں کے پاس گئے جو لوگ کچھ کہتے تھے جب آپنے سن لیا تو آپ کھڑے ہوگئے
اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رض ہوں قسم ہے اس خدا کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
یا تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہوگئے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی
علم میں بڑھ گئے یعنی یہ جو تم کرتے ہو یہ تو تاریک بدعت ہے۔ یا تم نے وہ بات پائی جو صحابہ رض
کے بھی ہاتھ نہ آئی خواہ بیخبری سے یا سستی سے۔ پس تم طریقۂ عبادت کے علم میں غالب نکلے
دوسری صورت ناممکن ہے۔ پس پہلی ہی ثابت ہے یعنی یہ کہ وہ کام بدعت سیئہ ہے
یہی بات ہر اس شخص کے بارے میں کہی جائے گی جو خالص عبادت بدنی کو اس طور سے کرے
کہ صحابہ رض کے زمانہ میں نہ تھا۔ جو چیز غیر ضروری شرعیت ہے اس پر مداومت کرنا اسکو مکروہ
بنا دیتا ہے۔ اور یہ اسی قبیل سے ہے کہ اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں۔ جس چیز میں عوام کے
عقیدہ کا فساد لازم آوے یا فساد کا وہم بھی ہو اس شئی کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ عام لوگ اس کو
سنت سمجھتے ہیں نہ کرنے والے کو حقارت سے دیکھتے ہیں سنن ونوافل کے بعد خاص التزام
کے ساتھ دعا مانگنا حدیث وفقہ سے نہیں ہے۔ اور متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور نہیں کر سکتے
ہیں۔ بلکہ امام صاحب کو چاہیئے کہ اس سے منع کرے۔ جیساکہ بزازیہ میں ہے کہ واذا علم
فی جماعتھم مبتدعا ارشدوہ وان کان داعیا الی بدعة منعوہ الخ وعلی العالم
اذا علم من قاض او من اخرین یدعو الناس الی خلاف السنة او ظن منہ ذالک
ان یعلم الناس بانہ لا یجوز اتباعہ ولا الاخذ عنہ فعسی یختلط فی اثناء
الحق باطلا یعتقدہ العوام حقا۔ اور متولیان مسجد کا جبر کرنا خلاف شریعت ہے
ایسی باتوں پر جبر نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط یسرنا اللہ تعالیٰ من الدعاء والعمل ما یکون
موافقا لرضائہ بلطفہ وکرمہ۔ کتبہ محمد اسماعیل غفرلہ الجلیل کفلیتوی ثم الداجیلوی

الجواب صحیح
بندہ سلیمان بن محمد کفلیتوی

الجواب صحیح
بندہ ابراہیم بن محمود کفلیتوی

الجواب صحیح
محمد سعید عثمانی غفرلہ

الجواب حق والحق احق ان یتبع
احقر ابراہیم محمد ڈابھیلوی

الجواب صحیح
شرف الدین غفرلہ واصلح حالہ

الجواب صحیح
العبد الاواہ رحمۃ اللہ غفر للہ مولاہ

من اجاب فقد اصاب فماذا بعد الحق الا الضلال
محمد حسین۔ راندیری۔ خادم مدرسہ محمدیہ (راندیر)

المجیب مصیب
محمد بن اسمٰعیل عفا اللہ عنہما ناظم مدرسہ انجمن اسلام کٹھور۔ ۱۵۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ ہجری

الجواب صحیح
خاکسار احمد منشی جر عفی عنہ

الجواب حق
بندہ سید محمد عفی عنہ ساکن خیر گاؤں

الجواب صحیح
نصر اللہ غفر اللہ مدرس مدرسہ فیض عام بڑا بڑاچہ

بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح محمد سلیمان بن فقیر بارڈولی

راندیر

الجواب (۱) جو دعا کہ بعد نماز فرض متصل ایک وقت مانگی جاتی ہے وہ موافق سنت ہے۔ حدیث شریف میں کئی طریقوں سے آیا ہے ای الدعا اسمع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوف اللیل الاخر ودبر کل صلوات مکتوبات رواہ ترمذی۔ وعن ابی امامۃ رض انہ قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللہم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلہا الخ اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ۔ وعن ثوبان رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللہم انت السلام الخ اخرج طبرانی من

روایۃ جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المکتوبۃ افضل من الدعاء بعد النافلۃ کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ انتہی کذا فی السعایۃ۔ ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد ذکر کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے اسکے بارے میں بیشمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ہمنے صرف ان چند احادیث پر اکتفا کیا کہ طالب حق کے لیئے اسقدر بھی کافی ہے۔ ثبوت دعا بعد فرائض روایات فقہ سے ہے قال فی شرعۃ الاسلام ویغتنم ای المصلی الدعاء بعد المکتوبۃ انتہی۔ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے کہ غنیمت سمجھے مصلی دعا کو بعد نماز فرض کے ان الدعاء بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ مسنون وکذا رفع الیدین ومسح الوجہ۔ منہج العمال والعقائد السنیۃ حاصل کلام وخیر الکلام مایکہ مذکورہ بالا عبارت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگیں یعنے فرضوں کے بعد قبل سنتوں کے دعا مانگنا چاہیئے اور یہی طریقہ مسنون ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

(۲) صورت مسئولہ میں سنن ونوافل کے بعد دعاء اجتماعی احادیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے۔ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک انکا انتظار کرے اور باواز بلند الفاتحہ کرکے دعا شروع کرے یہ بالکل محدثات میں سے ہے۔ اور شرع میں اسکی کوئی اصل نہیں۔ اس طریقہ کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والیکو طعن وتشنیع کرنا جیسا کہ بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہے۔ اسکے بدعت ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام الخ رواہ ابن ماجۃ افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ رواہ الترمذی والبخاری والمسلم وغیرہم وعن عبد اللہ بن مسعود الانصاری رض قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما افضل الصلوٰۃ فی البیت او الصلوٰۃ فی المسجد قال لان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰۃ مکتوبۃ رواہ ابن ماجۃ والترمذی وعن عبد اللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ رض عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصلی فی بیتی

قبل الظهر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس الظهر ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یخرج فیصلی بالناس العصر ویصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشاء ویدخل فی بیتی فیصلی رکعتین الحدیث رواہ مسلم وابوداؤد والامام احمد مرقومۃ الصدر احادیث سے صاف واضح ولائح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنن ونوافل مکان میں پڑھتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ بھی اسپر عمل درآمد کرتے تھے۔ پس دعاء اجتماعی فرضوں کے بعد متصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام رضہ سے ثابت ہے۔ بعد سنن و نوافل دعاء اجتماعی ثابت نہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض سنن ونوافل مکان میں پڑھتے تھے پھر دعاء اجتماعی بعد سنن و نوافل کے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔

(۴) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لئے متولیان مسجد امام کو مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ امام مسجد کو اس امر پر مجبور کرنا خلاف شرع ہے جو فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض سے ثابت نہو اسپر متولیان مسجد امام کو مجبور کرنے کے مستحق نہیں ہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

کتبہ عبد من عباد اللہ الالطف۔ احقر احمد بن عارف اشرف عفی عنہ

الخادم لمدرسۃ الاشرفیۃ العربیۃ الواقعۃ فی الراندیر ضلع سورت

ھذا ھو الحق والحق احق ان یتبع	الجواب صواب والمجیب مصاب
کتبہ القاضی رحمت اللہ عفی عنہ	عبداللہ چرتھاوی مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح خاکسار عبداللہ غفرلہ المدرسہ اشرفیہ راندیر۔

تراج ضلع سورت

الجواب۔ جس وقت جو طریقہ دعا مانگنے کا ہے وہ مسنون ہے فرض نمازوں کے بعد دعا کا قبول ہونا احادیث سے صراحۃ ثابت ہے۔ قدیم طریقہ کا شرعاً کچھ ثبوت نہیں اس کا ترک ضروری ہے۔ اگر شبہ ہو کہ سنن ونوافل کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دعا کا مانگنا شرعاً امر محمود ہے۔ نیز اس طریقہ کو بدعت حسنہ میں داخل کر لیا جائے تو

پھر شرعاً کوئی صورت ممانعت کی باقی نہیں رہتی۔ تو جواب یہ ہے کہ جو طریقہ خیر القرون میں نہیں تھا اس کا التزام کر لینا شرعاً غیر مستحسن ہے ظاہر ہے کہ اس طریقے سے خیر القرون میں دعا نہیں مانگی جاتی تھی۔ شامی میں فتاویٰ بزازیہ سے منقول ہے ولا ینبغی ان یتکلف لالتزام مالم یکن فی الصدر الاول کل ھذا التکلف نیز نفس دعا کی کوئی ممانعت نہیں کرتا دعا بیشک امر محمود ہے اس دعا کے ساتھ چند امور ایسے لگا دیئے ہیں کہ شرعاً ان کا کوئی ثبوت نہیں اور یہی امور درحقیقت وجہ ممانعت ہیں وہ امور مثلاً یہ ہیں:۔

(۱) دعا کے ختم پر امام کا الفاتحہ یا سورۃ الفاتحہ کہنا ۔

(۲) اس کے بعد خاص خاص سورتیں مقتدیوں کا پڑھنا ۔

(۳) اس طریقہ پر اصرار کرنا۔

(۴) اگر اس طریقہ پر دعا نہ مانگی جائے تو اس پر اعتراض کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ امور ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے امر مستحب بھی شرعاً مکروہ اور قابل ترک ہو جاتا ہے اس کا بدعت حسنہ ہونا بھی مسلم نہیں۔ اگر بدعت حسنہ بھی مان لیا جائے تو ان امور مذکورہ کی وجہ سے امر مستحب بھی شرعاً مکروہ اور قابل ترک ہے اور اگر امور مذکورہ کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو بھی قابل ترک ہے کیونکہ مسنون طریقے کے مقابلہ میں بدعت کوئی چیز نہیں اگرچہ بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو عن الحسن بن ابی الحسن رحمہما اللہ ای البصری کما رواہ عبدالرزاق عن معمر عن زید عن الحسن رض مرسلاً والدارمی عن طریق ابن مسعود رض موصولاً قال علیہ الصلوٰۃ والسلام عمل قلیل فی سنۃ ای موافق لہا خیر من عمل کثیر فی بدعۃ ای من اصلہا لان ذالک وان قل کثیر نفعہ بل ھو نفع کلہ الی ان قال والحاصل ان الاقتصاد فی السنۃ افضل من الاجتہاد فی البدعۃ ولو کانت مستحسنۃ شفا مع شرح جلد (۲)۔ صفحہ (۲۱)۔ شرعاً کوئی ثبوت نہیں نہ احادیث سے نہ فقہ سے تبرعاً نہیں کر سکتے اگر مجبور کریں تو وہ گنہگار ہوں گے۔

حقیر علی محمد غفرلہ احمد سورتی تراجوی۔

مانڈلہ

الجواب۔ (۱) جو فرض نماز کے بعد دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے جیسے کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۸ میں ہے۔ عن عائشۃ رضی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ مسلم اور ایک روایت میں اس سے پہلے تین دفعہ استغفار بھی ہے اور دوسری روایتوں میں اور اور دعائیں وغیرہ بھی ہیں۔

(۲) سنن و نوافل کے بعد التزام مذکورہ کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث و فقہ کی کتب معتبرہ سے کہیں نہیں پایا جاتا بلکہ اس کا خلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ گھر میں جا کر سنن و نوافل پڑھنے کی تھی۔ پھر دعا مقتدیوں کے ساتھ کس طرح مانگیں گے۔ اور صحابہ کرام رضی سے بھی اس طرح کا دعا مانگنا نہیں پایا جاتا۔

(۳) سنن اور نوافل کے بعد دعا مذکورہ کے لئے امام کو مجبور کرنے کا متولیان مسجد کو کوئی حق نہیں ہے ایسا کرنے سے یہ دعا مکروہ ہو جاوے گی اور متولی لوگ گنہگار ہو جائیں گے مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد دوم میں ہے کہ علماء نے تصریح اس امر کی کی ہے کہ جس مندوب پر اصرار مثل فرائض و واجبات کے کیا جاوے اور اس کے تارک پر ملامت کیجاوے وہ مکروہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں لکھا ہے۔ پھر اس کے نیچے سباحۃ الفکر سے لکھا ہے۔ فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروہا کما صرح علی القاری فی شرح المشکوٰۃ والحصکفی فی الدر المختار وغیرہما اور شرح مشکوٰۃ علی قاری میں ہے من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہی

کتبہ احقر عباد اللہ ابو الحسن سید غلام علی عفا اللہ عنہ و رعاہ
مدرس مدرسہ محمدیہ مانڈلے برما

الجواب صحیح محمد عبدالرحمان عفا اللہ عنہ
محلہ چھوٹن شہر مانڈلے۔

الجواب صحیح — محمد یونس

الجواب صحیح — سید محمد حسین شاہ حفظہ مولاہ

الہ آباد

الجواب وھو الموفق للصواب۔ صورت مسئولہ میں بعد سنن و نوافل کے اجتماعی حالت سے دعا مانگنے کا ثبوت کہیں حدیث شریف میں و کتب فقہ میں نظر سے نہیں گذرا بجز اس کے کہ بدعت حسنہ ہو۔ اور عام طور سے ممالک اسلامیہ میں اس کا عمل درآمد و رواج بھی نہیں ہے پس خواہ مخواہ باصرار تمام اس کے رواج دینے کے در پے نہ ہو۔ ہے البتہ بغیر التزام کے بطیب خاطر احیانا اگر امام نے مقتدیوں کے ساتھ دعا مانگی تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے۔ اور اگر جبراً رواج دیا جائے تو یہ فعل بصورت اکراہ و جبر بدعت مذمومہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ نفل کی جماعت تداعی کیساتھ دوامًا التزامًا مکروہ ہے حالانکہ نماز مکتوبہ میں جماعت سنت مؤکدہ بلکہ بعض فقہا کے نزدیک قریب واجب کے ہے۔ لیکن چونکہ نوافل میں جماعت کا رواج تداعی کے ساتھ دائمًا سلف قرون مشہود لہا بالخیر میں نہیں پایا گیا اس لئے فقہا کے نزدیک مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے قال فی تنویر الابصار فی تحت قول کراھۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث فقط واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

نمقہ احقر خادم الفقراء ظہور حسام غفر لہ مفتی مدرسہ سبحانیہ
الہ آباد صانہ اللہ تعالی عن الشرور والفتن

(الجواب صحیح) کتبہ محمد عبدالکافی غفرلہ (مہر)

ڈھاکہ

الجواب (۱) یہ موافق سنت ہے کیونکہ اگر شبہ ہو کم از کم مشکوٰۃ ہی دیکھ لے۔
(۲) حدیث اور فقہ سے اس کا نفس ثبوت ہی نہیں ہے التزام تو دور ہے داہنے بائیں امام کا بعد سلام بیٹھنا باوجودیکہ اس کا ثبوت حدیث صحیح میں ہے باوجود اس کے اگر کوئی داہنے جانب بیٹھنے کو حق اور واجب سمجھے تو حظ شیطان کا ہو جاتا ہے تو جو نشست کہ اس کا کہیں ثبوت نہیں اس کا التزام کیسا ہوگا۔ سجدۂ شکر ثابت اور

مستحب ہے مگر فقہا منع کرتے ہیں کہ اس کا التزام منجر الیٰ فساد عقائد العوام ہوگا۔ لہٰذا اس خاص التزام کو بھی از روئے حدیث شریف وفقہ ضرور منع کیا جاوے گا ولو کرہ الکافرون فی البخاری صفحہ ۱۱۸) وکان انس رضہ ینفتل عن یمینہ وعن یسارہٖ ویعیب علی من یتوخی او من تعمد الانفتال عن یمینہ وفیہ ایضاً قال عبد اللہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یریٰ ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ اھ وفی الدر المنتقیٰ شرح الملتقیٰ صفحہ ۱۶۰) وما یفعل عقیب الصلوٰۃ فمکروہٌ لان الجہلۃ یعتقد ونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ قالہ المصنف وغیرہٗ آھ

(۳) شرعاً مجبور نہیں کر سکتے اگر کریں تو امر خلاف شرع پر مجبور کرنا ہوگا جس کی جوابدہی جابرین پر عائد ہے اور زمرۂ مبتدعین سے وہ اپنے کو شمار کریں۔ ہٰذا واللہ اعلم۔

کتبہ محمد اسحاق البردوانی المدرس الدینیات فی الکلیۃ الاسلامیۃ بدلکۃ ۲۵۔ ذیقعدہ یوم یکشنبہ

بجنور

الجواب (۱) اس وقت جو بعد نماز فرض متصل ایک وقت دعا مانگی جاتی ہے وہ بالکل سنت کے موافق ہے احادیث بکثرت اس پر شاہد ہیں۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد امام مسجد کو جبر وتعدی جو کرتے ہیں بیشک یہ جبر تعدی خلاف شریعت اور حرام ہے۔

(۳) اس التزام خاص کا ثبوت کہیں نہیں۔ واجب احتراز ہے

سراج احمد۔ صدر مدرس مدرسہ فیض عام سیوہارہ ضلع بجنور۔ ۲۱۔ ذلیقعدہ

الجواب

فرائض کے بعد دعا کا مانگنا سنت۔ سنن ونوافل کے بعد اس التزام سے کہ امام اور مقتدی ملکر ساتھ دعا مانگیں حدیث وفقہ سے ثابت نہیں۔ متولیان مسجد کا اس بدعت پر اصرار اور نمازیوں کو اس کی تعمیل پر مجبور کرنا شریعت کے مخالف ہے۔

خادم العلماء محمد رحیم اللہ

نگینہ۔ ضلع بجنور

(۱) بعد نماز فرض متصل جو دعا مانگی جاتی ہے یہی سلف کا طریقہ ہے اور اسی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔

(۲) اسی التزام کے ساتھ دعا سنن ونوافل کے بعد کرنا کہیں ثابت نہیں یہ احداث فی الدین ہے اس سے اجتناب چاہیئے۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض متولیان مسجد ایسا کریں۔ اور اس طرز جدید فاتحہ خوانی پر مجبور کریں تو یہ جبر خلاف شریعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ العبد الضعیف مشیت اللہ عفا اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نگینہ ضلع بجنور۔

میرٹھ

الجواب (۱) جو پہلا طریقہ تھا وہ بدعت ہے دوسرا طریقہ جو عالم صاحب نے دعا کا طریقہ رکھا یہ سنت ہے کتب حدیث اور فقہ میں یہی طریقہ ہے اور اسی پر اہل علم کا تعامل ہے۔

(۲) سنن اور نوافل کے بعد التزام دعا جماعت کے ساتھ کرنا بدعت ہے۔ اور اس کا کہیں ثبوت نہیں جو لوگ خلاف شرع اہل بدعت کے طریقہ پر اماموں کو مجبور کرتے ہیں وہ گنہگار ہوں گے۔ اور اگر متولی مسجد ایسے لوگوں کے کہنے سے امام کو خلاف شرع پر مجبور کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ سنت کے خلاف بدعت کے طرز پر اور کو بلانے والا قیامت کو شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خادم الطلبہ محمد مبارک حسین محمودی
مدرس اول مکتبہ دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

الجواب (۱) ان فرضوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں حدیث میں صرف اللہم انت السلام الخ آیا ہے اور بعض احادیث میں لا الٰہ الا اللہ الخ آیا ہے دعا کے طور پر صرف اللہم انت السلام الخ آیا ہے۔ لہٰذا یہ تو سنت ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد اس خاص التزام کے ساتھ دعا کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں التزام ما لم یلزمہ الشرع (جس شے کو شریعت نے لازم نہیں کیا۔ اس کو لازم کر لینا) منع ہے

قد صح ما صحح الحق فی الجواب | الاجوبۃ الاجوبۃ
رمیض الدین احمد غفرلہ ولابویہ الصمد | واصف اللہ غفراللہ لہ ولابویہ احمد
الملقب بفخر المحدثین المدرس فی المدرسۃ العالیہ سلہٹ | مدرس المدرسۃ العالیہ سلہٹ)

ریوائری

(۱) نحمدہ ونصلی۔ فرض نماز کے بعد علی الاطلاق یعنے اکیلا نمازی ہو یا امام و مقتدی دونوں ہوں دعا مانگنا احادیث کثیرہ سے جو کتب صحاح میں منقول ہیں ثابت ہے اور نیز بنا بر قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیۃ شریفہ۔ فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب کا بھی یہی مدلول و مطلب ہے چنانچہ علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں سند الصحیفۃ حدیث یوں نقل کیا ہے عن ابن عباس رض فاذا فرغت فانصب یقول فاذا فرغت مما فرض علیک من الصلوٰۃ فسل اللہ وارغب الیہ وانصب لہ صفحہ ۲۳۰ الجلد الثلاثون۔ اور امام و مقتدیوں کا ملکر بلا التزام و وجوب دعا مانگنا اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ الآیۃ اور نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح میں جو مذہب حنفیہ کی مستند و معتبر کتاب ہے امام و جماعت کا ملکر دعا مانگنا بالصراحت موجود ہے چنانچہ یہ عبارت ہے۔ ثم بعد الفراغ عن صلوٰۃ یدعو الامام لنفسہ وللمسلمین رافعی ایدیھم حذو الصدر وبطونہا مما یلی الوجہ بخشوع وسکون ثم یمسحون بہا وجوھھم فی آخرہ ای عند الفراغ من الدعاء کذا فی النفائس المرغوبۃ نقلاً عن التحفۃ المرغوبۃ والسعایۃ بہر حال علماء احناف کا دیار و امصار میں دونوں صورتوں کے متعلق یعنی نماز فرض کے بعد سنن و نوافل سے پہلے اکیلے نمازی کا یا امام و مقتدیوں کے ملکر بلا التزام دعا مانگنے پر اجماع سکوتی ہے ÷

(۲) فرض نماز کی ادائیگی کے بعد متصل ہی بجائے ایک بار کے دو بار یا تین بار ہر بار میں بار بار التزام اور شاکر دعا مانگنا جیسا کہ اطراف پنجاب میں دیکھا گیا یا سنن و نوافل پڑھکر امام کے انتظار میں بیٹھے رہنا کہ تمام جماعت کی اکٹھے دعا مانگی جائے بالکل بے ثبوت ہے نہ کسی حدیث و اثر میں اس کا ذکر ہے نہ کتب فقہ میں متقدمین و متاخرین سے کسیکا قول مذکور ہے۔ اسپر اصرار و ہٹ کرنا مکروہ ہے بدعت ہے اسکو چھوڑ دینا اور ممکن ہو تو چھوڑنا دونوں ضروری

یہ التزام یقیناً بدعت ہے اور ایسے ہی الفاتحہ جو زور سے کہا جاتا ہے۔ بدعت ہے۔

(۳) جس چیز کا ثبوت مذہب میں نہو اُسپر مجبور کرنا جائز نہیں۔ لہذا متولیان مسجد کو جائز نہیں کہ امام مسجد کو خلاف شرع کرنے پر مجبور کریں۔ اور ان کا یہ جبر شریعت کے موافق نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ کفایت اللہ غفرلہ گنگوہی
مدرس مدرسہ اسلامی اندر کوٹ میرٹھ۔

سلہٹ

جوابات۔ (۱) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ساتھ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام کے موافق سنت ہے

(۲) اس التزام کیساتھ دعا مانگنے کا کوئی ثبوت حدیث و فقہ سے نہیں ہے۔

(۳) چونکہ اس قسم کی دعا مانگنے اور فاتحہ پڑھنے کا ثبوت حدیث و فقہ سے نہیں ہے اسلئے متولیان مسجد کا امام مسجد کو التزام مذکور کے ساتھ مجبور کرنا۔ امر مخالف شرع کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور احداث فی الدین میں کوشش کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ منہ

العبد المجیب مجاہد الدین۔ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ لاریب فیہا | الاجوبۃ کلھا صحیحۃ
محمد احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ | محمد عرفان علی غفرلہ ولوالدیہ المدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ

(۴) فرائض کے بعد سنن و نوافل کا پڑھنا ہی مسجد میں حضور اکرم صلعم کا معمول نہ تھا۔ اب انصاف سے آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ دعا بطریق مذکور مسنون ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے کیا تمام مصلی حضور صلعم کے شامل مجلس شریفہ میں داخل ہوکر بطریق مذکور دعا کا معمول بنائے ہوئے تھے۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو مسنون بلکہ مشروع قرار دینے کے کیا صورت ہوسکتی۔

محمد شیر زماں مدرس مدرسہ عالیہ (سلہٹ)

(۱) بعد نماز فرض دعائے خاص مسنون ہے۔

(۲) اس طور پر لازم پکڑنا حدیث و فقہ سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) مجبور کرنا فاتحہ کے لیے خلاف شریعت ہے۔

محمد ارزان علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ (سلہٹ)

ملازم ہے۔ لہذا متولیان مسجد وغیرہ الفاتحہ والی دعا پر امام کو مجبور نہیں کر سکتے اگر وہ مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے کیونکہ مجبور کرنے کا انہیں شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

تنبیہ شاید کسیکو یہ بات جی میں کھٹکے اور کوئی اعتراض کرے کہ صدر اول میں اور فرض نماز کے بعد آجکل کی طرح جماعت سمیت دعا مانگنے کا طریقہ شائع ذائع نہ تھا لہذا یا تو اسے بھی بدعت قرار دیا جائے ورنہ اسپر قیاس کرکے سنن ونوافل کے بعد بھی سب کا اجتماعی طور سے دعا مانگنا کم از کم جائز تو قرار دیا جائے۔ اس کے مختصر ذیل کے جوابات ہیں

(۱) احادیث میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کا مدلول ومقتضی یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد اور سنن ونوافل سے پہلے دعا مانگی جائے مثلاً صحیحین کی روایت میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من الصلوٰۃ وسلم قال لا الہ الا اللہ الخ (ترجمہ) جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے لا الہ الا اللہ الخ اس کے علاوہ اور حدیثی کتب میں موجود ہیں جن میں۔ دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ وغیرہ ایسے ایسے الفاظ ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے جو صحیحین کی روایت کا مضمون ہے

(۲) فرض نماز کی ادائیگی شارع علیہ السلام نے جماعت کیساتھ مسجد میں قرار دی ہے اور سنن ونوافل کی ادائیگی مساجد میں تو خانگی مشاغل کے موانع کے سبب رخصت ہے ورنہ گھر میں ان کا پڑھنا آنحضرت صلعم کا محبوب ومسنون طریقہ ہے۔ چنانچہ یہ دعویٰ احادیث نبویہ قولی وفعلی سے اور تصریحات فقہیہ سے مدلل ومبرہن ہے بھلا جبکہ اصل سنتوں کا ہی مساجد میں التزام وجماعت کے ساتھ ثابت نہیں فرداً فرداً پڑھنا مقرر ہے بلکہ اپنے اپنے گھر میں اولیٰ وافضل ہے تو ان کے توابعات اختیاریہ دعا وغیرہ کا بہیئت اجتماعی لزوم ودوام کیسے جائز ومستحسن ہو خلاصہ یہ کہ جماعت والی نماز فرض کے بعد کی دعا پر سنن نوافل کے بعد کی دعا کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جو شرعاً وعقلاً جائز نہیں۔

(۳) بیشک یہ تسلیم ہے کہ جماعت والی فرض نماز کے بعد کی دعا پر صدر اول میں آجکل کا سا دوام والتزام کہیں نہ تھا لیکن چونکہ یہ در اصل ثابت ہے اور موجودہ طریقہ و دوام کو واجب وضروری نہیں سمجھا جاتا نوافل کا سا حال ہے اگر کوئی بغیر دعا مانگے چلا جاتا ہے تو اعتراض نہیں کیا جاتا اس کے

حکم پر لعن طعن نہیں ہوتا۔ بخلاف سنن ونوافل کے بعد والی دعا کے کہ اسکو اتنا لازم وضروری سمجھا ہوا ہے کہ اسکے تارکین پر لعنت وملامت کیجاتی ہے حالانکہ درحقیقت بے ثبوت بھی ہے چونکہ بلا ثبوت شرعی کسی بے ثبوت یا جائز وغیر عمل پر سنت واجب کا سا دوام التزام ہی بدعت ہے لہذا پہلا طریقہ دعا مستحب ومستحسن ہے اور دوسرا طریقہ دعا واجب الترک بدعت ہوا۔ وہذا ہو الفرق بینہما واللہ اعلم وعلمہ اتم

حررہ العبد الاثیم الی اللہ الغنی ابو حفص عبد الرحیم بقلم خود۔ ریواڑی۔ مورخہ ۱۲۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۲ھ

ترچناپلی الجواب۔ (۱) یہ دیندار علماء کے قول وعمل کے مطابق بہت ملکوں میں جاری ہے علماء کے نزدیک بھی مقبول ہیں وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمیناً وشمالاً واماماً وخلفاً وذہابہ لبیتہ واستقبال الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ ما لم یکن بحذائہ مصل ولو بعیداً علی المذہب (ایضاً) (قولہ وخیرہ الخ) الضمیر المنصوب للامام لکن التخییر الذی فی المنیۃ ہو انہ ان کان فی صلوٰۃ لا تطوع بعدہا فان شاء انحرف عن یمینہ او یسارہ او ذہب الی حوائجہ او استقبل الناس بوجہہ وان کان بعدہا تطوع قام یصلیہ یتقدم او یتاخر او ینحرف یمیناً او شمالاً او یذہب الی بیتہ فیتطوع ثمہ (ایضاً) لیکن درمختار، ردالمحتار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب کو اختیار ہے کہ بعد نماز فرض شمال یا جنوب کیطرف یا آگے پیچھے کیطرف منہ کرکے اللہم انت السلام الخ پڑھے یا گھر جاکر نماز ادا کرے لہذا نماز سنت یا نفل پڑھنے کے بعد بیٹھکر جماعت کے ساتھ دعا مانگنے کو جبر کرنا شرعاً درست نہیں۔ بعد نماز فرض کے متصل امام ہو یا منفرد اللہم انت السلام الخ اور کوئی دعا پڑھنا یا اس حد تک خاموش رہ کر سنت یا نفل پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑا ہونا مستحب ہے۔

(۲) حدیث وفقہ سے ثبوت نہیں۔

(۳) متولیان مسجد کا امام مسجد کو مجبور کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

شیخ ابراہیم سکرٹری مجلس العلماء ترچناپلی

از دار الفتاویٰ مجلس العلماء ترچناپلی

مکۂ معظمہ

فتویٰ حضرت مفتی مکہ معظمہ قاضی القضاۃ مولانا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سراج الحنفی مد فیوضہم

استفتا

ماقولكم دام فضلكم فيما اعتاده الناس في بعض الاقطار من مواظبة الامام الموظف بالمسجد ومقتديه على قراءة هذا الدعاء (اللهم انت السلام الخ) بعد الفراغ من الصلوٰة المفروضة متصلاً ثم بعد الفراغ من فعل السنن والنوافل يدعو عقب الفاتحة جهراً بها مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذالك وقد جرى العمل منهم على سبيل الدوام والالتزام حتى ان بعض العوام اعتقدوا ان هذا ضروري واجب حيث انهم لما وجدوا تاخير الامام عن ذلك باشتغاله بطويل السنن والنوافل اعترضوا عليه قائلين انا منتظرون الدعاء وهو يطيل صلوٰة فهل هذا العمل المذكور موافق للسنة وثابت بالاحاديث الصحيحة والروايات المعتبرة ام لا وهل يجوز للمتولي اجبار الامام الموظف المذكور على ترويج هذا الدعاء المذكور

ترجمہ

علمائے کرام! آپ کیا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا فیض ہمیشہ جاری رکھے اس بارے میں کہ بعض جگہوں میں یہ رواج پڑا ہوا ہے کہ (پہلے سے) فرض نمازوں سے فارغ ہونیکے بعد متصل یہ دعا اللھم انت السلام الخ امام مع مقتدیوں کے پڑھتا ہے۔ پھر دوبارہ وہی امام سنت اور نفل پڑھنے کے بعد دوسرے الفاتحہ کہہ کر دعا مانگتا ہے اور مقتدی اس پر آمین آمین کہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا عمل مداومت کے طور پر برابر اور پابندی کیساتھ جاری ہے یہاں تک کہ بعض عوام نے اس فعل کو ضروری اعتقاد کر لیا ہے اس طرح کہ یہ لوگ جب امام کو دیکھتے ہیں کہ وہ سنت اور نفل نمازوں میں لمبا کرکے دعا مانگنے میں دیر کرتا ہے تو اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو دعا کیلئے منتظر بیٹھے ہیں اور وہ اپنی نماز کو لمبی کر رہا ہے پس ارشاد ہو کہ آیا یہ ذکر کی ہوئی دوبارہ دعا سنت کے موافق ہے؟ اور آیا صحیح حدیثوں اور معتبر روایتوں سے ثابت ہے؟ یا نہیں اور آیا مسجد کے متولی کو یہ جائز ہے کہ وہ مسجد کے مقرر امام کو اس ذکر کی ہوئی

بعد السنن والنوافل على سبيل الالتزام ويكون اجباره على ذلك موافقاً للشرع ام لا افيدونا مفصلاً توجروا۔

الجواب

لم ترد السنة بذلك ولا رواية في ذلك ولا يجوز للمتولي اجبار الامام على ذالك لانه غير موافق للشرع والحال ما ذكر والله اعلم امر برقمه خادم الشريعة والمنهاج عبد الله بن عبد الرحمٰن سراج الحنفي قاضي القضاة ومفتي الاقطار العربية بمكة المحمية كان الله لهما حامداً مصلياً مسلماً

مہر

پچھلی دعا کے رواج دینے پر مجبور کرے جو کہ پابندی کیساتھ سنت اور نفل نمازوں کے بعد مانگی جاتی ہو اور آیا یہ مجبور کرنا شرع شریف کے موافق ہوگا یا نہیں مفصل اس کا حکم ارشاد فرمائیں اللہ تعالیٰ آپکو اجر عطا فرمائیگا

جواب

یہ (یعنے سنن اور نوافل کے بعد دوسرے الفاتحہ کہہ کر امام کا دعا مانگنا اور اس کے ساتھ مقتدیوں کا آمین آمین کہنا) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (کہیں) وارد نہیں ہوا۔ اور اس کے ثبوت میں (فقہاء کی) کوئی روایت (بھی) نہیں ہے۔ اور (مسجد کے) متولی کو جائز نہیں ہے کہ امام کو اس دعا پڑھنے پر مجبور کرے اس لئے کہ یہ دعا شرع شریف کے موافق نہیں ہے اور حال وہی ہے جو ذکر کیا گیا واللہ اعلم۔

خادم الشریعۃ والمنہاج عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سراج الحنفی قاضی القضاۃ ومفتی الاقطار العربیۃ مکہ معظمہ میں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں۔

مہر

فتوے دار الافتاء سورتی سنی جامع مسجد رنگون

سوال۔ نماز فرض صبح کے بعد مؤذن کا اللہم آمین۔ کہہ کر پکارنا اس کلام کو سنکر مقتدی اور امام ملکر ہاتھ اٹھا کر دعا کا مانگنا یہ طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر ثابت ہو تو قرآن وحدیث کے دلیل سے حوالہ قلم کریں۔

الجواب۔ چونکہ امام اور مقتدیوں کا بعد فرض متصل قبل سنت ان فرائض کے بعد جن کے آخر سنن ہیں۔ اور جن کے آخر سنن نہیں مثلاً فجر وعصر بتاخیر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حدیث قولی ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبۃ ترمذی۔ اور احادیث فعلیہ مثلاً عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من الصلوۃ وسلم قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام کان یقول ھذہ الکلمات دبر کل صلوۃ ولفظ البخاری فی کتاب الصلوۃ۔ دبر کل صلوۃ مکتوبۃ۔ وعن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر۔ فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث ابن ابی شیبہ وعمل الیوم واللیلۃ۔ وروی الترمذی وقال صحیح غریب۔ والحاکم فی المستدرک من حدیث ابن عمر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ۔ سعایہ۔ وروینا فی مسند الامام احمد وسنن ابن ماجہ وکتاب ابن السنی عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالی عنہا۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح قال اللہم انی اسألک علما نافعا وعملا متقبلا ورزقا طیبا کتاب الاذکار للنووی۔ وعن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ الخ اور روایات فقہیہ مثلاً سعایہ وتحفہ مرغوبہ میں ہے ثم بعد الفراغ من الصلوۃ یدعو الامام لنفسہ وللمسلمین رافعی ایدیہم حذو الصدر وبطونہما مما یلی الوجہ بخشوع وسکون ثم یمسحون بہا وجوہہم فی آخرہ ای عند الفراغ من الدعاء۔ سے ثابت ہے اسلئے امام کا یہ فعل یعنی دعا کے

ہاتھ اٹھانا مبنی بر کلام مؤذن نہیں بلکہ اس کا اٹھانا اسلئے کہ احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے دعا کا کیا جانا ایک ثابت شدہ امر ہے اسکی تعمیل میں امام مرغب مذکور ہا ہے۔ باقی رہا سوال میں جو طریقہ مؤذن کے اللہم آمین کہنے کہ بعد امام کا ہاتھ اٹھانا ظاہر کیا ہے۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے۔ بلکہ امام کے ہاتھ اٹھانے کے بعد مؤذن بعض بطور اعلام واطلاع مقتدیین۔ اللہم آمین کہتا ہے اور بس فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم

کتبہ۔ خاتم الھدی۔ اسماعیل بن محمد بسم اللہ عفی عنہما مدرس سنی جامع مسجد رنگون

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام بعد نماز سنن ونوافل کے بلا قید جہر و پابندی و بلا قید جماعت اگر دعا مانگے اور حاضرین مقتدیوں میں سے ہاتھ اٹھا کر آمین کہیں۔ ایسی حالت میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ اس وقت یہاں چونکہ عوام اور جہلا کی حالت اس قسم کی ہوگئی ہے (اور رسائل کا سوال بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں یہ کمال کیا ہے اول تو دو جگہ لفظ بلا قید ثبت کیا۔ اور متصل ہی۔ حاضرین مقتدیوں میں سے الخ ان الفاظ میں سب کچھ تسلیم کرلیا۔ فہم شرط ہے) کہ انہوں نے امام کے سنن و نوافل سے فراغت کے بعد دعا مانگنے کو مع امام ایک امر ضروری اور لازمی سمجھ رکھا ہے۔ اسلئے کسی ایسے شخص کا جو کہ عوام میں مقتدا اور امام سمجھا جاتا ہو جس کے فعل اور عمل کو لوگ مستند سمجھتے ہوں مجمع عوام میں دعا مانگا کرنا اور لوگوں کا اسکے ہمراہ آمین آمین کہنا بوجہ عوام کے اس خیال کو پختہ کرنے اور اعتقاد میں فتور کا باعث ہونیکے۔ اس کے جائز کہنے میں کوئی شخص اقدام نہیں کرے گا وخذ کلہ انما فیما فعلہ بحضرۃ الناس وحیث یمکن الاقتداء بالفاعل الخ للمواقعات صفحہ ۲۹۲ جلد اول۔ بلکہ بحسب تصریح فقہائے احناف کرام مستحب بھی مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے جبکہ عوام کے سامنے ہونیکے باعث موجب فساد عقیدہ ہو۔ شامی جلد اول صفحہ ۱۰۱۸ مع درمختار میں ہے وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ۔ قولہ فمکروہ الظاہر انہا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین ما لیس منہ ملاحظہ کیجئے باوجودیکہ سجدہ شکر مطابق قول مفتی بہ مستحب ہے پر بھی بخیال عوام بعد نماز سجدہ کو مکروہ کہا ہے۔ نیز بطور قاعدہ یہ بتلادیا کہ ہر مباح کہ مؤدی فساد اعتقاد عوام ہو وہ مباح بجائے مباح کے مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے۔ پس کیا حال ہوگا اس دعا کا

مروجہ کا جو کہ نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ اسلئے کہ مستحب القبول صاحب در مختار و شامی۔ وہ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو۔ یا رغبت دلائی ہو۔ یا سلف صالحین نے اسکو پسند کیا ہو۔ وھو ما فعله النبی صلی الله علیه وسلم مرة وترکه اخری وما احبه السلف الی قوله وھو الخ یرد علیه ما رغب فیه علیه السلام ولم یفعله فالاولی ما فی التحریر ان ما واظب علیه مع ترک ما بلا عذر سنة وما لم یواظب علیه مندوب ومستحب وان لم یفعله بعد ما رغب فیه ام بحر شامی مع در مختار صفحہ ۱۳۰ جلد اول۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح دعاء ثانی کو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ اسپر رغبت دلائی اور نہ سلف صالحین سے اس کا استحباب منقول۔ اور ادھر فقہاء کا عدم نقل کو موضع استدلال میں پیش کرنا ذائع و شائع۔ ومنها ان الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين لم ينقل عنهم هاتان الصلوتان فلو كانتا مشروعتين لما فاتتا عن السلف الخ کبیری صفحہ ۳۷۱

مع ہذا اسپر وہ شور و شر اور اصرار جو کہ علماء کو چھوڑ عوام الناس سے مطبوعہ فارموں پر دستخط لیے جاتے ہوں۔ اسپر اگر کسیکے منہ سے اتنا نکل جائے کہ بھائی اس کا کہیں ثبوت بھی ہے۔ اور ہندوستان کے ان شہروں میں جن کا شمار مرکز علوم دینیہ میں ہوتا ہے اسپر عملدرآمد بھی ہوتا ہے۔ تو فوراً ایسے سائل کو وہابی کا تمغہ دیا جاتا ہے۔ اور اماموں کی امامت کے قابلیت کا معیار اسی مروجہ دعاء ثانی کو بنا لیا گیا ہو خواہ مسائل ضروریہ سے نابلد محض ہی کیوں نہ ہو۔ اور تارک فرائض و واجبات سے یہ بھی دریافت نہ کیا جاتا ہو کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں اور اس دعاء ثانی کے تارک کو وہ لعن طعن کیا جاتا ہو کہ الامان والحفیظ ایسی حالت میں ہر وہ شخص کہ جس میں سلامت طبع اور اصابت رائی کی ادنی بھی بو ہوگی۔ وہ اس دعاء ثانی رسمی کو حسب قواعد فقہاً امت مکروہ کہنے میں ہرگز تردد تامل نہ کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ احقر الوریٰ۔ اسماعیل بن محمد بسم اللہ عفی عنہما

سورتی مفتی جامع رنگون

۱۶۔ نومبر ۱۹۳۸ء

الصحائف المرفوعہ

فی جواب

اللطائف المطبوعہ

از حضرت علامہ مولٰنا المولوی المفتی محمد کفایت اللہ صاحب

الشاہجہاں پوری ثم الدہلوی

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهُ اللّٰهَ الْعَلِيَّ الْعَظِيْمَ
وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امابعد۔ نفائس مرغوبہ کے طبع ثانی کے وقت بعض احباب رنگون نے میرے پاس ایک رسالہ بھیجا جس کا نام اللطائف المطبوعہ الی جواب النفائس المرغوبہ ہے یہ رسالہ جناب مولانا مولوی مفتی عبدالباری صاحب مرحوم و مغفور کی جانب منسوب ہے مگر اسکی صورت یہ ہے کہ مولوی محمد یعقوب صاحب نے حضرت مولانا عبدالباری صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد اُن کے مسودات میں سے کچھ تحریرات نکالیں۔ اور خود انہیں ترتیب دے کر لطائف مطبوعہ کے نام سے رسالہ بنا کر شائع کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر مولانا عبدالباری صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو وہ اسکو اس صورت میں شائع کرنا ہرگز پسند نہ فرماتے۔ کیونکہ اسکی موجودہ ترتیب اور صورت اُن کے مرتبۂ علم اور ثقاہت کے خلاف ہے۔

بہرحال اب کہ رسالہ اُن کے بعد اُن کے نام سے شائع کر دیا گیا؛ ورنا واقف حضرات کے لئے ایک اشتباہ کا موقعہ پیدا ہو گیا کہ یہ مولانا مرحوم کے خیالات ہیں اس لئے رفع اشتباہ کے لئے ضروری معلوم ہوا کہ رسالہ کے مضامین کا مختصر جواب بھی شائع کر دیا جائے۔ تاکہ طالبین حق کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے اور جو اشتباہ کہ پیدا ہو گیا ہے وہ رفع ہو جائے وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ

خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہٗ
شعبان المعظم ۳۲۸ھ

واضح ہو کہ اصل مسئلہ جو زیر غور ہے وہ یہ ہے کہ بعض اطراف ہندوستان میں معمول یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے سلام کے بعد امام اور مقتدی اللهم انت السلام کے علاوہ بھی ایک دو مختصر ماثور دعائیں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں اور دعا سے فارغ ہو کر سنتیں نفلیں پڑھتے ہیں پھر ہر شخص اپنی اپنی دعائیں مانگتا ہے اور اٹھکر چلا جاتا ہے کوئی پہلے کوئی پیچھے یعنی سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد سب اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے لئے انتظار نہیں کرتے۔

اسکے خلاف بعض مقامات (مثلاً برہما۔ گجرات وغیرہ) میں یہ رواج ہے کہ فرض نماز کے سلام کے بعد امام اور مقتدی صرف اللهم انت السلام الخ پڑھتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سنتیں نفلیں پڑھکر امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگتے ہیں۔ اور اس رواج کی بھی مختلف مقامات میں مختلف صورتیں ہیں

کسی جگہ تو اللهم انت السلام الخ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں اور کہیں نہیں اٹھاتے اور کسی جگہ سنن و نوافل کے بعد امام زور سے الفاتحہ کہہ کر صرف ایک بار مقتدیوں کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔

اور کسی جگہ ایک بار دعا ختم کر کے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر دوسری بار الفاتحہ کہکر دعا مانگی جاتی ہے۔

اور کسی جگہ دوسری دعا ختم کر کے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر تیسری مرتبہ امام الفاتحہ کہکر دعا مانگتا ہے۔

بہر سنن و نوافل کے بعد اس مروج دعا کو اس قدر ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اگر کوئی امام سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنے کے لئے نہ بیٹھے اور پہلے ہی اٹھکر چلا جائے یا جائے تو نہیں

مگر دعا نہ مانگے تو امام کو برا بھلا کہنا۔ امامت سے معزول کر دینا اور ایک جھگڑا فساد برپا کر دینا۔ مسلمانوں میں نااتفاقی اور پھوٹ ڈال دینا۔ سب و شتم کرنا۔ یہ معمولی باتیں ہیں جو پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بیسیوں مثالیں اسکی موجود ہیں۔ نفائس المرغوبہ میں یہ لکھا گیا تھا۔

دوسرے طریقے کا احادیث و فقہ سے ثبوت نہیں ہے یعنی کسی حدیث یا آثار صحابہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم یا ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں لوگ سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کے لئے بیٹھے انتظار کیا کرتے تھے اور جب خود حضور انور اور تمام مقتدی سنن و نوافل سے فارغ ہو جاتے تھے تو سب ملکر دعا مانگتے تھے۔ پھر دعا کا طریقہ بھی یہی ہوتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زور سے الفاتحہ فرماتے اور تمام مقتدی حضور کے ساتھ دعا میں شریک ہوتے پھر صرف ایک مرتبہ دعا فرماتے یا دو دو تین تین مرتبہ دعا کرتے۔ ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے۔ قاعدے کے موافق ہمیں اتنا ہی کہدینا کافی تھا کہ ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے۔ اور جو لوگ کہ اس طریقے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اُن پر لازم تھا کہ وہ ان باتوں کا ثبوت پیش کرتے اور وہ روایات بیان کرتے جن سے ثابت ہوتا کہ سنن و نوافل کے بعد تمام صحابہ حضور کے ساتھ ملکر دعا مانگتے تھے۔ حضور الفاتحہ فرما کر دعا شروع کرتے تھے اور ایکبار دعا مانگتے تھے یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ۔ مگر ہم نے اس خیال سے کہ عوام علم مناظرہ کے اس قاعدے سے تو واقف نہیں ہوتے کہ ثبوت پیش کرنا کس کے ذمے ہوتا ہے وہ تو ہر فریق سے خواہ مدعی ہو یا منکر دلیل پیش کرنے کے منتظر رہتے ہیں تبرعاً اپنی طرف سے دلائل بھی پیش کر دیئے تھے جن میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کو گھروں میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور گھر میں پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے سے زیادہ فرمایا ہے۔ اور خود بھی عام طور پر حضور انور صلعم نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔ اس کے لئے نفائس مرغوبہ کے صفحہ ۳ میں حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث اور صفحہ ۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی۔ یہ حدیثیں نہایت صاف اور صریح اور صحیح ہیں۔

ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور عام طور پر سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے اور چونکہ صحابہ کرام کو بھی گھروں میں سنن و نوافل پڑھنے کی ترغیب دی تھی اور صحابہ کرام حضور کی ترغیب پر دل وجان سے عمل کیا کرتے تھے اور افضل اور بہتر صورت کو ہی اختیار کرتے تھے تو ضرور ہے کہ وہ بھی عام طور پر سنن و نوافل گھروں میں ہی جا کر پڑھتے ہوں گے۔

پس اس سے سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور انور کے اور صحابہ کرام کے زمانہ میں رواج نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

لطائف مطبوعہ صفحہ میں اس روشن اور واضح ثبوت کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو حدیثیں نفائس مرغوبہ میں پیش کی گئی ہیں اُن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور نے ہمیشہ سنتیں مکان میں پڑھی ہیں۔ کبھی باہر مسجد میں نہیں پڑھیں نہ سفر میں نہ حضر میں۔ پس ممکن ہے کہ حضور نے کبھی فرض کے بعد اسی جگہ سنتیں پڑھی ہوں اور سنتوں کے بعد دعا مانگی ہو۔

اس مضمون کا جواب

مجھے حیرت ہے کہ مولانا عبد الباری مرحوم جیسا فاضل ایسا کمزور اور بودا جواب کیسے لکھ سکتا تھا۔ میں نے تو وہ حدیثیں پیش کی ہیں جن سے حضور کی عادت شریفہ یہ ثابت ہوتی ہے کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھا کرتے تھے اور اسیکو افضل فرماتے تھے۔ اور اسی بنا پر صحابہ کرام کا گھروں میں جا کر سنتیں پڑھنا غالب اور راجح بتایا تھا۔ تو اُن کا فرض یہ تھا کہ وہ کوئی ایسی حدیث بیان کرتے جس سے حضور کی عادت شریفہ یہ ثابت ہوتی کہ سنن و نوافل مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی سنن و نوافل مسجد میں ادا کیا کرتے تھے۔ اُنہوں نے کوئی ایسی روایت تو پیش نہیں کی صرف یہ کہدیا کہ ممکن ہے کبھی آپنے سفر میں یا حضر میں مسجد میں بھی سنتیں پڑھی ہوں۔

میں نے یہ کب کہا تھا کہ حضور نے ساری عمر میں کبھی مسجد میں سنن و نوافل نہیں پڑھے

ہیں سے تو یہ ثابت کیا تھا کہ حضور کی عادت شریفہ گھر میں پڑھنے کی تھی۔ اس عادت کے خلاف کوئی روایت پیش نہیں کی نہ کر سکتے تھے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اگر حضور نے کبھی سفر میں یا حضر میں سنتیں باہر پڑھی ہوں اور ان کے بعد دعا بھی مانگ لی ہو تو آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ کیا اس سے حضور کے زمانہ میں اس رواجی دعا کے رواج کا ثبوت ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ اور جب کہ یہ ثابت ہے کہ عادت شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی کہ سنن و نوافل گھر میں جا کر پڑھتے تھے اسلئے رواجی دعائے ثانیہ یعنی سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور کے زمانہ میں نہ ہونا روز روشن کی طرح ثابت رہیگا

لطائف مطبوعہ کا مضمون

دسی صفحہ میں آپنے یہ بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے حضور گھر میں سنن و نوافل کے بعد دعا مانگ لیا کرتے ہوں

جواب

یہ قول پہلے قول سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ غالب ہے کہ آپ گھر میں سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہوں گے مگر اس سے یہ اجتماعی دعا جو سنتوں اور نفلوں کے بعد مساجد میں خاص اہتمام کے ساتھ رواج پذیر ہے وہ تو ثابت نہیں ہوتی۔ کاش مولانا عبد الباری مرحوم اور ان کے ہمخیال علما یہی تعلیم دیتے کہ امام اور مقتدی گھر میں جا کر سنتیں نفلیں پڑھا کریں اور سنن و نوافل کے بعد دعا مانگا کریں تو یہ ایک طریقہ مسنونہ کی تعلیم بھی ہوتی اور سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا۔ مسلمان بھی اتفاق و اتحاد سے رہتے۔ اور کوئی لڑائی قصہ ہی پیش نہ آتا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

تیسرا جواب لطائف مطبوعہ صفحہ میں یہ دیا گیا ہے کہ جبکہ احادیث قولیہ سے دعا بعد سنت کا ثبوت ہو گیا جیسا کہ اوپر گذرا تو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ گو کہ آپ کے فعل سے اس کا ثبوت نہ سہی +

اس مضمون کا جواب

لطائف مطبوعہ میں چار قولی حدیثیں بیان کی گئی ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) حدیث انس رضی اللہ — ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ الخ
کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلائے الخ

(۲) حدیث فضل بن عباسؓ — الصلوٰۃ تخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیک الخ
کمال نماز خشوع اور خضوع اور عاجزی ہے پھر دونوں ہاتھوں کو تم اٹھائے۔

(۳) حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ — ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبر الصلوٰت المکتوبۃ
کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہے فرمایا آخر شب کی اور فرض نماز کے بعد کی دعا

(۴) حدیث معاذ رضی اللہ عنہ — یا معاذ لا تدعن ان تقول فی دبر کل صلوٰۃ
اے معاذ ہرگز مت چھوڑ اللّٰہم اعنی الخ کا کہنا بعد ہر نماز کے

میں نے بقدر ضرورت ان حدیثوں کے الفاظ نقل کر دیئے ہیں جو لطائف مطبوعہ کے صفحہ ۵ و صفحہ ۶ میں مرقوم ہیں۔ ناظرین لطائف مطبوعہ میں ان حدیثوں کو پوری عبارت کے ساتھ مکرر سہ کرر پڑھیں اور دیکھیں کہ ان احادیث میں اسکی تصریح کہاں ہے کہ لوگ سنن و نوافل مسجد میں پڑھیں اور پھر سب ملکر دعا مانگیں۔ جو پہلے فارغ ہو جائیں وہ دوسروں کے فارغ ہونے تک بیٹھے انتظار کیا کریں۔

بلکہ ان حدیثوں پر عمل کرنے کی بہتر اور افضل صورت یہی ہے کہ فرضوں سے فارغ ہو کر مختصر دعا مانگی جائے۔ اور حدیث عبد اللہ بن سعد و حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بموجب سنن و نوافل گھروں میں جا کر پڑھی جائیں اور وہاں بھی فراغت کے بعد دعا مانگی جائے۔

پس ان قولی حدیثوں میں اور حضور کے اس فعل میں کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے اور مسجد میں اجتماعی دعا حضور کے فعل سے ثابت نہیں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں ہے دونوں باتیں یعنی قول و فعل باہم مطابق و موافق ہیں۔

تنبیہ (۱)

یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت شریفہ اور اکثری طرز عمل تو یہی تھا کہ سنن و نوافل گھر پر ہی پڑھتے تھے لیکن حضور سے احیاناً یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد میں بھی آپ نے سنن و نوافل پڑھی ہیں اسلئے اگر لوگ فرضوں کے بعد سنتیں نفلیں مسجد میں پڑھ لیں تو یہ ناجائز یا مکروہ نہیں ہے۔ مگر سنن و نوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا مروجہ طریقہ ہرگز ثابت نہیں ہے اس لئے اس کا التزام یقیناً لائق ترک ہے۔

تنبیہ (۲)

یہ بھی واضح رہے کہ فقہاء حنفیہ میں سے ایک جماعت نے اُن فرضوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں دعا کو مکروہ کہا ہے۔ اسی جماعت نے اُن احادیث کی تاویل کی ہے جن میں لفظ دبر الصلوات المکتوبات اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں کہ ان سے مراد سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنا ہے۔

مگر خود فقہاء محققین حنفیہ نے یہ دیکھکر کہ اوّل تو کراہت ایک حکم شرعی ہے اس کے لئے کوئی دلیل درکار ہے اور احادیث و آثار میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان میں دعا مکروہ ہے۔ دوم کہ لفظ دبر الصلوۃ یا دبر الصلوات المکتوبات کے ظاہری اور متبادر معنے یہی ہیں کہ فرض کا سلام پھیرتے ہی وہ اذکار پڑھے جائیں جن کی تعلیم دی گئی ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان ظاہری اور متبادر معنی کو چھوڑ کر سنن و نوافل کے بعد کا وقت مراد لیا جائے یہ تصریح کی کہ فرض نماز کے سلام کے بعد ہی دعا مانگنا بہتر اور افضل ہے اور یہی راجح اور صحیح ہے۔

اور اس صورت میں تمام احادیث اپنے ظاہری اور متبادر معنی پر محمول ہو سکتی ہیں اور حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ جو نفائس مرغوبہ کی فصل دوم میں نمبر ۳ پر مرقوم ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ انہ قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللھم اغفرلی ذنوبی وخطایای

کلھا اللھم انعشنی واجبرنی واھدنی لصالح الاعمال والاخلاق انہ لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الا انت (اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ کذا فی تحفۃ المرغوبہ)

(ترجمہ) ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا تو ہر نماز فرض اور نفل کے بعد حضور کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔ اللھم اغفرلی ذنوبی الخ

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد بھی اور نفل نماز کے بعد بھی حضور یہ دعا پڑھتے تھے اور اس میں لفظ دبر کل صلوۃ مکتوبۃ سے اسکے ظاہری اور متبادر معنے ہی مراد ہیں کہ فرض کے بعد متصل دعا پڑھتے تھے کیونکہ اگر دبر کل صلوۃ مکتوبۃ میں یہ معنے مراد نہ ہوتے اور وہی تاویلی معنے مراد ہوتے کہ نوافل کے بعد دعا پڑھتے تھے تو پھر آگے ولا تطوع فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی اور فرضوں اور نفلوں دونوں کی تصریح نہ کیجاتی۔

علامہ حلبی کی وہ عبارت جو نفائس المرغوبہ کے صفحہ (۱۹) میں مرقوم ہے اور جس میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ کے معنے بتلائے ہیں پڑھیے اور دیکھئے کہ علامہ صحیحین کی اس دعا کو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد

اور صحیح مسلم کی اس دعا کو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔

یہ فرما کر کہ یہ دعائیں بھی اللھم انت السلام کے ساتھ تحقیقی طور پر یا تقریبی مقدار میں برابر ہیں اور ان دعاؤں کی حدیثوں اور حدیث عائشہ میں کوئی منافات نہیں ہے یعنی فرضوں کے متصلاً یہ دعائیں اسیطرح پڑھی جاسکتی ہیں جس طرح اللھم انت السلام الخ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ علامہ حلبی بھی فرض و سنن کے درمیان اللھم انت السلام کے سوا دوسرے اذکار و ادعیہ کی کراہیت کے قائل نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب صحیح و صریح روایات حدیث موجود ہیں تو محققین حنفیہ کراہت کے قائل کیسے

ہو سکتے تھے اسی وجہ سے امام شمس الائمہ حلوانی نے کراہت کی روایت کو قابل عمل نہیں سمجھا اور اسی وجہ سے علامہ ابن ہمام نے بھی تھوڑی مقدار میں ان دعاؤں کو داخل کرنے سے اختلاف نہیں کیا اور اسی بنا پر مفاتیح الجنان میں قبل السنۃ کی تصریح کر دی یعنی اذکار ماثورہ سنتوں سے پہلے پڑھے جائیں۔

اور اسی لحاظ سے حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا والاولیٰ ان یأتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب الخ (حجۃ اللہ البالغہ) یعنی بہتر اور افضل یہ ہے کہ ان اذکار ماثورہ کو سنن راتبہ سے پہلے پڑھے +

پس حاصل یہ ہے کہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان دعا مانگنے کو مکروہ کہنا قوی اور راجح نہیں ہے۔ بلکہ فقہاء محققین کی تصریح کے موافق راجح یہی ہے کہ سنتوں سے پہلے اذکار وادعیۂ ماثورہ پڑھی جائیں۔ اور یہی قول ظاہر احادیث کے موافق ہے ہاں بہت زیادہ تطویل کرنا یا غیر ماثور اذکار وادعیہ پڑھنے کو مکروہ کہا جائے تو گنجایش ہے۔

تنبیہ (۳)

جن فقہاء نے فرضوں اور سنتوں کے درمیان دعا کو مکروہ فرمایا ہے اُن کا مطلب یہی ہے کہ اگر فرض پڑھنے کی جگہ پر ہی سنتیں پڑھنے کا ارادہ ہو تو پھر سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر مکروہ ہے لیکن فرضوں کے مقام میں سنتیں ادا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ امام اپنے مکان یا حجرے میں جا کر سنتیں پڑھے اور اسی طرح لوگ بھی اپنے مکانوں میں جا کر سنتیں پڑھیں۔ اگر مقتدی سب ایسا نہ کر سکیں تو جو کر سکتے ہوں وہ کریں۔ اور تمام کے تمام نہ کر سکیں تو وہ امام کو اس اولیٰ اور افضل عمل سے نہ روکیں۔ اگر امام فرض پڑھا کر مختصر ماثور ذکر و دعا پڑھکر حجرے میں چلا جاتا کہ سنن ونوافل کو اپنے حجرے میں افضل اور مسنون طریق پر ادا کرے تو جانے دو۔ اسکو ایک غیر ثابت اور غیر مسنون رواجی دعا کے لئے ایک مسنون عمل سے کیوں روکا جاتا ہے

ان الکلام فیما اذا صلی السنۃ فی محل الفرض لاتفاق کلمۃ المشائخ علی ان الافضل فی السنن حتی سنۃ المغرب المنزل ای فلا یکرہ الفصل بمسافۃ الطریق (رد المحتار نقلا عن الحلیہ)

یعنی تاخیر سنت کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں جو کلام ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ جب کوئی سنتوں کو وہیں پڑھے جہاں فرض پڑھے ہیں کیونکہ تمام مشائخ کا اس کا اتفاق ہے کہ تمام سنتوں کو یہاں تک کہ مغرب کی سنتوں کو بھی گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے تو گھر تک جانے میں جو فاصلہ اور تاخیر ادا سنت میں ہو یہ اتفاقاً مکروہ نہیں ہے۔

لطائف مطبوعہ میں باب اول صرف اس غرض کے لئے منعقد کیا گیا تھا کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کو ثابت کیا جائے۔ مولف نے اس مقصد کے لئے سب سے پہلے نور الایضاح اور اسکی شرح مراقی الفلاح کی عبارت پیش کی ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یا تو مولف نے نور الایضاح اور مراقی الفلاح کا مطلب ہی نہیں سمجھا یا قصداً ان کتابوں کی عبارتوں میں قطع برید کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہا ہے۔ اسلئے میں ذرا تفصیل سے اسکو بیان کئے دیتا ہوں۔

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ نور الایضاح میں یہ بحث جس فصل میں ذکر کی گئی ہے اسکے عنوان کے الفاظ یہ ہیں۔

فصل فی الاذکار الواردۃ بعد الفرض

یعنی یہ فصل اُن اذکار کے بیان میں ہے جو نماز فرض کے بعد وارد ہوتے ہیں۔ مصنف پہلے نماز کے افعال کی ترکیب بیان کر چکا ہے۔ اس فصل کو سلام تک پہنچا کر ختم کر دیا تھا اس کے بعد باب الامامۃ اور اس کے متعلق فصول ذکر کیں۔ پھر یہ فصل منعقد کی جس میں یہ بتانا تھا کہ نماز فرض کے سلام کے بعد کیا کیا ذکر اور دعائیں وارد اور منقول ہیں اسی لئے عنوان میں بعد الفرض کا لفظ صراحۃً ذکر کر دیا۔

پہلا مسئلہ یہ بیان کیا کہ نماز فرض کے بعد سنتوں کو فوراً شروع کر دینا چاہئے یا کچھ توقف بھی جائز ہے اس میں مصنف نے پہلی روایت یہ ذکر کی۔

القیام الی اداء السنۃ التی تلی الفرض متصلا بالفرض مسنون غیر انہ	یعنی فرضوں کے سلام کے بعد ان سنتوں کو ادا کرنے کے لئے جو فرضوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں

يستحب الفصل بينهما كما كان عليه السلام اذا سلّم يمكث قدر ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام واليك يعود السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام ثم يقوم الى السنة۔

(مراقی الفلاح)

بلا توقف کھڑا ہو جانا چاہئے مگر یہ کہ فرضوں اور سنتوں میں علیحدگی کر دینی مستحب ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب فرض کا سلام پھیرتے تو اتنی مقدار ٹھیرتے کہ اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پڑھ لیتے۔ پھر کھڑے ہوتے اور سنت کےلئے۔

اسکے بعد مصنف نے علامہ ابن ہمام کا یہ قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ ذکر (اللھم انت السلام الخ) وہ ذکر ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے منجملہ ان اذکار کے جن سے اداء سنت مؤخر کیا جاتا ہے اور جن کے ذریعہ سے فرضوں اور سنتوں میں فصل اور علیحدگی کی جاتی ہے۔ چونکہ علامہ ابن ہمام کا مطلب یہ تھا کہ جو اذکار نماز فرض کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھے جانے منقول ہیں انہیں سے اللھم انت السلام کا ثبوت پختہ ہے اسلئے صرف اسی کو پڑھنا چاہئے +

مگر چونکہ اس ذکر کے علاوہ بعض دوسرے ذکر اور دعائیں بھی ثابت تھیں اور ان کا ثبوت بھی پختہ تھا اسلئے صاحب مراقی الفلاح نے علامہ ابن ہمام کا قول نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا۔

قلت ولعل المراد غير ما ثبت ايضا بعد المغرب وهو ثان رجله لا اله الا الله الخ عشرا وبعد الجمعة من قرأة الفاتحة والمعوذات سبعا سبعا ۔ (مراقی الفلاح)

میں کہتا ہوں کہ غالبا علامہ کی مراد یہ ہے کہ اللھم انت السلام کی طرح اور جو ذکر ثابت ہے وہ بھی سنتوں سے پہلے پڑھنا مستحب ہے جیسے کہ ایک حدیث میں نماز مغرب کے بعد اسی طرح بیٹھے ہوئے لا الہ الا اللہ الخ دس مرتبہ پڑھنا ثابت ہے اور دوسری حدیث میں جمعہ کے بعد سنتوں سے پہلے سورۂ فاتحہ اور معوذات سات سات مرتبہ پڑھنا ثابت ہے۔

پس صاحب مراقی الفلاح کی اس تصریح سے ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک فرض نماز کے سلام کے بعد اللھم انت السلام کے علاوہ اور اذکار ثابتہ ماثورہ پڑھنا بھی جائز ہے اور ان کی وجہ سے جو تاخیر ادا سنت میں ہوگی وہ تاخیر مکروہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے +

آسیر مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا۔

وفی رواية عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام الخ وهو تقييد كالذى ذكره المؤلف انه ليس المراد انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد زمانا يسع ذلك المقدار ونحوه من القول تقريبا

(حاشیہ طحطاوی مراقی الفلاح)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار جس میں اللھم انت السلام پڑھ سکیں۔

یہ روایت بھی بتلاتی ہے جو مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضور اللھم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ جس میں اللھم انت السلام یا اسی کی تقریبی مقدار کا اور کوئی ذکر پڑھا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ضرور اللھم انت السلام پڑھتے تھے بلکہ اتنی مقدار کا ذکر پڑھتے تھے خواہ یہی پڑھتے ہوں یا اور کوئی ذکر ودعا۔

اور یہی مطلب علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے۔ نیز ان دونوں بزرگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم رحمہما اللہ کی کتابوں میں فرض کے بعد جو دعائیں منقول ہیں وہ بھی اللھم انت السلام کے ساتھ تقریبی مقدار میں شامل ہیں اسلئے حضرت عائشہ کی روایت میں اور ان اذکار کی روایتوں میں کوئی تعارض اور منافات نہیں ہے یعنی ان بزرگوں کے نزدیک فرض اور سنتوں کے درمیان ان دعاؤں کا پڑھنا اسی طرح جائز اور ثابت اور مستحب ہے جس طرح اللھم انت السلام کا پڑھنا ہے۔ بخاری اور مسلم کی وہ روایتیں یہ ہیں جو طحطاوی اور کبیری دونوں میں منقول ہیں +

عن المغيرة رضى الله عنه انه صلى الله عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلوة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى

یعنی مغیرہؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد (بخاری ومسلم)

اور اسی طرح حدیث عائشہؓ کی ان روایت کے بھی

لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد ولكن لا ينافي ما رواه مسلم وغيره عن عبد الله بن الزبير كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون

منافی نہیں ہے جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (فرض) کا سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے فرماتے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔

میں نہیں سمجھتا کہ علامہ طحطاوی اور علامہ حلبی کی اس تصریح کے بعد کہ۔

(۱) حدیث عائشہؓ کی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے سلام کے بعد اللہم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اور یہ کہ اللہم انت السلام والی روایت دوسرے ماثورہ ذکروں کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اور یہ کہ مذکورہ بالا دونوں ذکر اللہم انت السلام کے ساتھ تقریبی مقدار میں برابر ہیں۔

(۴) اور یہ کہ ان حدیثوں میں ان ذکروں کا سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔

(۵) اور یہ کہ مسلم کی روایت میں اذا سلم سے نماز فرض کا سلام ہی مراد ہے۔

(۶) اور صحیحین کی روایت میں دبر کل صلوٰۃ سے نماز فرض کے بعد اس کے متصل سنتوں سے پہلے کا وقت ہی مراد ہے۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ نفائس المرغوبہ میں تقریبی مقدار کی جو توضیح کی گئی تھی وہ فقہاء حنفیہ کی تصریح کے موافق نہ تھی اور کسی کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ فرض نماز کے سلام کے بعد اللہم انت السلام الخ کے علاوہ دوسرے اذکار و ادعیہ ماثورہ کو ناجائز یا مکروہ کہہ سکے۔

تنبیہ

اوپر مراقی الفلاح کی عبارت میں اللّٰھم انت السلام کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں والیک یعود السلام بھی شامل ہے بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔

اس پر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں۔

قال في شرح المشكوٰة عن الجزري واما ما زاد بعد قوله ومنك السلام من نحو واليك يرجع السلام فحينا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص انتهى

(حاشیہ طحطاوی بر مراقی الفلاح)

یعنی شرح مشکوٰۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر میں جملہ ومنک السلام کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھائے ہیں والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔

اس فصل کے اس پہلے مسئلہ میں کہ فرض کے بعد سنتوں میں کتنی تاخیر ہو سکتی ہے امام مقتدی منفرد سب شریک تھے اسلئے اسکو تو صاحب نور الایضاح و مراقی الفلاح نے عام الفاظ سے بیان کیا اسکے بعد اس فصل میں **دوسرا مسئلہ** یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ آیا فرض کے بعد سنتیں اسی جگہ پڑھی جائیں جس جگہ فرض پڑھے ہیں یا اس سے دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے ہٹکر تو نور الایضاح میں امام کے لئے اس صورت کا یہ حکم ذکر کیا گیا عبارت متن کی یہ ہے

ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول الى جهة يساره لتطوع بعد الفرض

(نور الایضاح)

یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام فرض کے بعد اپنی بائیں جانب ہٹ جائے فرض کے بعد کی سنتوں یا نفلوں کے ادا کرنے کے لئے۔

اس عبارت میں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ سنتیں فرض کی جگہ پڑھی جائیں یا ہٹ کر۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سلام پھیرتے ہی بغیر کچھ ثنا یا دعا پڑھے فوراً ہٹ جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللّٰھم انت السلام ومنک السلام الخ یا اس کے مثل دوسرے

اذکار و ادعیہ ماثورہ پڑھکر جب سنتوں کے لئے کھڑا ہو تو مستحب یہ ہے کہ بائیں جانب ذرا ہٹ کر کھڑا ہو۔

سنتوں کے لئے جگہ بدلکر کھڑا ہونا اسلئے مستحب ہے کہ (۱) اول تو باہر سے آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ امام فرض پڑھ رہا ہے اور وہ دھوکا کھاکر اقتدا کی نیت نہ کرلے (۲) دوسرا فائدہ یہ کہ جگہ بدلنے سے وہ دوسری جگہ بھی اسکے لئے نماز کی گواہ بن جائے گی۔

اپنی بائیں جانب ہٹنے کی وجہ یہ بیان کی کہ امام کی بائیں جانب قبلہ کی داہنی جانب ہوتی ہے اور قبلہ کی داہنی جانب کو اسکی بائیں جانب پر شرف حاصل ہے (مراقی الفلاح)

مگر علامہ سید احمد طحطاوی نے حضرت ابوہریرہ رضہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايعجز احدكم ان يتقدم او يتأخر او عن يمينه او عن شماله في الصلوة يعني في السبحة ـ (رواه ابو داؤد وابن ماجه كذا في الطحطاوي)	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سنتوں، نفلوں کے لئے آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ آؤ یا دائیں طرف یا بائیں جانب کو ہو جاؤ۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ بدلنے کے لئے چاروں صورتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ حکم اسوقت ہے جب وہیں سنتیں پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ ان چاروں صورتوں سے افضل یہ ہے کہ مسجد سے جاکر اپنے مکان یا حجرے میں سنتیں پڑھے۔

وقد منا عن الحلية ان الاحسن من ذلك كله تطوعه في منزله (رد المحتار)	یعنی ہم پہلے حلیہ سے نقل کر چکے ہیں کہ ان سب صورتوں سے بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر جاکر سنتیں و نوافل پڑھے۔

تیسرا مسئلہ پھر ماتن نے تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ اگر امام اپنی جگہ پر بیٹھکر اذکار ماثورہ پڑھنا چاہے کہ اس کی نیت کیا ہو اس کے لئے یہ عبارت ذکر کی۔

وان یستقبل بعدہ الناس (نور الایضاح) اور مستحب ہے کہ امام فرضوں یا سنتوں کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھے یعنی اگر وہ بیٹھنا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھے یعنی قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھا رہنا نہیں چاہئے۔

وكذا يكره مكثه قاعدا في مكانه مستقبل القبلة في صلوة لا تطوع بعدها (تبيين)	یعنی امام کا اپنی جگہ پر قبلہ رخ بیٹھا رہنا ان نمازوں کے بعد جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں مکروہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد تو امام اپنی جگہ نہ چھوڑے اور سوائے ان کے کہ جس میں یہ مذکور ہے کہ بغیر پاؤں موڑے ہوئے پڑھا جائے باقی اذکار و ادعیہ اگر پڑھنا چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائے اور اذکار و ادعیہ پڑھ لے متن میں تو یہی صورت ذکر کی تھی مگر شرح میں اسپر یہ اضافہ کیا۔

يستقبل الناس ان شاء ان لم يكن في مقابلة مصل (الى قوله) وان شاء الامام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وان شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره (الى قوله) وان شاء ذهب لحوائجه (مراقي الفلاح)	یعنی اگر چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائے بشرطیکہ اس کے سامنے کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ اور اگر امام چاہے تو بائیں طرف مڑ جائے کہ اسکی داہنی طرف قبلہ ہو اور اگر چاہے تو داہنی طرف مڑے کہ قبلہ اسکی بائیں جانب ہو اور اگر چاہے تو اٹھکر اپنے کام کاج کے لئے چلا جائے۔

چونکہ مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنے کے لئے یہ شرط ہے کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو اور ماتن نے صرف ایک صورت ہی ذکر کی تھی کہ مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنا مستحب ہے۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں لوگ سنتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی امام کے مقابل بھی نماز پڑھتا ہوتا ہے اسلئے مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنے کے مسئلے کو شرح میں اس طرح مقید کر دیا۔

ان يستقبل بعده اي بعد التطوع وعقب الفرض ان لم يكن بعده نافلة (مراقي الفلاح)	یعنی امام کو لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنا اسوقت بہتر ہے جب سنتوں نفلوں سے فارغ ہو جائے

تاکہ کسی نمازی کا سامنا ہونے کی صورت نہ ہو۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں فرض کے بعد بھی لوگوں کی طرف منہ کر سکتا ہو بشرطیکہ سامنے کوئی نمازی (مسبوق وغیرہ) نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ سنتوں کے بعد کی قید صرف لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنے کے لئے ہے۔ اور اگر وہ سنتوں سے پہلے داہنی طرف

یا اپنی طرف مڑ کر بیٹھ جائے یا داہنی طرف یا بائیں طرف یا آگے یا پیچھے ہٹ جائے
یا اٹھ کر اپنے مکان یا حجرے میں چلا جائے تو یہ سب جائز ہے۔ اور اٹھ کر چلا
جانا اور اپنے گھر یا حجرے میں جا کر سنتیں نفلیں پڑھنا سب سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

چوتھا مسئلہ۔ پھر ماتن نے اس فصل میں چوتھا مسئلہ وہ بیان کیا جس کے لئے فصل منعقد کی
ہے یعنی یہ کہ نماز فرض کے بعد کیا کیا اذکار و ادعیہ ماثورہ اور مروی ہیں۔ اس مسئلہ کے بیان کے لئے
اس نے یہ عبارت لکھی ہے ÷

ویستغفرون الله ثلاثاً ویقرؤن آیة الکرسی ویقرؤن المعوذات الخ (نور الایضاح)	یعنی لوگ نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھیں اور آیۃ الکرسی پڑھیں اور معوذات پڑھیں۔

اس مسئلہ کی دلیل کے لئے یہ حدیث ذکر کی ہے ÷

لقول ثوبان کان رسول الله صلی الله علیہ وسلم اذا انصرف من صلوته استغفر الله تعالیٰ ثلاثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ مسلم (مراقی الفلاح)	یعنی ثوبان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور پڑھتے اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام

اسی ثوبان رض کی حدیث کے دوسرے طرق میں یہ لفظ ہیں۔

کان النبی صلی الله علیہ وسلم اذا سلم الخ (جمع الفوائد)	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو تین بار استغفار کرتے اور اللھم انت السلام الخ پڑھتے

اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نور الایضاح نے فرض کے سلام کے بعد ہی سے اذکار ماثورہ کا بیان
شروع کیا ہے کیونکہ حدیث ثوبان کا مطلب یہی ہے کہ فرضوں کے سلام کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھ کر
اللھم انت السلام پڑھا کرتے تھے وجہ یہ کہ اللھم انت السلام الخ کا فرض کے بعد سنتوں سے
پہلے پڑھنا متفق علیہ ہے۔

اور چونکہ فرائض کے بعد جو اذکار مصنف نے ذکر کئے ہیں ان میں امام مقتدی منفرد مسبوق وغیرہ کا
کوئی فرق نہ تھا اسلئے جمع کے صیغے سے اسکو ذکر کیا۔ مطلب یہ کہ تمام نمازی فرائض کے بعد یہ اذکار
پڑھا کریں اور جب اذکار سے فارغ ہوں تو

ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره	نمازی اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کریں پھر اخیر میں اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیا کریں۔

مصنف نے ذکر اور دعا کا مسنون اور مستحب طریقہ ذکر کیا ہے۔ اس میں کہیں پر کوئی ایسا
لفظ نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ یہ تمام کام سب ملکر اجتماعی طور پر کریں۔ اور یہ تو ہو بھی
نہیں سکتا اسلئے کہ یہ ذکر اور دعائیں اس شخص کے لئے بھی اسی طرح مستحب ہیں جو تنہا نماز پڑھے
اور مسبوق کے لئے بھی اور ظاہر ہے کہ ان سب کی فراغت آگے پیچھے ہوگی۔

لطائف مطبوعہ میں اس عبارت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اس میں اصل عبارت کے خلاف
یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دئے گئے ہیں (اور سب ملکر) حالانکہ اس معنے کا کوئی لفظ
مراقی الفلاح میں نہیں ہے ÷

پھر لطائف میں لکھا ہے۔

عبارت مندرجہ بالا سے صاف طور پر ثابت ہو کہ امام اور مقتدین سب کا ملکر
اجتماعی طور پر دعا مانگنا بعد از سنت تالیہ و اذکار ماثورہ مستحب ہے؟

نتیجہ بھی اسی غلطی پر مترتب ہے کہ مراقی الفلاح کی عبارت میں (سب ملکر اجتماعی
طور پر) کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں ÷

اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ تمام اذکار اور دعائیں وہ ہیں جو سنتوں کے بعد پڑھی جائیں۔ حالانکہ
مراقی الفلاح میں اسکی بھی تصریح نہیں ہے۔ اور اس کے جملہ بعدہ ای بعد التطوع کا تعلق
صرف استقبال ناس کے مسئلے سے ہے نہ قرأت اذکار و ادعیہ سے۔

لطائف مطبوعہ میں یہی ایک عبارت تھی جس سے لوگوں کو کچھ اشتباہ ہو سکتا تھا مگر اب
انکو معلوم ہو جائیگا کہ اس عبارت میں بھی مروجہ اجتماعی دعا کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور
جو الفاظ کہ اجتماع پر دلالت کرتے ہیں وہ اپنی طرف سے بڑھائے ہوئے ہیں۔

اور یہ کہ یہ سب کچھ اسی غیر افضل صورت میں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں بھی مسجد میں
پڑھی جائیں۔ ورنہ افضل یہی ہے کہ گھر میں یا حجرے میں جا کر پڑھے۔ اور اگر لوگ اس افضل پر کسی وجہ
سے عمل نہ کر سکیں تو امام اس پر عمل کرنا چاہے اور سنتوں کے لئے اپنے حجرے میں جاتے

تو اُسے کیوں و کالا اور مجبور کیا جائے کہ وہ ایک غیر افضل صورت کو زبردستی اختیار کرے۔

اسکے علاوہ لطائف مطبوعہ میں اور کوئی چیز لائق جواب نہیں ہے بعض عبارتیں جو سنتوں کی تاخیر کرنے کے بارے میں مروی ہیں وہ اسی اختلاف پر مبنی ہیں کہ آیا اللھم انت السلام کے علاوہ اور اذکار ماثورہ اور ادعیہ مرویہ سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں طحطاوی اور علامہ حلبی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصریحات کی عبارتیں اس بارے میں صاف و صریح ہیں کہ جائز ہے۔ اور کراہت یا عدم اولویۃ کی روایت مرجوح ہے۔

اور اس صورت میں تمام احادیث جن میں دبر الصلوات المکتوبات کا لفظ ہے اور وہ احادیث جن میں اذا سلم یا اذا انصرف کا لفظ ہے اُن سے یہی مراد لینا بہتر ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔ اور ان کی وہ تاویل جو علامہ ابن ہمام نے کی ہے بالکل غیر ضروری ہے اور اسی وجہ سے علامہ طحطاوی۔ اور علامہ حلبی اور دوسرے محققین حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا۔ اور اذکار ماثورہ کی معتبر روایتوں کو اللھم انت السلام الخ والی روایت کے ساتھ غیر معارض اور غیر منافی قرار دیکر اُن کے پڑھنے کی اجازت دی واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ

شعبان ۱۳۴۹ھ

تصحیح فقیر محمد عبدالتواب چشتی غفرلہ مؤلف سیرۃ الحبیب۔ برکات رمضان وحیاۃ بعد الممات وغیرہ۔ مدرسہ امینیہ دہلی۔



کتب خانہ اکرمیہ کی قابلِ قدر دینی وعلمی کتابیں

سنن ابن ماجہ (عربی) محشی مع رسالہ ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ

سنن ابی داؤد (عربی) محشی

تفسیر بیضاوی مع الحواشی المفیدہ (عربی)

التوضیح والتلویح مع حاشیہ التوشیح کامل ۲ جلد

نور الانوار مع قمر الاقمار و سوال جواب (عربی)

جامع ترمذی شریف (عربی) مع التبویب العلی تتمہ النفحات الملکی۔

موطا امام مالک (عربی) محشی۔

موطا امام محمد (عربی) محشی

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح (عربی)

شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کامل ۲ جلد

دیوان حماسہ (عربی)

الحسامی بالنامی (عربی)

الحسامی مع شرح نظامی (عربی)

درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو (عربی)

مفتاح العربیہ کامل چار حصہ

ریاض الصالحین (عربی) جدید ایڈیشن مع تخریج الاحادیث۔

سنن نسائی شریف (عربی) محشی مع اسماء الرجال

شرح تہذیب (عربی)

شرح ابن عقیل (عربی)

شرح عقائد نسفی (عربی)

شرح مأۃ عامل (عربی) کلاں

شرح وقایہ (عربی) اولین مع حاشیۃ عمدۃ الرعایہ وآخرین مع تکملہ

قطبی (عربی)

گلستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو

بوستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو

مالابدمنہ (فارسی)

اللباب فی شرح الکتاب (میدانی)

مختصر المعانی بحواشی شیخ الہند

مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح

المختصر القدوری مع حل المسمی التوضیح الضروری

مسلم الثبوت مع حاشیہ مفاتیح البیوت (عربی)

مسند الامام اعظم مع شرح تنسیق النظام (عربی)

المفردات فی غریب القرآن (عربی)

کتب خانہ اکرمیہ

قال الله تعالیٰ ادعونی استجب لکم

النفائس المرغوبة

فی حکم

الدعاء بعد المکتوبة

معها

ضمیمۂ کریمیہ

و

الصحائف المرفوعة

فی جواب

اللطائف المطبوعة

از افاداتِ طیبہ حضرت فاضل اجل علامہ اکمل مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب
دام فیضہم الجاری شاہجہانپوری ثم الدہلوی

کتب خانہ اکرمیہ

فہرست مضامین نفائس مرغوبہ وضمیمہ آن وصحائف مرفوعہ

النفائس المرغوبۃ

فی حکم

الدعاء بعد المکتوبۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض شہروں میں یہ طریقہ ہے کہ نماز کے سلام کے بعد امام صرف اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھکر کھڑا ہوجاتا ہے۔ پھر سنتیں پڑھکر لوگ مع امام کے دعا مانگتے ہیں۔ امام اگر سنن ونوافل سے فارغ بھی ہوجائے اور لوگ پڑھ رہے ہوں تو لوگے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر الفاتحہ کہکر امام زور زور سے دعا مانگتا ہو اور لوگ آمین کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس طریقۂ دعا کا حدیث شریف وفقہ سے ثبوت ہو یا نہیں؟

اور اکثر دیار وامصار میں اس طرح ہوتا ہے کہ فرض کے بعد امام اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ کے علاوہ بعض اور بھی مختصر دعائیں پڑھتا ہے ادعیۂ طویلہ نہیں پڑھتا۔ اسپر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فرض اور سنتوں کے درمیان میں سوائے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ کے اور دعاؤں کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے +

سوال یہ ہے کہ آیا یہ اعتراض صحیح ہے یا غلط؟ اور فرائض کے بعد مجموعی طور پر دعا مانگنا افضل ہے یا سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہونے کے بعد؟ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ بینوا توجروا

المستفتی۔ خاکسار حاجی داؤد واشی [illegible] نمبر ۴۴ مرچنٹ اسٹریٹ رنگون

الجواب

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

سوال مذکور میں کئی باتیں جواب طلب ہیں (١) اول یہ کہ سنتوں نفلوں کے بعد لوگوں کا اجتماعی طور پر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں۔ (٢) دوسرے یہ کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کا احادیث وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں (٣) تیسرے یہ کہ فرضوں کے بعد کس قدر دعا جائز و ثابت ہے؟

ان باتوں کی توضیح وتفصیل تین فصلوں میں کی جاتی ہے وباللہ التوفیق۔

فصل اوّل

سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جاننا چاہیئے کہ احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلٰثہ میں دعا کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں نفلیں پڑھکر ساری جماعت دعا مانگتی ہو۔ اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک ان کا انتظار کرے اور پھر الفاتحہ بلند آواز سے کہہ کر دعا شروع کرے تو اس طریقہ کا طریقۂ جدیدہ و محدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

پھر اسپر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں شائع ہے کہ اس طریقۂ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور نہ کرنیوالے کو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اسپر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونیکے بعد داہنی اور بائیں دونوں جانب کو مڑکر بیٹھتے تھے کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سیدھی جانب مڑنے کو ضروری سمجھے تو اس نے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ بھی بنا دیا (ترمذی شریف میں یہ روایت موجود ہے) دیکھو سیدھی طرف مڑنا

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن باوجود اسکے اُسے ضروری سمجھنے کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شیطان کا حصہ فرماتے ہیں۔

طیبی نے حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث پر لکھا ہے:۔

فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتھی۔ (کذا فی السعایۃ)

یعنی اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جو شخص امر مندوب پر اصرار کرے اور اُسے لازم سمجھ لے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اُسکے گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا یہ اُسکا تو ذکر ہی کیا ہے جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔ انتہی۔

یعنی جب کہ ان امور میں جو باعتبار استحباب ثابت ہیں التزام کرنا اور ضروری سمجھنا اُن امور کو ناجائز اور بدعت بنا دیتا ہے تو جن کا ثبوت بھی نہ ہو اُن کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہو گی۔ اور اس طریقۂ دعا کا حدیث وفقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے ومن ادعی فعلیہ البیان۔ بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ افضل صلٰوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ (رواہ الترمذی والبخاری ومسلم وغیرھم) یعنی آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے سوائے فرض نماز کے یعنی فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے:۔

وعن عبد اللہ بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایتما افضل الصلوٰۃ فی البیت او الصلوٰۃ فی المسجد قال الا ترٰی الٰی بیتی ما اقربہ من المسجد فلان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰۃ مکتوبۃ (رواہ ابن ماجۃ والترمذی فی شمائلہ)

عبد اللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نماز مسجد میں افضل ہے یا گھر میں۔ فرمایا کہ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے۔ مگر یہ کہ نماز فرض ہو۔ (ابن ماجہ نے سنن میں اور ترمذی نے شمائل میں روایت کیا)

وعن عبد اللہ بن شقیق قال سالت

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ روایت

عائشة رضی اللہ عنہا عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس الظہر ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یخرج فیصلی بالناس العصر ویصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشاء ویدخل فی بیتی فیصلی رکعتین۔ الحدیث (رواہ مسلم وابوداؤد والامام احمد)

کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر باہر تشریف لیجاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر عصر کیوقت باہر جاتے) اور عصر کی نماز پڑھاتے اور (مغرب کیوقت) مغرب کی نماز پڑھاتے پھر اندر آکر دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشا کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے ÷

پہلی دونوں حدیثیں اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے اور تیسری حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لیجاکر پڑھتے تھے۔ اور جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اسپر عمل تھا۔ اور صحابہ کرام کو بھی آپنے یہ فرما دیا اور تعلیم کردی کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں جاکر پڑھتے ہونگے اور شاذ و نادر کوئی شخص مسجد میں سنتین پڑھتا ہو گا۔ اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنتیں پڑھکر دعا کے لیئے مسجد میں تشریف لاتے ہوں۔ یا صحابہ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھکر دعا کے لیۓ مسجد میں دوبارہ آکر جمع ہوتے ہوں اور ظاہر النظر بھی اس دوبارہ جمع ہونے کو حرج عظیم اور مشکل سمجھتی ہے۔ بہر حال جب روایات سے صراحۃً اور اشارۃً یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان میں پڑھتے تھے تو سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعا کرنے کا جو دعوے کرے اسکا ثبوت اس کے ذمے ہے۔ نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے

مکروہ بہر حال مکروہ ہے۔ اُسے چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ اور اولویت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے

بهذه الاخبار اجمع العلماء على استحباب الذكر بعد الصلوٰة لكنهم اختلفوا فی موضعین۔ الاول فی انه هل یجهر بها ام یسر فاختار ابن حزم الجهر اخذاً بحدیث ابن عباس الصریح فی الجهر واختار غیره السر وحملوا حدیث ابن عباس علی الجهر احیاناً بیاناً للجواز وبعضهم حملوه علی انه کان فی سفر الغزوة لارهاب العدو کذا فی عمدة القاری وغیره انتهی (سعایه)

یعنی ان حدیثوں کیوجہ سے (جو ذکر اور دعا بعد الصلوٰۃ کے بارہ میں منقول ہیں) علما نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ نماز کے بعد ذکر و دعا مستحب ہے پھر دو باتوں میں اختلاف ہوا ایک یہ کہ آیا اذکار اور دعاؤں کو جہراً یعنی زور سے پڑھا جائے یا آہستہ تو ابن حزم نے ابن عباسؓ کی حدیث کی وجہ سے جہر کو اختیار کیا۔ اور انکے علاوہ اور لوگوں نے سر یعنی آہستہ پڑھنے کو۔ اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا جواب یہ دیا کہ آنحضرت صلعم کبھی کبھی بغرض تعلیم جہر فرمادیا کرتے تھے۔ یا یہ کہ جہاد کے سفر میں دشمنوں کو خوف دلانے کے لیۓ جہر فرماتے تھے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ عینی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور علما نے بھی اسیطرح ذکر کیا ہے ÷

اذا دعا بالدعاء المأثور جهراً وجهر معه القوم ایضاً لیتعلموا الدعاء لا باس به واذا تعلموا یكون الجهر بدعة۔ انتهی (بزازیه کذا فی السعایه)

یعنی فتاوے بزازیہ میں ہے کہ اگر امام دعاۓ ماثور زور زور سے پڑھے اور لوگ بھی زور سے پڑھیں اسلیئے کہ دعا کو سیکھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور جب کہ لوگ سیکھ جائیں پھر زور زور سے پڑھنا بدعت ہے ÷

پس واضح ہو گیا کہ سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنے کے طریقۂ مذکورۂ سوال کا حدیث و فقہ میں کوئی ثبوت نہیں ÷

رہا اس کا حکم تو وہ یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کیجائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو

اسکے لیئے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے لیکن نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سب کو دعا مانگنا بہتر و افضل ہے۔

فصل دوم

(فرضوں کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت)

اس بارے میں احادیث و فقہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ فرائض کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

احادیث دعا بعد فرائض

ای الدعاء اسمع فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم جوف اللیل الآخر و دبر الصلوٰت المکتوبات (رواہ الترمذی)	یعنی کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا ÷
عن المغیرة بن شعبة قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا فرغ من الصلوٰة وسلم قال لا اله الا الله وحده لا شریک له وله الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام انه صلی الله علیه وسلم کان یقول هذه الکلمات دبر کل	مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے لا اله الا الله وحده لا شریک له وله الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ÷ بخاری میں کتاب الاعتصام میں اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات ہر نماز کے بعد کہتے تھے اور بخاری کی کتاب الصلوٰة میں یہ

صلوٰة ولفظ البخاری فی کتاب الصلوٰة فی دبر کل صلوٰة مکتوبة (رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی)	روایت ان لفظوں سے ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ الفاظ کہتے تھے ÷

اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح لفظ اذا سلم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے ÷

وعن ابی امامة رضی الله عنه انه قال ما دنوت من رسول الله صلی الله علیه وسلم فی دبر کل صلوٰة مکتوبة ولا تطوع الا سمعته یقول اللهم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلها اللهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سیئها الا انت (اخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة کذا فی التحفة المرغوبة)	حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب کبھی بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد آپ کے قریب ہوا تو میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا۔ اللهم اغفر لی ذنوبی الخ (باقی دعا حدیث میں پڑھو) (تحفہ مرغوبہ میں ہے کہ اس حدیث کو ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں ذکر کیا ہے)

وعن عبد الله بن الزبیر ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول فی دبر الصلوٰت لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوة الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن الجمیل لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ لا اله الا الله الخ (باقی دعا حدیث میں دیکھو)

وعن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا صلی وفرغ من صلاته مسح بیمینه علی رأسه

حدیث ۵ وقال بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن (رواہ الطبرانی والبزار۔ کذا فی السعایۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے اور فارغ ہوتے تو سیدھا ہاتھ اپنے سر مبارک پر رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔ بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الخ

حدیث ۶ وعن انس رضی اللہ عنہ قال ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا الا اقبل علینا بوجھہ اللّٰھم انی اعوذ بک من کل عمل یخزینی واعوذ بک من کل صاحب یردینی واعوذ بک من عمل یلھینی واعوذ بک من کل فقر ینسینی واعوذ بک من کل غنی یطغینی۔ (رواہ البزار وابو یعلیٰ۔ کذا فی السعایۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی ہمیں نماز پڑھائی تو ہماری طرف منہ کرکے یہ دعا پڑھی اللّٰھم انی اعوذ بک من کل عمل الخ+

حدیث ۷ وعن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللّٰھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم والمؤخر لا الہ الا انت۔ (رواہ ابو داؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللّٰھم اغفر لی الخ+

حدیث ۸ وعن ثوبان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللّٰھم انت السلام الخ (رواہ ابو داؤد)

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے لوٹنا چاہتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے۔ پھر فرماتے۔ اللّٰھم انت السلام الخ+

حدیث ۹ وعن زید بن ارقم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی دبر کل صلوٰۃ اللّٰھم ربنا ورب کل شیء انا شھید انک الرب لا شریک لک اللّٰھم ربنا ورب کل

شیء انا شھید ان محمدًا عبدک ورسولک اللّٰھم ربنا ورب کل شیء انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ اللّٰھم ربنا ورب کل شیء اجعلنی مخلصًا لک واھلی فی کل ساعۃ من الدنیا والاخرۃ یا ذا الجلال والاکرام اسمع واستجب اللہ الاکبر اللہ الاکبر اللہ نور السمٰوٰت والارض اللہ الاکبر حسبی اللہ ونعم الوکیل اللہ الاکبر اللہ الاکبر (رواہ ابو داؤد والنسائی واحمد)+

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللّٰھم ربنا ورب کل شیء الخ+

حدیث ۱۰ وعن عقبۃ بن عامر قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقرأ بالمعوذات دبر کل صلوٰۃ (رواہ ابو داؤد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں (معوذات سے مراد تین سورتیں ہیں۔ قل اعوذ برب الناس۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل ھو اللہ احد)+

حدیث ۱۱ اخرج الطبرانی من روایۃ جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المکتوبۃ فضل من الدعاء بعد النافلۃ کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ انتھی۔ (کذا فی السعایۃ نقلًا عن المواھب للقسطلانی نقلًا عن الحافظ ابن حجر)+

طبرانی نے حضرت امام جعفر بن محمد صادق کی روایت سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنا نوافل کے بعد مانگنے سے اسقدر افضل ہے جسقدر فرائض نوافل سے افضل ہیں۔+

اور نماز کے بعد اذکار اور دعا کے بارہ میں بے شمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ہم نے صرف ان چند احادیث پر اکتفا کیا کہ طالب حق کے لئے اسقدر بھی کافی ہیں۔ ان احادیث سے یہ باتیں ثابت ہوئیں:۔

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ذکر کرتے اور دعا مانگتے تھے۔ دیکھو حدیث نمبر ۔۔ و نمبر ۔۔

(۲) نماز فرض کے بعد دعا کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے کیونکہ یہ وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ا و نمبر ۱۱

(۳) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ان فرضوں سے مخصوص نہیں ہے جنکے بعد سنتیں ہوں بلکہ تمام فرضوں کے بعد دعا ثابت ہے۔ خواہ ان کے بعد سنتیں ہوں یا نہوں دیکھو حدیث نمبر ا و نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۶ و نمبر ۸ و نمبر ۹۔ کہ ان حدیثوں میں کل صلوٰۃ کا لفظ موجود ہے جو ہر نماز کو شامل ہے

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ صرف یہی نہ تھی کہ اللّٰھم انت السلام ومنک السلام الخ پڑھتے ہوں بلکہ اور دعائیں بھی آپ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں دیکھو حدیث نمبر ۲ سے ۱۰ تک

(۵) دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرائض کے بعد ثابت ہیں وہ مقدار میں بھی اللھم انت السلام الخ سے بڑھی ہوئی ہیں بعض کم بعض زیادہ۔ دیکھو حدیث نمبر ۲-۳-۴-۶-۹-۱۰

(۶) فرضوں کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اللھم انت السلام الخ کے اور دعائیں بھی جو اس سے بڑی ہیں پڑھتے تھے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲ و نمبر ۷ و نمبر ۸

الحاصل ان تمام روایات سے یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ ثابت ہوگئی کہ فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے اور اسکی مقبولیت کی امید بھی زیادہ ہے۔ اور یہ کہ اللھم انت السلام الخ سے کسیقدر زیادہ مقدار کی دعا مانگنا بھی جائز ہے۔ اور خود سرور کونین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

روایاتِ فقہیہ ثبوتِ دعا بعد فرائض

(۱) قال فی شرعۃ الاسلام ... اى الحصلے الدعاء بعد المکتوبۃ	شرعۃ الاسلام میں ہے۔ اور غنیمت سمجھے نماز پڑھنے والا دعا کو بعد نماز فرض کے

(۲) فی مفاتیح الجنان: قوله بعد المکتوبۃ ای قبل السنۃ۔ انتہیٰ (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ والسعایۃ)	مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ہے بعد فرض کے یعنی سنتوں سے پہلے (دعا مانگے)
(۳) فی نور الایضاح وشرحہ المسمی بامداد الفتاح شرح بعد الفراغ عن الصلوٰۃ یدعو الامام لنفسہ وللمسلمین رافعی ایدیہم حذو الصدر وبطونہا مما یلی الوجہ بخشوع وسکون ثم یمسحون بہا وجوہہم فی آخرہ ای عند الفراغ من الدعاء انتہیٰ (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ والسعایۃ)	نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح میں ہے۔ پھر نماز سے (یعنی فرض سے) فارغ ہوکر امام اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھائیں اور ہتیلیاں منہ کی طرف رکھیں۔ خشوع وسکون سے دعا مانگیں پھر یعنی دعا سے فارغ ہوکر ہاتھ منہ پر پھیرلیں
(۴) قد اجمع العلماء علی استحباب الذکر والدعاء بعد الصلوٰۃ وجاءت فیہ احادیث کثیرۃ انتہیٰ (تہذیب الاذکار للرملی کذا فی التحفۃ المرغوبۃ)	یعنی علما کا اسپر اتفاق ہے کہ نماز کے بعد ذکر اور دعا مستحب ہے اور اسمیں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ (ناظرین احادیث کو ملاحظہ فرماچکے ہیں (مولف)
(۵) عن البستی انہ قال فی تفسیر قوله تعالیٰ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ الآیۃ ای اذکروا اللہ تعالیٰ وادعوا بعد الفراغ من الصلوٰۃ انتہیٰ۔ (فتاویٰ صوفیہ کذا فی التحفۃ)	یعنی بستی نے خدا تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہا ہے (فاذا قضیتم الصلوۃ الآیۃ) یعنی نماز سے فارغ ہوکر خدا کا ذکر اور دعا کرو
(۶) من فوائد ہذا الحدیث استحباب الذکر عقیب الصلوٰۃ لانہا اوقات فاضلۃ یرتجی فیہا اجابۃ الدعاء	یعنی علامہ عینی نے بیان کیا اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نماز کے بعد ذکر مستحب ہے کیونکہ وہ ایک عمدہ وقت ہے جس میں

انتہی (عمدة القاری شرح صحیح البخاری)	قبولیت دعا کی اُمید ہے +
(۷) ان الدعاء بعد الصلوٰة اذا کنتم بستة مسنونة وکذا ارفع الیدین ومسح الوجه بعد الفراغ انتہی (منہج العمال والعقائد السنیة کذا فی التحفة)	یعنی منہج العمال اور عقائد سنیہ میں مذکور ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مسنون ہے۔ اور ایسے ہی ہاتھ اُٹھانا اور مُنہ پر ہاتھ پھیرنا بھی مسنون ہے +
(۸) فاذا فرغت من الصلوٰة فارغب للدعاء الی اللہ تعالیٰ فانہ اقرب الی الاجابة انتہی (کذا فی التحفة المرغوبة نقلاً عن المبسوط)	یعنی مبسوط میں ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو تو خدا سے دعا مانگو۔ کیونکہ یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے ❊

الحاصل۔ یہ روایات فقہیہ ہیں جنسے صراحةً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگیں اور دعا سے فارغ ہو کر ہاتھ مُنہ پر پھیریں ❊

تمرۃ الاسلام اور مفاتیح الجنان کی عبارتوں (نمبر۱ و نمبر۲) سے یہ بات صراحةً ثابت ہوگئی کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا چاہیئے اور یہی بہتر و افضل ہے ❊

اور نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح کی عبارت (نمبر۳) سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس دعا میں ہاتھ اُٹھانا اور مُنہ پر پھیرنا بھی جائز ہے۔ اور منہج العمال اور عقائد سنیہ کی عبارت (نمبر۷) سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہاتھ اُٹھانا اور مُنہ پر پھیرنا مسنون ہے ❊

اور علامہ عینی کی شرح بخاری اور مبسوط کی عبارتوں (نمبر۶ و نمبر۸) سے یہ ثابت ہوگیا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنے میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے اور یہ کہ یہ وقت دعا کے لئے نہایت عمدہ اور افضل وقت ہے ❊

فصل سوم

(فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہی)

ناظرین! فصل دوم میں وہ حدیثیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جن میں فرائض کے بعد

کی دعائیں منقول ہیں۔ اُن سے فی الجملہ اُن دُعاؤں کی مقدار معلوم ہوتی ہے جو فرضوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے +

پس اُن دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھ لینا یا اُن کی برابر اور دعا مانگنا جائز ہے۔ جو دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اُن کے پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت اور ممانعت نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے +

شبہ اول

بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دعا پڑھنا حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اسکے خلاف ہے اور وہ یہ ہے:-

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام (رواه ابن ماجة کذا فی السعایة ورواه مسلم کذا فی غنیة المستملی)	یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر اتنا کہ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کی مقدار دعا پڑھیں انتہیٰ +

جواب شبہ اول

جواب۔ اس شبہ کا جواب دو طرح پر ہے۔ اوّل یہ کہ یہ روایت اُن روایات صحیحہ کثیرہ کے مخالف ہے جو بکثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے خلاف میں منقول ہیں جیسے کہ فصل دوم میں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور وہ روایات باوجود اپنی کثرت کے صحیح بھی اِس روایت سے زیادہ ہیں۔ بلکہ اسکی تو صحت میں بھی کلام ہے۔ کیونکہ ابو معاویہ جو اِس حدیث کے راویوں میں ہیں اُنہیں ابو داؤد نے مرجیہ کہا ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابو معاویہ عبد اللہ بن عمر سے منکر روایتیں کرتے ہیں۔ پس اِس روایت سے اُن روایات صحیحہ کثیرہ کے مقابلہ میں استدلال کرنا اور حجت پکڑنا صحیح نہیں (کذا فی التحفة المرغوبة)

دوم۔ یہ کہ قطع نظر اسکی صحت و تعارض کے خود اسکے یہ معنی ہیں کہ نہیں بیٹھتے مگر بقدر اللھم انت السلام الخ کے یعنی اس روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انت السلام الخ ہی پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا

پڑھا کرتے تھے خواہ وہ دعا یہی ہو یا اسکے علاوہ اور کوئی۔ اور پھر مقدار سے مراد بھی حقیقی مقدار نہیں ہے۔ بلکہ تقریبی ہے تو اس سے اگر کچھ زیادتی بھی ہو تاہم وہ تقریبی مساوات میں داخل ہوگی۔ اور اس طرح یہ روایت اُن روایتوں کے ساتھ جمع ہو سکے گی جو فصل دوم میں ہم نے ذکر کی ہیں +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض کی روایت ان گزشتہ روایتوں کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد صرف اللھم انت السلام الخ پڑھکر کھڑے ہو جاتے ہوں۔ اور پھر سنتوں سے فارغ ہو کر یہ دعائیں پڑھتے ہوں جو حدیثوں میں آئی ہیں +

جواب۔ اس شبہ کے کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ روایت نمبر ۲ میں یہ لفظ ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ پڑھتے لا الٰہ الا اللہ الخ (دیکھو فصل دوم کی روایت نمبر ۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے فرض کا سلام پھیرتے ہی آپ اللھم انت السلام کے علاوہ اور بڑی دعائیں بھی پڑھتے تھے۔ اور اسی روایت نمبر ۲ میں دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہر فرض کے بعد خواہ اسکے بعد سنتیں ہوں یا نہوں یہ لمبی دعا پڑھتے تھے۔ اور اسیطرح روایت نمبر ۶ میں بھی یہی تصریح موجود ہے کہ سلام پھیرتے ہی اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت الخ پڑھتے تھے اور حدیث نمبر ۳ میں اس امر کی تصریح ہے کہ تین مرتبہ استغفار پڑھکر اللھم انت السلام الخ پڑھتے تھے۔ پس حدیث عائشہ رض لامحالہ ان روایات کے معارض اور مخالف ہے اور اس لئے کہنا پڑے گا کہ یہ روایات بوجہ اپنی کثرت اور قوت صحت کے حدیث عائشہ رض سے راجح ہیں اور قابل عمل ہیں +

دوم یہ کہ فصل اوّل میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوافل مکان میں پڑھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی گھر میں پڑھنے کا ہی ارشاد فرماتے تھے اور اسی کو افضل فرماتے تھے۔ پس دعاؤں کی یہ روایات جن میں راوی آپ کی عادت شریفہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نماز فرض سے فارغ ہوتے تو یہ دعائیں پڑھتے۔ یا یوں بیان کرتے ہیں

کہ ہم آپ کو یہ دعائیں پڑھتے ہوئے سنتے تھے (دیکھو روایت نمبر ۳) یا یوں کہتے ہیں کہ جب آپ ہمیں نماز پڑھا لیتے تو یہ دعا پڑھتے۔ (دیکھو روایت نمبر ۶) یہ دلائل واضحہ ہیں اس امر پر کہ آپ سنتوں سے پہلے یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر مکان میں تشریف لیجاتے اور سنتیں پڑھتے +

سوم یہ کہ حضرت عائشہ رض کی روایت کا یہ مطلب لینا کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے صرف اللھم انت السلام الخ پڑھکر کھڑے ہو جاتے تھے صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رض نہیں فرماتی ہیں کہ یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ وہ یہ فرماتی ہیں کہ اتنی مقدار کی دعا پڑھتے تھے +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سنتوں سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اس لیئے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور دلیل میں یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ ذکر الشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی فی شرحہ علی الصراط المستقیم۔ ایں دعا کہ ائمہ مساجد بعد از سلام نماز میکنند و مقتدیان آمین آمین میگویند چنانکہ الآن در دیار عرب و عجم متعارف است از عادت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نبود و دریں باب ہیچ حدیثے ثابت نشدہ و بدعتے است مستحسن انتہیٰ (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ) یعنی شیخ محدث دہلوی نے شرح صراط مستقیم میں ذکر کیا ہے کہ یہ دعا جو مسجدوں کے امام نماز کے سلام کے بعد کرتے ہیں اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں جیسا کہ آجکل دیار عرب و عجم میں متعارف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ایسی نہ تھی اور اس بارہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی اور یہ بدعت مستحسنہ ہے انتہیٰ +

جواب۔ اس شبہ کے بھی کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت شیخ محدث دہلوی کی اگر مراد یہ ہے کہ نفس دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام نماز کے بعد ثابت نہیں تو اس کے جواب کیلئے حدیث نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۶ ملاحظہ ہوں کہ اُن سے سلام کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ اسیوجہ سے علامہ شیخ محمد شطاری نے فتوح الاوراد میں لکھا ہے کہ شیخ عبد الحق رح نے اس دعا کو بدعت اس لیے کہدیا ہے کہ اُن کو اُن احادیث کی اطلاع نہ ہوئی جو اس باب میں مروی ہیں +

دوم یہ کہ شیخ رح کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور آمین آمین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ اس دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل

نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اُس کا عدم لازم نہیں فان عدم الثبوت لا یستلزم ثبوت العدم وھذا ظاھر جدًا بلکہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ اسیطرح یہ بھی کسی روایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے اور جب کہ اِس کا لحاظ کیا جائے کہ ہاتھ اُٹھانا مطلق دعا کے آداب میں سے ہے تو ہاتھ اُٹھانے کی ترجیح ثابت ہوتی ہے +

عن السائب بن یزید عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا فرفع یدیہ ومسح وجھہ (رواہ ابوداؤد) +	سائب بن یزیدؓ اپنے والد یزیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب دُعا مانگتے تو ہاتھ اُٹھاتے تھے اور مُنہ پر ہاتھ پھیرتے تھے +
وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسئلۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوھما (رواہ ابوداؤد) +	حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال (یعنی دعا) یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ مونڈھوں تک یا اُن کے قریب تک اُٹھائے +
ان من آداب الدعاء رفع الیدین۔ (حصن حصین)	علامہ ابن جزری حصن حصین میں فرماتے ہیں کہ ہاتھ اُٹھانا آداب دعا میں سے ہے +

غرض کہ یہ روایات اِس بات پر دلیل واضح ہیں۔ بالخصوص پہلی روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے کیوقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اور یہ اپنے عموم کیوجہ سے فرضوں کے بعد کی دعا کو بھی شامل ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی سعایہ میں بعد اس بیان کے کہ اِس دعا میں ہاتھ اُٹھانا صراحۃً ثابت نہیں تحریر فرماتے ہیں:۔

الا انہ لما ندب الیہ فی مطلق الدعاء استحبہ العلماء فی خصوص ھذا الدعاء ایضًا +	یعنی چونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اُٹھانیکو فرمایا گیا ہے تو علما نے خاص اِس دعا (یعنی فرضوں کے بعد کی دعا) میں بھی ہاتھ اُٹھانیکو مستحب کہا ہے +

سوم یہ کہ شیخ کا یہ کہنا کہ یہ بدعت مستحسنہ ہے اِسکے جواز کی دلیل ہے۔ اگرچہ بدعت کا

اطلاق باعتبار معنی لغوی کے شیخ نے اِسپر کیا ہے لیکن مستحسنہ کہکر بتا دیا کہ یہ بدعت شرعیہ نہیں ہے۔ اور اسکی اصل شریعت میں ثابت ہے۔ اور وہ اصل یہی احادیث ہیں جن سے مطلق دعا میں رفع یدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ پھر شیخ کے اِس قول سے عدم جواز پر استدلال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا +

چہارم یہ کہ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کا عدم جواز بھی اِسی قول سے اور اسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا احادیث سے ثابت نہونا اس سے زیادہ اظہر ہے پس معترض کا سُنتوں کے بعد اجتماعی دعا کو جائز کہنا اور فرضوں کے بعد کی دعا کو ناجائز کہنا تعسف و تحکم ہے +

پنجم یہ کہ روایات فقہیہ مذکورہ فصل دوم سے خاص اس دعا میں بھی رفع یدین ثابت ہے۔ دیکھو روایات فقہیہ نمبر ۳ و نمبر ۴۔ اور اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فقہا کے نزدیک بھی عدم ثبوت رفع سے عدم رفع لازم نہیں۔ اور یہ کہ اُنہوں نے رفع یدین ہی کو راجح سمجھا ہے +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دعا پڑھنے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے۔ اور دلیل میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں:۔

ان کان بعد الفریضۃ تطوع یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ ویکرہ تاخیر السنۃ عن حال اداء الفریضۃ باکثر من ذلک القدر انتھٰی (کذا فی شرح المنیۃ للحلبی) +	یعنی اگر فرض کے بعد سنتیں ہوں تو سنتیں پڑھنے کے لیے بغیر تاخیر کھڑا ہو جائے ہاں بقدر اللھم انت السلام الخ کے تاخیر جائز ہے۔ اور اس سے زیادہ تاخیر کرنا فرض و سنت کے درمیان میں مکروہ ہے۔ اور اِسی کے قریب قریب بعض اور کتابوں میں بھی مذکور ہے +

جواب۔ اِس شبہ کے بھی کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ عبارتیں معارض ہیں فقہ کی دوسری عبارتوں سے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ فرائض کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھنا جائز ہے بلکہ اولیٰ ہے +

شبہ ششم

تفصیل جواب

ویستحب له ای للامام بعد السلام ان یستغفر الله ثلاثا ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات ویقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام ویقول ما ورد بعد کل صلوٰة مکتوبة وهو لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر۔ اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد الی قوله ثم یدعو ای الامام لنفسه وللمسلمین من الادعیة الجامعة الماثورة رافعا یدیه حذاء صدره جاعلا باطن الکف مما یلی وجهه بخشوع وسکوت ثم یمسح بهما وجهه فی آخره ای فی آخر الدعاء (مواهب الرحمٰن شرحه البرهان. کذا فی التحفة)

یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور پھر کہے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پھر یہ الفاظ پڑھے جو ہر فرض کے بعد وارد ہوئے ہیں یعنی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد (الی قولہ) پھر امام اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی دعا مانگے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھا کر اور ہتھیلیاں منہ کی طرف کرکے خشوع و سکوت کے ساتھ پھر فارغ ہوکر منہ پر ہاتھ پھیرے۔

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی سی دعا پڑھنا اور اذکار ماثورہ سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں سلام کے بعد ہی اذکار و ادعیہ کا پڑھنا بالصراحت مذکور ہے۔

وفی شرح منظومة ابن وهبان للعلامة الشرنبلالی انه ذکر شمس الائمة یعنی الحلوانی جواز تاخیر السنة بعد الفرض للاشتغال بالدعاء والورد انتهی (کذا فی التحفة)

علامہ شرنبلالی نے شرح منظومہ ابن وہبان میں ذکر کیا ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا اور ذکر میں مشغول کی وجہ سے سنت کی تاخیر جائز ہے۔

وفی الذخیرة والمحیط البرهانی ویکره له تاخیر التطوع عن حال اداء الفریضة الی قوله۔ قال الامام شمس الائمة الحلوانی هذا اذا لم یکن من قصده الاشتغال بالدعاء الخ انتهی مختصرا (کذا فی التحفة باختصار)

یعنی ذخیرہ اور محیط میں ہے کہ فرض کی سنتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ہے (الی قولہ) امام شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہ تاخیر جب مکروہ ہے جب اس کا ارادہ دعا مانگنے کا نہ ہو یعنی دعا مانگنے سے جو تاخیر ہو وہ مکروہ نہیں ہے۔

دوم یہ کہ اگر اس تعارض سے قطع نظر کیجائے تاہم ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللھم انت السلام کے علاوہ کوئی اور دعا مکروہ ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں بھی اتنی مقدار کی تصریح ہے نہ بالخصوص ان الفاظ کی۔ اور یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ اس مقدار اللھم انت السلام کی حقیقی مقدار کے مساوی ہونا شرط ہو بلکہ اس سے تقریبی مساوات مراد ہے۔ یعنی امام خواہ اللھم انت السلام پڑھے یا کوئی اور دعا جو تقریباً اس کے مساوی ہو یا اللھم انت السلام کے ساتھ کوئی چھوٹی چھوٹی اور دعائیں پڑھ لے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں یہ سب جائز بلا کراہت ہے۔

حقیقی مساوات مراد نہ ہونے اور تقریبی مقدار مراد ہونے کے لئے یہ دلائل ہیں۔

ان ما فی صحیح مسلم:-

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا صلی لم یقعد الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام ومنک السلام الخ یعنی ان لیس المراد انه کان یقول ذلک بعینه بل کان یقعد زمانا یسع ذلک المقدار ونحوه من القول تقریبا فلا ینافی ذلک ما فی

علامہ حلبی شرح منیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار کہ اللھم انت السلام الخ پڑھیں اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ خاص یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے

الصحيحين عن المغيرة انه صلى الله عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلوٰة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد وكذا لا ينافى ما روى مسلم وغيره عن عبد الله ابن الزبير كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكفرون لان المقدار المذكور فى حديث عائشة يعتبر من حيث التقريب والتخمين دون التحديد التحقيق انتهى۔

(كبيرى شرح منية للحلبى)

ہے جس میں مثلاً اتنا ہی کوئی اور ذکر پڑھا جا سکے اور اس سے بھی تقریبی مقدار مراد ہے اور اس صورت میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہ ہوگی جو بخاری اور مسلم میں مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے۔ لا اله الا الله وحده الخ اور اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس روایت کے خلاف نہ ہوگی جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو باواز بلند یہ دعا پڑھتے۔ لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكفرون۔ (اور حدیث عائشہؓ کا ان حدیثوں کے مخالف نہ ہونا) اسلئے ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں مقدار سے مراد تقریبی اور تخمینی مقدار ہے نہ تحقیقی۔ انتہیٰ۔

اور فتح القدیر میں ہے۔ ومقتضى العبارة ان السنة ان يفصل بذكر قدر ذلك وذلك يكون تقريبا فقد يزيد قليلا وقد ينقص قليلا اھ كذا فى السعاية

یعنی علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ فرض و سنت میں فاصلہ کیا جائے کسی ذکر و دعا کے ساتھ جو بمقدار اللهم انت السلام الخ کے ہو اور یہ مقدار تقریبی

وفى فتاوى الحجة كان الامام اذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع فى السنة ولا يشتغل بادعية طويلة انتهى (كذا فى السعاية)

یعنی فتاوےٰ حجۃ میں ہے کہ امام جب ظہر اور مغرب اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو تو لمبی لمبی دعائیں نہ کرے اور سنت میں مشغول ہو جائے۔

وفى خزانة الفقه عن البقالى الافضل ان يشتغل بالدعاء ثم بالسنة الخ (كذا فى الشفا)

خزانۃ الفقہ میں ہے کہ بقالی نے فرمایا ہے کہ افضل یہ ہے کہ (فرض کے بعد) دعا میں مشغول ہو پھر سنتیں پڑھے

اور اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

باید دانست کہ تعجیل سنت منافی نیست مر خواندن آیت الکرسی و امثال آن را چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير۔ خواند (کذا فی التحفة)

یعنی جاننا چاہیئے کہ سنتوں میں جلدی کرنیکا حکم اسکے مخالف نہیں ہے کہ آیۃ الکرسی الخ جیسی دعائیں (سنت سے پہلے) پڑھ لیجائیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دس مرتبہ لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ پڑھے۔

ان عبارتوں سے یہ امور بصراحت ثابت ہوتے ہیں:-

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے بالتخصیص اللهم انت السلام ومنك السلام الخ ہی پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا بھی ہو جائز ہے۔

(۲) مقدار سے مراد بھی تقریبی اور تخمینی مقدار ہے۔ جس میں تھوڑی سی کمی و بیشی کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) علامہ حلبی کی شرح منیہ کی عبارت اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره

الکفرون۔ یا دوسری دعا جو مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت میں ہے یا آیۃ الکرسی یا لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر۔ دس بار۔ یہ سب اس تعت ربی مقدار میں داخل ہیں۔ اور اتنی بڑی دعائیں پڑھنے سے سنتوں کی تعجیل کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی

(۴) اور فتاوٰے حجۃ کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ لمبی لمبی دعائیں مکروہ ہیں۔ پس کبیری اور شرح مشکوٰۃ کی عبارتوں کے ساتھ ملانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لمبی دعاؤں سے وہ دعائیں مراد ہیں جو مغیرہ رض اور عبد اللہ بن زبیر رض کی روایت کی ہوئی دعا یا اور آیۃ الکرسی اور لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد و ھو علیٰ کل شیء قدیر۔ دس بار سے زیادہ لمبی ہوں +

(۵) ذرا غور کرنے سے انہیں عبارتوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یہ بڑی بڑی دعائیں جو تقریبی مقدار میں داخل کی گئی ہیں۔ ان کے داخل کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ دعائیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں پس احادیث میں تطبیق دینے کے خیال سے حضرت عائشہ رض کی حدیث میں مقدار سے تقریبی اور تخمینی مقدار مراد لی اور ان دعاؤں کو جو صحیح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئیں اس تقریبی مقدار میں داخل رکھا۔ پس فقہ کی وہ روایتیں جنمیں بڑی دعاؤں کی کراہت مذکور ہے وہ بھی اسی معنی پر لامحالہ محمول کی جائیں گی کہ ادعیۂ منقولہ اور اذکار ماثورہ سے زیادہ لمبی دعائیں مکروہ ہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ یہ حکم فقہی احادیث صحیحہ کے خلاف ہو +

تکملۂ مفیدہ

یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ یہ کلام انہیں فرائض کے بعد دعا مانگنے کے متعلق ہے جن کے بعد سنتیں ہیں۔ ورنہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ ان کے بعد دعا اور ذکر طویل اتفاقاً جائز ہے +

نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہا نے ادعیہ طویلہ کو جو مکروہ کہا ہے۔ اس کراہت سے مراد بھی کراہت تنزیہی ہے۔ جس کا مرجع خلاف اولیٰ ہے۔ فتح القدیر میں ہے:۔

قولھم یکرہ التاخیر الطویل للسنۃ عن الفرض مرادھم بھا الکراھیۃ التنزیھیۃ التی مرجعھا الی خلاف الاولیٰ انتھیٰ (کذا فی التحفۃ)

اور ادعیہ طویلہ سے وہ لمبی دعائیں مراد ہیں جو روایات صحیحہ سے ثابت شدہ دعاؤں سے بڑی ہوں۔

الحاصل

احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا اور ادعیہ ماثورہ کی مقدار تک دعائیں پڑھنا اور ذکر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ بلکہ اسوقت دعا مانگنا افضل ہے۔ اور اس دعا میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم +

الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ ... مدرس اول و مفتی مدرسۃ العالیۃ العربیۃ امینیہ

جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ ہجری

مواہیر و تصدیقات علمائے دہلی

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
انظار حسین عفی عنہ	بندہ محمد امین الدین	بندہ احمد سعید غفر لہٗ	محمد قاسم عفی عنہ
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی	مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی	معاون مدرس مدرسہ امینیہ دہلی	مدرس مدرسہ امینیہ دہلی
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
بندہ ضیاء الحق عفی عنہ	بندہ عبد الغنی عفی عنہ	محمد عبد الہادی عفی عنہ	بندہ محمد عبد الحنان
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی	دہلوی	شاہجہانپوری	ہزاروی عفی عنہ
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد ابراہیم دہلوی	محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ	محمد میاں عفی عنہ مدرس	محمد عبد الغنی سابق مدرس مدرسہ
مہتمم مدرسہ حسینیہ دہلی	مولوی عبد الرب صاحب مرحوم دہلی	مدرسہ حسین بخش دہلی	فتحپوری دہلی

تحریرات و تصدیقات علمائے رنگون و مولمین و مانڈلے (برما)

حامدًا و مصلیًا

ہم ارکان جمعیۃ العلماء رنگون نے رسالہ "النفائس المرغوبۃ" دیکھا حضرت مولف کا جواب نہایت صحیح و درست ہے۔ مضامین کی صداقت۔ دلائل کی متانت۔ عبارت کی سلاست قابل قدر اور اعلیٰ مرتبہ کی ہے۔ خدا تعالیٰ مؤلف ممدوح کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

فی الواقع طریق حق اور راہ صواب یہی ہے کہ احادیث نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم پر گہری نظر ڈالنے اور مختلف طرق احادیث کو جمع کرنیسے یہی بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ میں فرائض کے بعد متصل دعا مانگی جاتی تھی اور پھر صحابہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے مکانوں میں تشریف لیجا کر سنن و نوافل ادا کرتے تھے۔ اور پھر مکانوں سے مسجد میں دعا کے لیے واپس آنا اور جمع ہونا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس طور پر وہ روایتیں جنسے نماز کے بعد دعا مانگنے کی فضیلت اور تاکید ثابت ہوتی ہے معمول بہا ہو جاتی ہیں۔ اور اسی پر شرقاً غرباً مسلمانوں کا عمل ہے پس یہی طریقہ راجح اور قابل عمل ہے۔ اور اسمیں دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ اور دوسرا طریقہ یعنی نوافل و سنن کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنا اوّل تو ثابت نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اگر نمازی دعا کی غرض سے سنن و نوافل مسجد میں پڑھیں تو ایک امر مستحب و اعلیٰ و افضل کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔ اور وہ امر یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرائض کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہیں (کذا فی الترمذی وغیرہ) سوم یہ کہ اگر اس افضل و اعلیٰ پر عمل کریں کہ گھروں میں سنن و نوافل جاکر پڑھیں تو دعا کی اجتماعی برکت سے محروم رہیں جس میں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ چہارم یہ کہ امام کو اگر کوئی جلدی کا کام ہو یا بعض مقتدیوں کو کوئی ضرورت ہو اور جماعت کے بعض

لوگ سنتوں اور نفلوں میں زیادہ دیر تک مشغول رہیں تو ایسی صورت میں یا تو امام اور ضرورتمند مقتدی تمام مقتدیوں کے فارغ ہونے تک مقید رہیں یا مشغولین کا انتظار نہ کریں۔ اور دعا مانگ لیں۔ پہلی صورت میں امام اور حاجتمندوں کا نقصان ہے جو شریعت میں مدفوع ہے۔ دوسری صورت میں وہ مقتدی دعا سے اور برکت سے محروم رہتے ہیں۔ اور فرض کے بعد متصل دعا مانگ لینے میں یہ قباحت نہیں۔ پنجم یہ کہ پھر اس طریقہ کو لازم سمجھ لینا اور اسپر عمل نہ کرنے والے کو عیب لگانا یا طعن کرنا یا امام اگر قبل دعا کے اٹھ جائے تو اسکو ملامت کرنا۔ یہ التزام مالایلزم اور بدعت ہے جیسا کہ مجیب لبیب نے جواب میں مفصل تحریر فرمایا ہے ؎

الغرض اعلیٰ اور افضل اور اولیٰ اور بہترین طریقہ دعا کا وہی ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے امام اور جماعت سب دعا مانگ لیں اور پھر لوگ اپنے گھروں پر جاکر سنتیں اور نفلیں پڑھیں ؎

ہاں یہ ضرور ہے کہ دعا بہت طویل نہو بلکہ مقدار میں اُن دعاؤں کا لحاظ کیا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور معتبر اسانید سے مروی ہیں۔ وھذا ھو الحق الذی لا محیص عنہ واللہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؎

كتبه
الراجي رحمة ربه الكريم محمد المدعو
بابراهيم ابن مولانا الحاج المفتي الحافظ
اسمٰعيل المرحوم الرانديري

العبد
الراجي رحمة ربه الصمد عبده
المدعو بمرغوب احمد رزقه الله
التقى ودفعه اللاجپوری

العبد
المفتقر الى ربه الرزاق محمد عبد الخالق

العبد
الفقير الى الله الغني محمد عبد المجيد حفظه الله

وقاء اللہ شر الواقب الغاسق الشاجہانپوری   من شر الحاسد المغیر الشاجہانپوری

مُہر جمعیۃ العلماء رنگون



یہ رسالہ اول سے آخر تک اچھی طرح میں نے دیکھا۔ تمام روایات ٹھیک اور صحیح پائیں۔ فقط

قاسم۔ سہارنپوری عفی عنہ وعن والدیہ مدرس مدرسہ بنگالی۔ جماعت شہر رنگون۔

ھو الموفق للصواب۔ وہ مسئلے ہمیشہ میرے پیش نظر ہے جسکے متعلق عرصہ سے میرا خیال تھا کہ مفصل طور پر عوام کو آگاہ کیا جائے۔ اول بعد ہی نفل کے طویل دعا مانگنا بطور وجوب کے دوم بطور وجوب کے ظہر و مغرب اور عشاء میں نوافل کا ادا کرنا۔ بطور وجوب سے میری مراد یہ ہو کہ اسکے تارک کو عوام مطعون بدنیو جہ کرتے ہیں کہ اسکے ترک کو ترک واجبات کی سمجھتے ہیں۔ بہرحال یہ مقام مسرت ہے کہ علمائے دہلی نے اس مسئلہ کو واضح کر دیا۔ اور پبلک جناب حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب تاجر رنگون کی شکرگزار ہو کہ ایک ضروری مسئلہ کی طرف توجہ کی۔ علمائے دہلی نے جو کچھ تحقیق کی ہے وہ بہت صاف اور واضح ہو اور ہر پہلو پر کمال دقت نظری سے کام لیا ہے۔ اسلئے مزید تفصیل سے قلم بے نیاز ہے۔ پس بغیر خیال لومۃ لائم میں کہہ سکتا ہوں کہ اَصَابَ مَنْ اَجَابَ +

احقر سید ابو ظفر دہلوی[1] ندوی ہیڈ مولوی محمد یوسف بھائی میاں بوٹاٹاؤنگ رنگون

اس رسالہ کو میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا اور بغور دیکھا۔ مجیب نے دعا کے ہر پہلو کو لیا ہے۔ ہر پہلو اس کا نفیاً و اثباتاً احادیث نبویہ کے ماتحت ہے بعض پہلو ایسا بھی ہے جو بوجہ عدم امتناع یا بوجہ عدم حکم جائز قرار دیا ہے و بشرط التزام و اہتمام و تفصیل عوام عدم جواز کا فتوے دیا ہے۔ غرض جو کچھ مجیب نے لکھا ہے سب صحیح

[1] یعنی لفظ ۲۱ میں شک ہے۔ دہلوی ہے یا ڈسکوی ۱۲ منہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحیح دسکوی ہے ۱۲ منہ

و درست ہے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے مجیب کی یہ کوشش دینی قابل تحسین و شکر ہے فجزی واللہ قدرا جاد المجیب فی جوابہ۔ واللہ اعلم بالصواب عبد الصمد المکی بابی طاہر الکندھی مدیر اخبار برلسن رنگون

آپ کے نفائس مرغوبہ کو اول سے آخر تک دیکھا۔ جناب مؤلف نے جو مضامین تحریر فرمائے ہیں ٹھیک ہیں

محمد درویش عفی عنہ خطیب بوتی ہٹاہل سورتی مسجد نمبرا نمبر ۲۵ گلی رنگون

هٰذا هو الحق والحق احق ان یتبع

الحق۔ فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر اسقدر جائز ہے کہ جس میں اللّٰهم انت السلام الخ یا تقریباً اسکے برابر کوئی اور دعا پڑھ سکے۔ اور اس مقدار تخمینی سے زائد تاخیر کردہ ہو۔ کما حققہ المولف العلامۃ درہ للہ

نمقہ العبد المعیوب محمد یعقوب غفر لہ الذنوب خطیب ارکانی مسجد کلاں۔ رنگون۔

الجواب صحیح + خطیب حافظ محمد جامع سورتی مسجد رنگون +

بعد حمد و صلوٰۃ کے مجیب فاضل علامہ نے دلائل قطعیہ و براہین یقینیہ سے جو عدم ثبوت دعاء و فاتحہ مروجہ محدثہ بعد سنن و نوافل بہیئت اجتماعی کا بیان فرمایا۔ وہ عین حق و طریقہ راشدہ ہے۔ خدائے تعالےٰ مؤلف فاضل ممدوح کو دارین میں جزائے جزیل عطا فرمائے۔ اور اس رسالہ کو مقبول عالم کرے۔ آمین۔ اور واقع میں ہندوستان جو معدن العلم و منبع العمل ہے وہاں اس طریقہ مروجہ کا پتہ نہیں۔ نیز حرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں اس کا نام و نشان نہیں پس جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ خلفائے راشدین سے منقول اور نہ ائمہ مجتہدین کا معمول ہو۔ تو ضرور ہوا کہ یہ طریقہ محدثہ ہے پس اس کا ترک اولیٰ اور انسب ہوا۔ اور ملتزم اور عامل اس کا مرتکب کراہت کا اگرچہ تنزیہیہ ہو فقط

احقر العباد بندہ غلام نبی عفی عنہ خطیب جامع مولین و مدرس اول مدرسہ سورتی۔

هذا قد خطر ببالی الان لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا +

حامداً و مصلیاً و مسلماً

وبعد فقد تشرفت بمطالعۃ المقالۃ التی الفها العلامۃ المقدام البحر القمقام الشیخ الامام الحبر الهمام سیدنا ومولانا المولوی محمد کفایت اللہ لا زالت شموس افاضتہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے پس میں اس رسالہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جو علامۂ معتمد بحر قمقام شیخ امام حبر ہمام مولانا و سیدنا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب زالت

بازغة وبدرًا فادته طالعةً. فوجدتها
حقًا صريحًا وجوابًا صحيحًا فلله درّه ثم
لله درّه. وانا العبد الضعيف الخادم
لحضرة مولانا الشيخ رشيد احمد الجنجوهي
قدس سره العزيز احقر عباد الله ابو الحسن
السيد غلام علي شاه عفا الله عنه
ورحمه الحسيني نسبًا والشاهجهانپوري
مولدًا والچشتي الصابري والنقشبندي
المجددي والسهروردي والقادري طريقةً
والحنفي الماتريدي مسلكًا ومذهبًا
المدرس الاول في المدرسة المحمدية
في مانڈلے برما +

شمس اضاءت بازغۃ و بدرًا فادتہ طالعۃ نے
تالیف فرمایا ہے۔ اور میں نے اُسے حق
صریح اور جواب صحیح پایا۔ للہ درّہ
اور میں عبد ضعیف حضرت مولانا شیخ
رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز
کا خادم احقر عباد اللہ ابو الحسن سید
غلام علی شاہ ہوں۔ عفا اللہ عنہ و سامحہ۔
حسینی نسبًا۔ اور شاہجہانپوری مولدًا۔ اور چشتی
صابری و نقشبندی مجددی و سہروردی
و قادری طریقۃً۔ اور حنفی ماتریدی مذہبًا۔ مدرس
اول مدرسہ محمدیہ مانڈلے برما +

کلمات طیبات حضرت زبدۃ العارفین مولانا مولوی شاہ محمد عبد الرحیم صاحب مدظلہ

آج مورخہ ۸ شوال ۱۳۳۱ھ بروز سہ شنبہ حضرت مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب سلمہ نے یہ رسالہ اول سے آخر تک بندہ کو سنایا۔ احقر نے نہایت غور سے سنا۔ الحمد للہ علی انعامہ جواب نہایت پسند آیا۔ اور ضعیف طالب حق کے لیے بالکل تسلی بخش ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کا صلہ اپنی رضامندی مرحمت فرمائے +

عبد الرحیم عفی عنہ از رائے پور ضلع سہارنپور

للہ در المجیب فیما الف من الجواہر المضیئۃ ودرر صنف
وشنف المسامع بجواہر اللآلی فی رسالتہ التی صنف
بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ المدرس فی مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح والمجیب نجیح

بیاں محمد کاندھلوی عفی عنہ

الحمد للہ۔ اس مسئلہ کی نہایت ضرورت تھی۔ کیونکہ ہمارے ملک پنجاب میں بعض آدمی تو فرائض کے بعد کی دعا کو بدعت کہتے ہیں۔ اور بعض سنن و نوافل کے بعد بہیئت مجموعی تین تین مرتبہ

دعا مانگنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ پس اس مسئلہ کی اشاعت کی نہایت ہی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرماوے +

نور محمد عفی عنہ۔ لدھیانوی۔

تحریر حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی حافظ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

احقر اشرف علی عرض کرتا ہے کہ رسالہ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ میرے پاس ایسے وقت میں پہنچا کہ مجھکو اس مسئلہ کی تحقیق کا بیحد اشتیاق تھا۔ اور یہی تحقیق میرے ذہن میں موجود تھی۔ جو اس رسالہ میں اختیار کی گئی ہے۔ پس اسی سے میری موافقت کا اندازہ کر لیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ میرے نزدیک تحقیق نہایت صحیح ہے والسلام۔

سلخ رجب لیلۃ الجمعہ ۱۳۳۲ھ

تحریرات علمائے دار العلوم دیوبند

اقول وباللہ التوفیق۔ جواب مجیب لبیب حق و صواب ہے۔ فرائض و مکتوبات کے بعد لاریب دعا برفع الیدین مسنون و مستحب و معمول بہ سلف و خلف ہے۔ احادیث و روایات فقہیہ سے حیثیت استحباب اس کا ثابت ہے۔ اور وہ جو بعض دیار میں مروج ہے کہ فرائض کے بعد ایک دفعہ دعا مانگ کر پھر سنن و نوافل سے فارغ ہو کر الفاتحہ کہکر بہیئت اجتماعیہ دعا مانگی جاتی ہے اور اس کا التزام اور اصرار ہوتی کہ اسکے تارک کو ملوم و مطعون کیا جاتا ہے۔ یہ امر محدث اور التزام ما لا یلزم ہے اور ثبوت اسکا احادیث و عمل سلف سے نہیں ہے اور اسمیں کچھ تردد نہیں کہ فصل بالاوراد ما بین الفرائض و السنن جائز ہے۔ اور وہ جو بعض احادیث اور روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان میں مقدار اللھم انت السلام الخ سے زیادہ توقف نہ فرماتے تھے مراد اس مقدار سے تقریبی ہے یا محمول ہے بعض اوقات پر +

وفی الحصن الحصین للجزری[1] قدس سرہ و دبر صلوٰۃ المغرب والصبح جمیعًا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر عشر مرات قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ رواہ احمد عن عبد الرحمن بن غنم وبعد صلاۃ الصبح والمغرب ایضًا قبل ان یتکلم اللھم اجرنی من النار سبع مرات رواہ ابو داود والنسائی وابن

[1] اور علامہ جزری قدس سرہ کی کتاب حصن حصین میں ہے کہ نماز مغرب اور صبح دونوں کے بعد لا الہ الا اللہ الخ

جاۓ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ یکم شعبان ۱۳۳۲ھ۔ (دہلی)

الجواب صحیح	الجواب صحیح
فقیر اصغر حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند	محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند
الجواب صحیح	الجواب صحیح
غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند	محمد رسول خاں عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

اصاب من اجاب

بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

الجواب صواب۔ اما الدعاء بعد الصلوٰۃ فیکاد یلتحق القدر الوارد فیہ بالتواتر لا اریدہ تواتر الاسناد بل تواتر القدر المشترک وقد عقد لہ صاحب الصحیح بابا فی الدعوات وعندہ من باب من زار قوما فلم یفطر عندہم عن انس رضی اللہ عنہ دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ام سلیم فاتتہ بتمر وسمن فقال اعیدوا سمنکم فی سقائہ وتمرکم فی وعائہ فانی صائم ثم قام الی ناحیۃ من البیت فصلی غیر المکتوبۃ فدعا لام سلیم واہلہا الحدیث واما رفع الیدین فی الدعاء فسنۃ قدیمۃ

ترجمہ۔ جواب درست ہے۔ بہرحال دعا بعد نماز تو اس کی مقدار یا قدر متواتر کے قریب ہے تواتر سے میری مراد تواتر اسناد نہیں بلکہ تواتر قدر مشترک ہے۔ اور صاحب صحیح یعنی بخاریؒ نے دعوات میں اس کے لئے ایک باب منعقد کیا ہے اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باب من زار قوما فلم یفطر عندہم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے تو ام سلیمؓ نے کھجوریں اور گھی حاضر کیا آپ نے فرمایا کہ کھجوریں تو ان کے برتن میں اور گھی شکیزہ میں واپس لوٹا دو کیونکہ میں روزہ سے ہوں پھر آپ گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے اور کوئی نماز جو فرض نہ تھی پڑھی۔ اور پھر ام سلیم اور ان کے

(ربیعہ) قبل پھرنے اور پاؤں بٹنے کے دس بار کہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت کیا ہے اور نماز مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے اللھم اجرنی من النار سات مرتبہ پڑھے اسے ابوداؤد و نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

مختصرہ من کتاب الانبیاء من ذکر ابراہیم علیہ السلام حتی اذا کان عند الثنیۃ حیث لا یرونہ استقبل بوجہہ البیت ثم دعا بہؤلاء الکلمات ورفع یدیہ فقال رَبِّ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ حتی بلغ یشکرون۔ وقال صاحب الہدایۃ من الحنفیۃ من باب صلوٰۃ الکسوف والسنۃ فی الادعیۃ تاخیرہا من الصلوٰۃ فخرج الحافظ جمال الدین رح فی تخریجہ روایات والغرض ایجاد النقل فیہ من السنۃ ثم عن الفقہ لا استیعابہ نعم اصل سنۃ الدعاء یحصل بغیر رفع الیدین ولذا قل النقل فی الرفع بعد الصلوٰۃ وانما الرفع کمال فی السنۃ تحصل سنتہ بہ وبغیرہ فلا سبیل الی التبدیع من رفع ولا الی التجہیل من ترک واما الامور المحدثۃ من عقد صورۃ الجماعۃ للدعاء کجماعۃ الصلوٰۃ والانکار علی تارکہا ونصب امام ثم ائتمام بہ فیہ وغیر ذلک فکل ذلک من قلۃ العلم وکثرۃ الجہل والجاہل اما مُفرِط او مُفرِّط واللہ

گھر والوں کے لئے دعا کی۔ اور بہرحال دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا تو یہ سنت قدیمہ ہے۔ بخاریؒ کی کتاب الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ہے کہ جب ثنیہ کے پاس پہنچے کہ ان کی نظروں سے چھپ گئے تو خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کلمات کے ساتھ دعا کی اور ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ رب انی اسکنت الآیہ۔

اور حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ نے باب صلوٰۃ الکسوف میں فرمایا کہ دعاؤں میں سنت یہ ہے کہ نماز کے پیچھے کی جائیں۔ اس پر حافظ جمال الدین رحمہ اللہ زیلعی نے تخریج میں چند روایتیں ذکر کی ہیں۔

اور ہماری غرض یہ تھی کہ اس بارے میں سنت اور فقہ سے نقل کا پتہ دیدیا جائے استیعاب مقصود نہیں ہاں اصل سنت دعا بغیر ہاتھ اٹھانے کے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اسلئے رفع یدین بعد نماز کمی کے ساتھ منقول ہے۔ ہاں رفع یدین میں کمال سنت ضرور ہے پس اٹھانے والے کو بدعتی کہنا یا نہ اٹھانے والے کو جاہل بنانا صحیح نہیں ہے۔ امور محدثہ مثلاً جماعت نماز کی طرح جماعت بنانا اور تارک کو ملامت کرنا اور امام مقرر کرکے اسکی اقتدا کرنا وغیرہ یہ سب قلت علم وکثرت جہل کے نتائج ہیں۔ اور جاہل افراط و تفریط میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔ اور خدا سیدھے راستے کی توفیق دینے والا ہے۔

الموفق للصواب. یجزی الله مصنف الرسالة احسن ما جزی به احدًا من صالحی عباده حیث هدی للسنة وکفی وشفی واشتفی، والحمد لله رب العٰلمین ؁

الاحقر محمد انور عفا الله عنه
معلم دار العلوم دیوبند

پس خدا تعالیٰ مصنف کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے جو اپنے نیک [illegible] میں سے کسی کو عطا فرماتا ہے کیونکہ مصنف [illegible] کی طرف ہدایت کی اور کافی ہدایت کی اور جماعت کے شفا دی اور پوری شفا دی اور تمام تعریفوں کے لائق اللہ رب العٰلمین ہے ؁

احقر (مولوی) محمد انور (شاہ کشمیری) مدرس
دار العلوم دیوبند

بندہ نے اس رسالہ کو من اولہ الی آخرہ غور سے دیکھا۔ مصنف علام نے جس خوبی اور عمدگی سے اس حکم شرعی کی توضیح اور تحقیق کی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ کوئی شق اسکی ایسی نہیں جسکو دلائل قویہ سے حصن حصین نہ بنا دیا ہو۔ اور حق یہ ہے کہ اس کے بعد اپنے سابقہ خیالات واوہام پر قائم رہنا ضلال مبین سے کم نہیں +

بندہ امید کرتا ہے کہ یہ رسالہ افادہ وافاضہ میں کامل ہوگا۔ اور موافقین کو تثبت اور مخالفین کو ہدایت کا فائدہ دے گا +

محمد اعزاز علی۔ بریلوی مقیم (مدرس) دار العلوم دیوبند۔

تحریرات علمائے سورت۔ راندیر و گجرات

از مدرسہ اشرفیہ و قوۃ الاسلام راندیر

احقر نے رسالہ النفائس المرغوبۃ اول سے آخر تک بغور دیکھا جواب علامہ مجیب سلمہٗ باعتبار روایت و درایت بہت صحیح ہے۔ بہتر یہی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگے۔ جیسا کہ علامہ مجیب نے روایات مذکورہ فی الجواب سے بوضاحت ثابت کر دیا ہے:۔

عن معاذ بن جبل ؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا معاذ انی والله احبك فلا تدع دبر کل صلوٰۃ ان تقول اللهم اعنی علی

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ اے معاذ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں تو تم ہر نماز کے پیچھے یہ کہا کرو

ذکرك وشکرك وحسن عبادتك اخرجه ابوداؤد والنسائی وصححه ابن حبان. وایں حدیث دلالت دارد برآں کہ دعا بعد فریضہ باید اھ کذا فی دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۳۲۳

اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔ اس حدیث کو ابوداؤد۔ اور نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسکی تصحیح کی اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دعا فرض نماز کے بعد کرنا چاہیئے

اور جہاں فقہا نے لکھا ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر کرنی مکروہ ہے اُس سے مراد زیادہ قاعدہ شرعی وطریقہ نبوی سے بیٹھنا ہے۔ ورنہ لازم ہوگا کہ جو شخص مکان پر جاکر سنتیں پڑھے تو یہ بھی مکروہ ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پس یہاں بھی مراد یہی ہوگی کہ نماز کے بعد اذکار سواد عیہ طویلہ سنتوں سے پہلے نہ پڑھے تاکہ سنتوں میں تاخیر نہ ہو قلت وفی حفظی حملها علی القلیلة انتهی۔ (درمختار) نیز امام کا مع مقتدیوں کے نوافل کے بعد دعا مانگنے کو لازم کر لینا بدعت ہے۔ اور اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترك السنة راجحًا علی فعل البدعة انتهی (شامی) یعنی جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو وہاں احتمال ترک سنت راجح ہے احتمال فعل بدعت پر قرون ثلاثہ میں اس کا وجود نہ ہونا۔ اور پھر اس کا التزام کر لینا اور تارک کو ملامت کرنا بدعت ہے۔ لہٰذا اس کا ترک راجح ہے۔ جیسا کہ علامہ مجیب دام فیضہم نے مفصل تحریر فرمایا ہے فجزاہ الله عنا وعن سائر المسلمین۔ والله اعلم وعلمه اتم +

خادم الطلبہ مہدی حسن غفر لہٗ مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر ضلع سورت

الجواب صحیح
احقر میراں شاہ غفر لہٗ معاون مہتمم مدرسہ اشرفیہ

المجیب مصیب
محمد سخاوت اللہ غفر لہٗ مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر

بندہ نے رسالہ النفائس المرغوبہ من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ حضرت مجیب علامہ دام فیضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ سنتوں اور فرائض کے درمیان دعا کر لینا بہتر ہے۔ اگر قدرے طوالت بھی ہو جائے گی تو کچھ حرج نہیں۔ ایک حدیث اس بارہ میں صریح حجت ہے:۔

عن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیه من صلوٰۃ المغرب والصبح

عبد الرحمن بن غنم ؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے نماز مغرب اور صبح کے بعد قبل پلٹنے اور پاؤں پھیرنے کے

لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ الخ عشر مرات الخ رواہ احمدؒ +	لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ الخ دس مرتبہ کہنا الخ

اس روایت سے فرض اور سنتوں میں تاخیر اللھم انت السلام الخ سے زیادہ صراحۃً ثابت ہے اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں فقط واللہ اعلم

کتبہ احقر الطلبہ محمد حسین بن مولانا الحافظ محمد اسمٰعیل الراندیری مدرس قوۃ الاسلام راندیر۔

مصنف رسالہ النفائس المرغوبہ کا جواب نہایت صحیح ہے اور رائے نہایت قوی ہے اور اسی کی موید ہے یہ حدیث جسکو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے:۔

عن الاسود العامریؒ عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث	اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو مڑ گئے اور ہاتھ اٹھائے اور دعا کی +

اس حدیث سے نماز فجر کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنا ثابت ہوگیا! اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی فرض کے بعد متصل ہی دعا مانگنا افضل اور مستحب ہے۔ جیساکہ رسالہ مذکورہ میں مفصل ثابت کیا گیا ہے اگر فرض کے بعد متصل دعا مانگ لیجائے تو سب لوگ شریک ہوجائیں گے۔ ورنہ جو لوگ اٹھکر چلے جاتے ہیں وہ دعا سے محروم رہ جائیں گے +

کتبہ عبد من عباد اللہ خادم الطلبۃ القاضی رحمت اللہ غفرلہ مدرس ومہتمم مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح والمجیب نجیح + حافظ محمد صالح خطیب مسجد چار واڑ۔ راندیر +

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ + **امابعد** بندہ نے رسالہ النفائس المرغوبہ من اولہ الی آخرہ دیکھا جواب مع تعف حق و درست ہے۔ جزاھم اللہ خیرا عنا وعن جمیع المسلمین آمین۔ واقع میں طریق حق وصواب وافضل یہی ہے کہ بعد نماز مکتوبہ سراً غیر طویل دعا کریں یہی طریق مسنون اور یہی عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین کا ہمیشہ رہا ہے جیساکہ مؤلف ممدوح نے بدلائل صحیحہ اسکو ثابت فرمایا ہے۔ اس کے خلاف نوافل کے بعد دعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین سے منقول نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔ لہذا یہ طریقہ مسنون نہیں۔ اور سوال میں سائل نے

جس ہیئت سے جہراً دعا کرنا۔ الفاتحہ کہنا۔ ذکر کیا ہے۔ یہ طریقہ خواہ بعد فرائض ہو یا بعد نوافل حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین سے منقول نہیں۔ لہذا یہ ہیئت بدعت ہے:۔

قال فی الواقعات قراءۃ الفاتحۃ بعد المکتوبۃ لاجل المہمات ونحوھا مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ والتابعین۔ وفی البحر الرائق عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ سمع قوما اجتمعوا فی المسجد یہللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جہراً فراح الیہم فقال ما عہدنا ذلک فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم وما اراکم الا مبتدعین الخ +	واقعات میں کہا ہے کہ فرائض کے بعد مہمات وغیرہ کے لیے فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ وتابعین سے منقول نہیں۔ اور بحر الرائق میں ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کے متعلق سنا کہ وہ مسجد میں جمع ہوکر لا الہ الا اللہ اور درود شریف زور زور سے پڑھتے ہیں تو اُن کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے نہیں پائی اور میں تم لوگوں کو بدعتی سمجھتا ہوں۔

اور جب اس طریقہ کو عوام سنت اور واجب سمجھنے لگیں تو اس کا ممنوع اور بدعت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ قال فی العالمگیریۃ مایفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہ سنۃ او واجبۃ الخ +

ھذا ما عندی واللہ تعالی اعلم۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؎

حررہ احمد بن ابراہیم عفا اللہ عنہما سورتی سملکی مدرس اول دار تعلیم الدین سملک ڈابھیل ۲۴ شعبان ۱۳۳۲ھ

المجیب مصیب ~~~~ الجواب صحیح

خادم و مہتمم ناظم مدرسہ مدرسہ ھذا ~~~~ بندہ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ ھذا

حضرت مولانا مفتی صاحب نے جو کچھ "رسالہ النفائس المرغوبہ" میں تحریر فرمایا ہے۔ بہت صحیح و درست ہے اسکے علاوہ خاکسار کے خیال میں اس دعا کے طریقہ مروجہ گجرات میں یہ مفاسد اور بھی ہیں (۱) اکثر امام اس دعا کو بہت زور زور سے پڑھتے ہیں اور بسا اوقات نماز پڑھنے والے نماز پڑھتے ہوتے ہیں۔ اُن کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اور اُنکی نمازوں میں خیال پراگندہ ہوتا ہے (۲) اکثر ائمہ کا مقصود

سلہ یعنی مشکلات کے رفع کرنے کے لئے بطور وظیفہ کے سورۂ فاتحہ کا ورد کرنا مکروہ ہے ۱۲

خوش آوازی سُنانا اور ریا ہوتا ہے جسکا موقع بوجہ جہری ہونے کے پیدا ہوتا ہے۔ (۳) دعا میں اصل وجہ اخفا افضل ہونے کے جہر کیا جاتا ہے۔ جو ترجیح مرجوح ہے۔ بہر حال یہ طریقۂ دعا، قابل ترک ہے۔ واللہ اعلم

بندہ محمد بن حاجی اسمٰعیل صاحب کفلیتوی عفا اللہ عنہما مدرس مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت

تحریرات علمائے لاہور و دیگر اضلاع پنجاب

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ مطابقۃ للحق الصریح جزی اللہ المجیب المصیب خیر الجزاء +

کتبہ عبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

تمام جوابات (مندرجۂ النفائس المرغوبہ) صحیح ہیں اور مطابق حق صریح۔ خدا تعالیٰ مجیب مصیب کو جزائے خیر عطا فرمائے +

کتبہ عبد المذنب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

ٹونکی۔ پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور

لقد اصاب من اجاب

المفتقر الی اللہ المولی اصغر علی

الجواب صحیح

نور الحسن عفا اللہ عنہ مدرس دوم مدرسہ حمیدیہ

(متعلقہ انجمن حمایت اسلام لاہور)

پانی پت

جواب ہٰذا نہایت عمدہ اور صحیح ہے + (قاری) عبد السلام عفی عنہ انصاری (پانی پت)

ما احسن تحقیق المقام من المجیب العلام اعانۃ للانام عن مزلۃ الاقدام

نمقہ العبد الاواہ محمد خلیل اللہ عفی عنہ (مدرس مدرسہ عربیہ پانی پت ۸ رشعبان ۱۳۴۲ھ)

الجواب صحیح

بسم اللہ قولہ تعالیٰ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلہم یرشدون ۵ طریق مسنون دعا رسالہ ہٰذا سے واضح ہے اس کے خلاف بدعت ہے +

بندہ محمد اللہ پانی پتی غفرلہٗ

محمد عبد السلام عباسی (پانی پتی) ۱۲۔ شعبان ۱۳۴۲ھ

ریاست جیند

فقیر نے رسالہ النفائس المرغوبہ کو اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ بیشک مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ کا جواب صحیح و درست ہے۔ فاضل مؤلف نے واقعی محققانہ طور سے مسئلہ دعا پر روشنی ڈالی ہے۔ بخدا جس سے تمام مخترمات بے اصل ہو کر ہباءً منثورا ہو گئے۔ خداوند کریم

فاضل ممدوح کو اس کارِ خیر کے صلہ میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اور یہ فرمانا کہ بعد فرضوں کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا صراحۃً ثابت نہیں ہے۔ اِس امر کے ثبوت کے لئے فتاوے مولوی عبد الحی مرحوم جلد دوم صفحہ ۳۰ کی عبارت مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو۔ وھو ہٰذا:۔

دریں خصوص نیز حدیثے وارد است چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن اسحٰق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ بنویسند۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللہم الٰہی واله ابراہیم واسحٰق ویعقوب واله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسألک ان تجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔ اگر گفتہ شود در سند ایں روایت عبد العزیز بن عبد الرحمٰن ہست و آں متکلم فیہ است۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است گفتہ خواہد شد کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی ست چنانچہ ابن ہمام در شرح القدیر در کتاب الجنائز بنویسند۔ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتہیٰ۔ ویؤیدہ ما رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث۔ فثبت بعد الصلوٰۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ الاتقیاء صلعم کما لا یخفیٰ علی العلماء الاذکیاء (فتاویٰ مولانا عبد الحیؒ) واللہ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ محمد عبد الرحمٰن مہتمم مفتی صاحب

(مہر) محبت ملی کی رضائے خدا ہے

الجواب صحیح

العبد فقیر محمد یوسف مفتی ریاست جیند

عبد الرحمٰن (مہر)

۔ رشعبان ۱۳۴۲ھ

رہتک

بندہ نے اِس رسالہ "النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ" کو من اولہ الیٰ آخرہ دیکھا۔ حرفاً حرفاً مطالعہ کیا۔ علامہ اجل حضرت مفتی صاحب ظلہ العالی نے دعا کی بابت جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سنت نبوی کے موافق اور طریق حق کے مطابق ہے۔ میں تصدیق

لم تثبت الرفع ... نفی صراحتا الرفع ... للدعاء بعد المکتوبۃ ... بعدها سنۃ ... کما صرحت بہ فی آخر الرسالۃ ...

کرتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے دعا کے متعلق جو جواب رقم فرمایا ہے وہ صحیح اور بالکل درست ہے
والسلام علی من اتبع الھدیٰ

کتبہ العبد الاوّاب محمد ن المدعو بعبد التواب مؤلف سیرۃ الحبیب ورسائل عدیدہ مدرس عربی رہتک (پنجاب)

برسالۃ النفائس المرغوبہ من اول الی آخرہ عبور نمودم - جمیع روایات صحیح و معتبر یافتم - و ہر چہ حضرت علامۂ دہر مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رقم فرمودہ مین صواب موافق اہل سنت الجماعت است بنا برین تصدیق میکنم کہ علامۂ موصوف صحیح و درست جواب نوشتہ اند + فقط

خاکسار عبد الستار عفی عنہ مدرس رہتک

تحریر ندوۃ العلماء

اجاد المجیب فی الجواب[1] رحم ما ابتدعہ من لا خبرۃ لہ بالسنۃ والکتاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد الفقیر الی رحمۃ ربہ الغنی امیر علی عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم الندوۃ العلماء

الجواب[2] ھو الجواب غیرہ خرط القتاد - ورفع الیدین بعد الصلوٰۃ المفروضۃ ثابت بحدیث سید الانبیاء و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث وھکذا فی عمل الیوم واللیلۃ واللہ اعلم بالصواب

حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو العماد محمد شبلی الجیراجی المدرس فی دار العلوم لندوۃ العلماء عفا اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی +

علمائے کانپور	من اجاب فقد اتیٰ بالحق والصواب	الجواب صحیح	الجواب صحیح
	بندہ محمد خان عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور	محمد یحییٰ علی عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور	غلام یحییٰ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور

[1] مجیب نے بہت ہی اچھا جواب تحریر فرمایا ہے جس سے کتاب و سنت سے ناواقفوں کی مختصر بدعات کا [illegible] ہو گیا ۱۲

[2] جواب حق یہی ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا [illegible] اور فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھانا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے جیسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے اسود عامری سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو [illegible] اور دعا مانگی الحدیث۔ ایسے ہی [illegible] کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں بھی ہے ۱۲

علمائے دربھنگہ

الجواب صحیح
بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

المجیب مصیب
احقر عبد الوہاب غفرلہ ذنوبہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

اصاب من اجاب
بندہ عبد الحفیظ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

الجواب صحیح
بندہ سراج الدین احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

المجیب مصیب
خادم الطلبۃ حقر ابو الفتح عبد الواحد صانہ اللہ عن شر واکلی والخفی - مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

بہار الجواب صواب۔ ماجد علی عفی عنہ (صدر المدرسین مدرسہ عزیزیہ بہار)

تحریرات علمائے ضلع میرٹھ و مراد آباد وغیرہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً جوابات جو تحریر ہوئے ہیں سب درست ہیں اور علمائے احناف کے نزدیک واجب التسلیم ہیں ان سے انحراف کرنا کجروی ہے + احمد علی عفی عنہ (محدث) مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ

جناب مجیب صاحب ہر چہ اوکہ در ثبوت دعا آوردہ اند ہمہ صحیح است و علافش قابل رد و تسبیع +
بندہ مسکین محمد ضمیر الدین مقیم میرٹھ مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ۔

جوابات صحیح ہیں + یوسف علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ

علمائے گلاوٹھی ضلع بلند شہر

ما قالہ المجیب اللبیب فھو حق والحق احق ان یتبع
العبد المسکین محی الدین احمد مہتمم و مدرس مدرسہ گلاوٹھی،

الجواب صحیح - بندہ کریم بخش عفی عنہ مدرس مدرسہ گلاوٹھی،

مراد آباد

للہ در المجیب المصیب اجاب فاجاد
فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی مراد آباد

اصاب من اجاب — الجواب صواب [مہر]

ابن الحسین محمد حمید اللہ بیگ غفرلہ مرادآباد — محمود حسن السہسوانی مدرس شاہی مسجد مرادآباد

الجواب صحیح — ھذا الجواب صحیح وخلافہ قبیح

محمد دائم علی عفی عنہ (مرادآباد) — مرزا فرخ بیگ مرادآبادی ہداہ اللہ الہادی

دعا مانگنا سنتوں کے بعد بدون التزام کے جائز ہے۔ اور اجتماع واہتمام ٹھیک نہیں[1] +

محمد قدرۃ اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد۔

امروہہ

رأینا النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ فوجدناھا فی ترتیب حسن وبیان شافٍ وجواب حق۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم[2]

عبد الرحمن کان اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المؤمنین۔ (مدرس اول مدرسہ اسلامیہ امروہہ)

الجواب صحیح — الجواب صحیح

محمد امین الدین غفرلہ مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ — رضا حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ

بریلی

ما اجاب بہ المجیب لا ریب فیہ ولا ریب فھو صحیح + محمد یٰسین عفی عنہ مہتمم ومدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ اشاعۃ العلوم بریلی +

الجواب حق۔ وزین محمد عفی عنہ مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

جو کچھ حضرت مجیب نے رقم فرمایا ہے بالکل حق ہے اور حق احق بالاتباع ہے۔ واقعی کسی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ بعد سنت کے ہیئت اجتماعی کے ساتھ بیٹھ کر مقتدی امام کے ساتھ دعا کریں جیسا کہ بعض جگہ یہ رائج ہے۔ اہل اسلام کو چاہیئے کہ ایسی باتوں سے اجتناب کریں اور اس رسالہ کو دیکھیں بفضلہ تعالیٰ یہ سب جہالت کے رفع کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین +

بندہ سلطان احمد مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

[1] لعل مولانا المذکور لم یمعن النظر فی الرسالۃ ولا فحص وقع التصریح فیہا بجواز ھذا الدعاء خالیا عن اللواحق المنضمۃ الیہ فی صفحۃ ۲۰ ولکن لم یلتفت الی ان السوال والجواب کلاھما فی بیان الافضل من الطریقین والکلام یقتصر علی ما قالہ ولیت [illegible] الراجح ما ھو۔ واللہ الموفق۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

[2] ۵۲ہ نفائس مرغوبہ کو دیکھا اور نہایت عمدہ ترتیب وبیان شافی اور جواب حق پر مشتمل پایا ۱۲

درحقیقت فاضل مجیب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل درست اور صحیح ہے۔ اہل بصیرت پر خوب روشن ہے اور واضح ہے کہ جملہ احادیث وروایات فقہائے کرام پر نظر کرنے سے مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض دیار میں بعض جہال نے یہ فعل جو اختیار کر رکھا ہے بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے واللہ اعلم بالصواب

محمد عبد الرحمن غفرلہ سلطان پوری مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

للہ در المجیب + خیر محمد جالندھری عفی عنہ مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

شاہجہانپور

قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں سنتوں نفلوں کے بعد اجتماعی طور سے دعا مانگنا ثابت نہیں۔ اتفاقیہ طور پر بغیر التزام واصرار اور بدون قیود نامشروعہ کے فی نفسہ مباح ہے۔ ہاں اگر اس فعل کو اپنے عقیدے میں ضروری سمجھے یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کیا جائے اس طرح کیجائے کہ اس کے تارک کو قابل ملامت وطعن وتشنیع قرار دیا جائے تو یہ بدعت ہو جائیگا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے۔ وہ یہ کہ نماز کے بعد داہنی طرف پھرنے کو ضروری سمجھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب پھرتے ہوئے دیکھا ہے (بخاری ومسلم) طیبی شارح مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اصرار کرے اور اسکو عزیمت اور ضروری قرار دے لے اور کبھی رخصت پر یعنی اسکی شق مقابل پر عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان اپنا حصہ گمراہ کرنیکا حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ایسے کا تو کیا کہنا ہے جو کسی بدعت یا امر منکر یعنی خلاف شرع عقیدے یا عمل پر اصرار کرتا ہو صاحب مجمع نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے جبکہ اندیشہ ہو کہ یہ اپنے رتبہ سے بڑھ جائیگا۔ اسی بنا پر فقہائے حنفیہ نے نمازوں میں سورۃ مقرر کرنے کو مکروہ فرمایا ہے خواہ اعتقاداً پابندی ہو یا عملاً۔ فتح القدیر میں اس تعمیم کی تصریح کر دی گئی ہے +

بعد صلوٰۃ مکتوبہ قبل از سنن ونوافل بقدر اللھم انت السلام الخ بلکہ قدرے زائد ادعیہ ماثورہ کی مقدار تک دعا مانگنا جائز بلکہ اولیٰ اور افضل اور مقرون بالاجابۃ ہے +

احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ اس بارے میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ استاذنا العلام الحبر القمقام حضرت مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب نے مفصل تحریر فرما دیا ہے۔ اور روایات مختلفہ وطرق متفرقہ کو جمع کرکے صحیح مطلب سمجھا دیا ہے۔ واللہ الموفق +

کتبہ الاحقر الراجی رحمۃ ربہ الغنی **محمد عبد الغنی** عفا اللہ عنہ ما جناہ واوصلہ غایۃ متمناہ۔ مدرس مدرسہ

قد اصاب من اجاب + بندہ **محمد رفیع** عفی عنہ مدرس مدرسہ سید شاہجہان پور) معین العلم شاہجہان پور

الجواب صواب — الجواب صحیح والمجیب نجیح

بندہ محمد اشرف علی عفی عنہ مدرس مدرسہ سید شاہجہانپور — سراج الدین عفی عنہ شاہجہانپوری)

ضلع سہارن پور

اس رسالہ کو میں نے دیکھا صحیح اور مدلل پایا۔ حق تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے + **عبد اللطیف** عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور

میں نے بھی اس رسالہ کو دیکھا۔ ماشاء اللہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نے صحیح اور بہت اچھا لکھا ہے۔ حق تعالیٰ دارین میں صلۂ علیہ عطا فرمائے۔ آمین + **عنایت الٰہی** عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامدًا ومصلیًا۔ امابعد۔ راقم الحروف نے رسالہ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ۔ اول سے آخر تک پڑھا تحقیق حق سے لبریز اور طریق صواب کے نزدیک پایا۔ فاضل اجل مصنف رسالہ نے حدیث وفقہ دونوں پر نظر ڈالکر روز روشن کی طرح ثابت کردکھایا کہ فرائض خمسہ کے بعد امام اور مقتدیوں کا دعا مانگنا اور دعا کے وقت ہاتھ اوٹھانا۔ پھر دعا سے فارغ ہوکر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا ثابت ہے مگر سنن رواتب کے بعد اور نوافل اوا کرنیکے پیچھے بحیثیت اجتماع امام ومقتدیوں کا دعا کرنا منقول نہیں البتہ فرادےٰ فرادےٰ جس کا دل چاہے دعا مانگے اس میں حرج نہیں علامہ مصنف نے احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے اس مسئلہ کو بھی حل کردیا کہ بعد صلوٰۃ مکتوبہ دعا مانگنے والا اپنے شاکے حال جو دعا مانگے جائز ہے مگر حتی الوسع ادعیہ ماثورہ کا خیال رکھے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء +

کتبہ العبد العاصی **مشتاق احمد** انبیٹھوی عفا اللہ عنہ (مقیم گنگوہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم + بندہ نے اس رسالہ کو دیکھا صحیح پایا۔ بندہ **احمد بخش** صدر مدرس مدرسہ نگینہ

ہم خدام مدرسہ رحمانیہ رڑکی نے نفائس المرغوبہ کو تمامہا دیکھا۔ بہت صحیح پایا +

خاکسار **ظہور محمد** عفی عنہ مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی ضلع سہارنپور۔

العبد **محمد حسن خاں** مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی۔

الجواب صحیح **محمد اسمٰعیل** مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی۔

سرسہ ضلع حصار

لاشک ان الدعاء بعد الفراغ من المکتوبۃ برفع الیدین وبغیرہ امر مستحب مقرون بالاجابۃ ثابت بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبفعلہ کما حققہ المحقق العلامۃ الفہامۃ صاحب ہذہ الرسالۃ تحقیقا لا یمکن فوقہ واللہ اعلم بالصواب +

اس میں شک نہیں کہ فرائض سے فارغ ہونیکے بعد دعا مستحب ہے خواہ ہاتھ اٹھاکر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے یہ دعا مقرون بالاجابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ثابت ہے۔ جیساکہ محقق علامہ فہامہ صاحب رسالہ ہذا نے اسکو ایسا محقق فرمادیا ہے کہ اس سے زیادتی ممکن نہیں +

کتبہ **خیر الدین احمد** السرسوی عفی عنہ

ریاست بھوپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حدیث شریف وفقہ کے موافق یہ طریقہ دعا کا نہیں ہے کہ نماز کے سلام کے بعد امام صرف اللھم انت السلام الخ پڑھکر سنتوں کے لئے کھڑا ہوجائے۔ پھر سنتیں پڑھکر موجودین مع امام دعا مانگیں اگر لوگ سنن وغیرہ سے فارغ نہ ہوئے ہوں تو دعا کے واسطے ان کا انتظار کیا جائے اور الفاتحہ کہکر دور دور سے امام دعا مانگے۔ اور لوگ آمین کہیں۔ اور جن دیار وامصار میں فرض کے بعد امام علاوہ اللھم انت السلام الخ کے اور بھی مختصر دعائیں پڑھتا ہو خصوصًا جب کہ وہ ادعیہ ماثورہ بھی ہوں البتہ طویل دعائیں نہ پڑھتا ہو تو اس سے وہ کراہت لازم نہیں آتی ہے جو بقول فقہاء رحمہم اللہ طویل غیر ماثورہ دعاؤں کے سبب سنتوں کی تاخیر میں لازم آتی ہے۔ بلکہ یہ تو بموجب احادیث شریفہ وروایات فقہیہ تعمیل حکم شرعی کی ہے۔ فرائض کے بعد مجموعی طور پر دعا مانگنا افضل ہے۔ اس لئے کہ احادیث شریفہ وروایات فقہیہ اسی کی موید ہیں۔ سنتوں وغیرہ سے فارغ ہوکر سب کے ساتھ دعا مانگنے میں نہ فضیلت ہے اور نہ اس عمل کی ترغیب کسی معتبر کتاب میں دیگئی ہے۔ رسالہ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ کو مطالعہ کیا۔ جناب جناب مولوی کفایت اللہ صاحب کی تصحیح وتائید دیگر فضلاء در باب مضمون مندرجہ بالا حق وصواب ہے۔ واللہ اعلم

محمد یحییٰ ۔ عفا اللہ عنہ مفتی بھوپال ۱۰ شعبان ۱۳۳۲ھ

بھوپال
محمد ابو نہال مفتی (؟)
محمد یحییٰ ... (؟)

ریواڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

علامہ بےمثال مدرس مدرسہ امینیہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے صورت مسئولہ کو ثلاثی التقسیم کر کے منصفانہ خوب ہی لکھا ہے کہ جواب کی وضاحت، عبارت کی سلاست نے اُسے عام فہمی کے زیور سے آراستہ پیراستہ کر دیا ہے معترض کے اعتراض کو محدثانہ طریق سے ایسا حل کر دیا ہے کہ دوبارہ اُلٹ کر پوچھنے یا کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں سنن رواتب کو آنحضور صلعم کے خود گھر میں ادا کرنے اور الفاظ حدیث اذا فرغ وسلم سے نماز مفروضہ کے بعد متصل ہی سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کا استنباط علامہ موصوف کی فقاہت فی الحدیث کی دلیل ہے۔ ہاں فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کو جو آداب دعا کے و احادیث کے عموم و اطلاق سے ثابت کیا ہے۔ اِس بارے میں ایک خاص قولی حدیث بھی بالتصریح بسند مندرجۂ ذیل وارد ہے:۔

حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز ابن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی واله ابراھیم واسحٰق ویعقوب واله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلیٰ وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عز وجل ان لا یرد یدیه خائبتین اخرجه الحافظ ابو بکر فی کتاب عمل الیوم واللیلۃ ۔

علامہ عبد الحی اللکنوی نے ایک استفتاء کے جواب تحریر فرمانے میں میزان الاعتدال سے حدیث مذکور کو عبد العزیز بن عبد الرحمٰن راوی کے متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے ضعیف تسلیم کرتے ہوئے یوں تحریر فرمایا ہے کہ اثبات استحباب کیلئے ضعیف حدیث بھی کافی ہوتی ہے چنانچہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر کی کتاب الجنائز میں فرمایا ہے (والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتھٰی) ۔

لیکن بندہ مسکین کاتب الحروف کے نزدیک سلف صالحین کے زمانہ سے فرض نمازوں کے بعد رفع یدین کیساتھ دعا مانگنا گویا علمائے امت کا اجماع سکوتی ہے۔ اور ضعف حدیث کے غیر مضر ہونے کی دوسری دلیل ہے۔

علاوہ بریں حدیث مذکور کی تائید میں خود جناب سرور کائنات علیہ التحیات کی فعلی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کی موجود ہے۔ عن ابی الاسود العامری قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیه ۔ الحدیث ۔ کذا ذکرہ السید شریف حسین الدہلوی مؤیداً لما نقلہ العلامۃ اللکنوی بہ خلاصہ یہ کہ نماز مفروضہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کے لیے یہ حدیث حجت ہے۔ فقہا کا اس طریقہ دعا کو مسنون کہنا بے ثبوت نہیں ہے بالکل ٹھیک ہے ۔

زور سے دعا مانگنے کی بابت جواب کی تائید میں اتنا اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دعا کی حقیقت شرعیہ حکماً خفیہ تضرع وزاری پر مشتمل ہے۔ بآواز بلند جہراً دعا مانگنا اسکی حالت موضوعہ کے بالکل خلاف ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد عالی ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ (ترجمہ) اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر چپکے چپکے دعا کرو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر سے روکتے وقت فرمایا۔ انکم لا تدعون وفی روایۃ لا تنادون اصم ولا غائبا۔ اخرجه ابو داؤد۔ تم بہرے اور غائب کو دعا نہیں کرتے ہو باقی رہی جہری روایات سو وہ ضرورت تعلیمی کیوجہ سے بقدر ضرورت مستثنیات میں داخل ہیں کلان الضرورۃ تتقدر بقدرہا خلاصہ یہ کہ مذکورہ آیۃ و حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بالجہر و اصرف بدعت ہی نہیں جیسا کہ صاحب فتاوٰی نبازیہ نے لکھا ہے جو معترض شاید اپنی منشا کا مطلب اسے سمجھ بیٹھے بلکہ صریح قرآن و حدیث کے منشا کے خلاف ہے۔

اب رہا وہ مسئلہ کہ سنن و نوافل کے بعد تمام نمازیوں کے ساتھ مل کر امام کا اہتمام و التزام کے ساتھ (الفاتحہ) زور سے کہکر یا فاتحہ ایکبار و سورۂ اخلاص تین بار پڑھکر جیسا کہ میں نے بعض اطراف ملک میں خود مشاہدہ کیا ہے زور سے دعا مانگنا یا چپکے سے خواہ کسی طرح ہو کسی قولی یا فعلی حدیث صحیح تو کہاں ضعیف روایت میں بھی ثبوت نہیں اور نہ صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ اس کے بدعت ہونے میں کچھ بھی کلام نہیں۔ کیونکہ بدعت ایسے ہی کام کو کہتے ہیں جو طریقہ معروفہ و مسنونہ کے خلاف عبادت و ثواب سمجھکر سنت و مستحب کی طرح اہتماماً کیا جاتا ہو۔

عبد الرحیم ۱۳۱۶

حررہ العبد الاثیم ابو الفیض عبد الرحیم (ریواڑی) ۱۳/ شعبان [illegible]

اجمیر شریف

الجواب صحیح فقیر معین الدین کان اللہ لہ خادم دار العلوم حنفیہ عثمانیہ اجمیر شریف (صدر مدرس)

الجواب صحیح
محمد عزیز غفرلہ

الجواب صحیح
محی الدین احمد

میں نے اس رسالہ کو بغور ملاحظہ کیا۔ مؤلف علامہ نے بہت ہی صحیح اور مدلل جواب تحریر فرمایا ہے۔

خاکسار حمید اللہ خان عفی عنہ اجمیر شریف — الجواب صحیح محمد قاسم عفی عنہ

نعم صح الجواب — الجواب صحیح

رقمہ محمد عبد الغفور غفرلہ — محمد عبد المجید غفرلہ

لقد اجاد من افاد واصاب فیما اراد۔ کتبہ الراجی الی رحمۃ ربہ الاکرم یلا المدعو بغلام مرشد عفی اللہ

فتوےٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی

حسن اتفاق سے ہمارے دوست خلیفہ حافظ عبد الغنی صاحب نے اسی مسئلہ کے متعلق مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ ہمیں دیا۔ جو مضمون رسالہ ہذا کی مناسبت سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرضوں کے بعد امام اور مقتدی جو دعا مانگتے ہیں یہ دعا جائز ہے یا نہیں بعض اطراف میں امام فرض کے سلام کے بعد صرف اللھم انت السلام پڑھکر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر سنتوں سے فارغ ہو کر سب ملکر دعا مانگتے ہیں۔ مؤخر الذکر فریق والے پہلے فریق پر یہ اعتراض کرتے ہیں (۱) فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ (۲) فقہاء نے فرض کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان دونوں طریق میں سے صحیح طریق کیا ہے اور فقہ حدیث کے موافق کون نیز یہ بھی ارشاد فرمایا جائے کہ کیا نوافل و سنن کے بعد جماعت کا دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(المستفتی) خاکسار خلیفہ عبد الغنی کارخانہ دار دکنی۔ محلہ سوز نگران دہلی

الجواب۔ فرائض کے بعد دعا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور فقہ میں اس کا جواز مصرح فقط فرق یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد دعائے طویل نہ چاہیئے اللھم انت السلام یا اس کے مثل پر اقتصار مناسب ہے۔ اور اتنی تطویل کہ مقتدیوں پر ثقیل ہو کبھی بھی نہ چاہیئے۔ اور سنن و نوافل سب سے فارغ ہو کر امام کا جماعت کے ساتھ دعا مانگنا کہیں منقول نہیں اور اسمیں یہ بھی دقت ہے کہ کچھ لوگ صرف سنتیں پڑھیں گے اور کچھ نوافل اور پڑھنے والے

بعض جلد فارغ ہو جائیں گے بعض دیر میں۔ تو جو پہلے فارغ ہو چکے ان سے بے سبب انتظار کرانا ہو گا لہذا یہ طریقہ لائق ترک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں اگر مقتدی سب راضی ہوں اور کسی پر ثقیل نہ ہو تو حرج اس میں بھی کچھ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ — مہر

ابو المظفر محمد اسمٰعیل — محمد امجد علی اعظمی رضوی

فائدہ نفیسہ

رسالہ مکمل ہو کر چھپ رہا تھا کہ محب مکرم محترم مولوی حکیم محمد ابراہیم صاحب اندیری خطیب جامع رنگون نے مجھے اطلاع دی کہ مضمون زیر بحث کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے اسے بھی رسالہ ہذا میں شامل کر دیا جائے۔ میں نے حجۃ اللہ البالغہ کے باب اذکار الصلوٰۃ میں دیکھا تو نہایت خوشی ہوئی اور خداوند کریم کے فضل و کرم کا شکریہ ادا کیا کہ حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے جو خاکسار رسالہ میں لکھ چکا تھا حضرت شاہ صاحبؒ اول وہ اذکار وادعیہ جو خاکسار نقل کر چکا ہے اور جن میں علاوہ اللھم انت السلام الخ کے اور بھی قدرے طویل دعائیں شامل ہیں تحریر فرما کر لکھتے ہیں:۔

والاولی ان یأتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب فانہ جاء فی بعض الاذکار ما یدل علٰی ذٰلک نصاً کقولہ من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوٰۃ المغرب والصبح لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ وکقول الراوی کان اذا سلم من صلوٰتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ

(ترجمہ) اور اولیٰ یہ ہے کہ ان اذکار کو سنن مؤکدہ سے پہلے ادا کرے کیونکہ بعض اذکار میں اس کی تصریح ہے جیسے آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد کہ جو شخص نماز مغرب اور صبح کے بعد لوٹنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لا الٰہ الا اللہ الخ اور جیسے راوی کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو اپنی بلند آواز سے فرماتے

۳

لا الہ الا اللہ الی آخرہ وفی بعضہا ما یدل ظاہراً کقولہ دبر کل صلوٰۃ اما قول عائشۃ کان اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام فیحتمل وجوہاً منہا انہ کان لا یقعد بہیئۃ الصلوٰۃ الا ہذا القدر ولکنہ کان یتیامن او یتیاسر او یقبل علی القوم بوجہہ فیأتی بالاذکار لئلا یظن الظان ان الاذکار من الصلوٰۃ ومنہا انہ کان حیناً بعد حین یترک الاذکار غیر ہذہ الکلمات یعلمہم انہا لیست فریضۃ والاصل فی الرواتب ان یأتی بہا فی بیتہ والسر فی ذلک کلہ ان یقع الفصل بین الفرض والنوافل بما لیس من جنسہا وان یکون فصلاً معتداً بہ یدرک بادی الرأی وہو قول عمرؓ لمن اراد ان یشفع بعد المکتوبۃ اجلس فانما ہلک اہل الکتاب انہ لم یکن بین صلوٰتہم فصل فقال النبی صلعم اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب۔ وقولہ صلعم اجعلوہا فی بیوتکم واللہ اعلم انتہی

(حجۃ اللہ البالغہ)

شعبان سنہ ۱۳۳۲ ہجری

لا الہ الا اللہ الخ اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر دلالت ہے جیسے یہ قول کہ نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے۔ رہا حضرت عائشہ رض کا یہ قول کہ جب آنحضرت صلعم سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے کہ اللہم انت السلام الخ پڑھیں تو اس قول کے کئی احتمال ہیں۔ از انجملہ یہ ہے کہ آپ نماز کی ہیئت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے بلکہ داہنے یا بائیں مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف منہ کر لیتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار وادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ آپ سوائے اللہم انت السلام کے اور اذکار کبھی کبھی چھوڑ دیتے تھے۔ چھوڑ دینے سے تعلیم مقصود تھی کہ اذکار وادعیہ فرض نہیں ہیں اور سنتوں میں اصل حکم یہ ہے کہ گھروں میں ادا کی جائیں اور اس کا سر یہ ہے کہ فرضوں اور نفلوں میں ظاہر طور پر فصل اور فرق ہو جائے جو ظاہری نگاہ سے معلوم ہو سکے۔ اور یہی مطلب ہے حضرت عمرؓ کے اس فرمانے کا اس شخص سے جو فرضوں کے بعد متصل سنتیں پڑھنا چاہتا تھا کہ بیٹھ جا کیونکہ پہلی امتوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ فرائض و نوافل میں ان کے فرق نہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن خطاب خدا نے تمہیں درست طریقہ ہدایت فرمایا۔ اور یہی مطلب ہے آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کا کہ سنتیں گھروں میں پڑھا کرو۔ واللہ اعلم انتہی

العبد الضعیف محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ضمیمہ

النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ

جس میں

۱۰۰۔ ایک سو سے زائد مختلف مقامات کے بڑے بڑے علمائے کرام کے فتاوے درج ہیں اور اخیر میں مفتی مکہ معظمہ اور قاضی القضاۃ ممالک عربیہ حضرت عبد اللہ بن عبد الرحمان سراج الحنفی کا فتویٰ بھی شامل ہے

امام بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر اوراد و وظائف میں مشغول رہتا ہے اسکے بعد جماعت کے ساتھ دعا مانگتا ہے اس آٹھ دس برس کے عرصے میں بہت سے عالموں کا یہاں آنا جانا ہوا اور کچھ یہاں مقیم بھی ہیں انہوں نے ہمیشہ اس طریقہ کو سنت کے موافق سمجھا اور کبھی کچھ اعتراض نہ کیا نیز بہت سے مصلی بھی اس طریقہ کو سنت کے موافق سمجھتے ہیں۔ اور کچھ اعتراض نہیں کرتے ہیں لیکن بعض ناواقف لوگ جو رسم کے پابند ہیں۔ اور رسم کے کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں وہ متولیان مسجد کو ابھارتے ہیں کہ فاتحہ ثانی کا دوبارہ جبر کیا جائے اور امام صاحب کو اسپر مجبور کیا جائے کہ وہ فاتحہ ثانی اسی التزام کے ساتھ پڑھیں جس طرح پہلے پڑھا جاتا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اسوقت جو بعد نماز فرض متصل ایک وقت دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

سوال نمبر ۲ سنن و نوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث و فقہ سے ہے یا نہیں۔

سوال نمبر ۳ سنن و نوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کیلئے متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور کر سکتے ہیں یا نہیں۔

اگر وہ مجبور کریں تو ان کا یہ جبر شریعت کے موافق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ فقط والسلام

شہر دہلی۔ الجواب

(۱) بعد نماز فرض متصل ایک وقت دعا مانگنا سنت کے موافق ہے۔

(۲) بعد سنت کے التزام مذکور کیساتھ دعا مانگنا بدعت ہے حدیث و فقہ سے ثابت نہیں ہے اور نہ علماء کا اسپر عمل ہے حرمین شریفین میں بھی اسپر عمل درآمد نہیں ہے۔

(۳) امام کو متولیان مسجد کو امر قبیح و بدعت پر مجبور کرنا ہرگز نہ چاہیئے جبر کرنا خلاف شریعت ہے اور امام کو اسمیں اطاعت کرنا بھی نہ چاہیئے کیونکہ وہ معصیت ہے اور بدعت ہے۔ اور معصیت میں اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو اشخاص اس بدعت کے محو کرنے میں سعی فرماویں گے وہ ماجور ہوں گے۔ اور جو شخص کہ اس بدعت کے اجراء میں سعی کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد شفیع عفی عنہ

مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم

شہر دہلی ۲۰ جمادی سنہ ۱۳۴۱ھ

سہارنپور

الجواب۔ جو طریقہ دعا کا آپکے یہاں جامع مسجد نگون میں آٹھ دس برس سے رائج ہو گیا تھا اور اب تک جاری ہے اور جس کو کہ جہال دوبارہ پھر ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں وہی طریقہ موافق سنت ہے۔ پس سنن و نوافل کے بعد خاص التزام و انتظام مذکورہ سے دعا مانگنا چونکہ احادیث سے ثابت نہیں اسلئے ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا فاتحہ کا بعد نماز کے ضروری تصور کرکے پڑھنا چونکہ خلاف شرع ہے اسلئے اسپر وہ امام کو مجبور نہیں کر سکتے۔ اور بصورت جبر گناہ کے مرتکب ہونگے اسلئے انکو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ ضیاء احمد عفی عنہ۔ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور۔

الجواب صحیح
خلیل احمد عفی عنہ

الجواب صحیح
عبد اللطیف۔ عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

کانپور

(الجواب ھو الموفق للصواب) فرائض کے متصل ہی دعا مانگنا سنت کے موافق ہے اس کا ثبوت احادیث شریف میں موجود ہے لیکن بعد سنن و نوافل کے خاص التزام کے ساتھ دعا مانگنا اس کا ثبوت حدیث شریف اور فقہ کی کسی کتاب میں نہیں ہے بلکہ یہ التزام بدعت ہے اسکو ترک کرنا ضروری ہے واللہ اعلم۔

حررہ ابو القاسم محمد صدر الدین عفی عنہ مدرس و مفتی مدرسہ جامع العلوم۔ کانپور

الجواب صحیح و موافق للحق الصریح۔ اس بارہ میں مولانا محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی نے مفصل رسالہ تالیف کیا ہے جسمیں کل علماء و مدرسین کے فتویٰ و دستخط نقل ہے۔

حررہ فضل اثر خان۔ عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

المجیب مصیب۔ محمد سلام عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ جامع العلوم۔ کانپور۔

ٹونک

الجواب واللہ الموفق للسداد والصواب از عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

جواب سوال نمبر (۱) اول۔ جو طریقہ دعا کا اس وقت جاری ہے وہ درست و مستحسن ہے۔

جواب سوال دوم۔ جو سنن و نوافل کے بعد فاتحہ خوانی التزام کے ساتھ حدیث و فقہ سے ثابت نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

جواب۔ سوال سوم ۳۔ متولیان مسجد امام کو مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر مجبور کریں تو یہ فعل انکا
خلاف شرح شریف ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ

دستخط ماہر مفتیان کرام عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

خلیل الرحمن عفی عنہ　　محمد حسین عفی عنہ　　خادم شرع رشید احمد مجتبیٰ عفی عنہ

اجمیر شریف

الجواب (۱) بعد نماز فرض دعا مانگنا مسنون طریقہ ہے۔ عن عائشۃ رض کان
رسول اللہ اذا سلم لا یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام
تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ اس کے علاوہ اور بھی دعائیں کتب احادیث سے منقول ہیں
(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کیساتھ فاتحہ کے واسطے امام کو مجبور کرنا اصول شرع کے خلاف
جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے معلوم ہوتا ہے لا یجعل احد الشیطان شیئا من صلوٰتہ
یری حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ قال الطیبی فیہ ان من اصر علی امر
مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال
(۳) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث
فقہ سے نہیں نہ کسی سلف صالحین سے منقول ہے ہاں نفس دعا مانگنا اولیٰ وبہتر ہے۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ قال ربکم ادعونی استجب لکم۔

ابو الفضل العباس یحمیہ اللہ من الدنس والارجاس صدر
جمعیۃ العلماء صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ صوفیہ
(موسوم بہ دار العلوم خلافت اجمیر المقدس)

شہر میرٹھ

(الجواب واللہ الموفق للصواب) نمبر ۱۔ سنت طریقہ یہی ہے کہ بعد نماز فرض سب
ملکر دعا مانگیں اور یہی طریقہ سلف سے چلا آتا ہے چنانچہ ہمارے ملک و نواح میں اس کے
خلاف یعنی سنن ونوافل کے بعد سب کا مل کر دعا مانگنا یا اس دوسری دعا کے انتظار میں جمع
رہنا کوئی جانتا بھی نہیں حالانکہ بحمد اللہ صدہا علماء اس نواح میں ہوئے اور اس درجے

کہ انکی تعلیم وبرکت سے ہندوستان کے تمام گوشے علم سے معمور ہوئے اور اب بھی صدہا علماء
عاملین شریعت موجود ہیں۔ مگر کوئی بھی اس طریقہ کو جو کہ بعض شہروں میں رائج ہو گیا کہ بعد
سنن ونوافل مشترکہ دعا مانگتے ہیں نہیں جانتا۔ اور نہ اسکو پسند کرتا ہے ۔

نمبر ۲۔ سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ مشترکہ دعا مانگنا حدیث وفقہ
میں کہیں ثابت نہیں۔

نمبر ۳۔ چونکہ بے ثبوت ہے لہذا متولیان مسجد کا امام کو اس پر مجبور کرنا خلاف
شریعت ہے واللہ اعلم۔　　عاشق الٰہی عفی عنہ (میرٹھی)

امرتسر

الجواب۔ متولیان مسجد امام مسجد کو اس التزام مذکور الصدر پر مجبور نہیں کر سکتے
یہ جبر شریعت میں ثابت نہیں۔ اس التزام کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت
حدیث وفقہ میں فیما اعلم نہیں ہے نفس دعا مانگنا مشروع اور مسنون بلکہ بعض اوقات اس سے
بھی مترقی ہے فرضوں کے بعد قبولیت کی دعائیں حدیث شریف میں وارد ہیں۔ اور ہاتھ
اٹھانا آداب دعا سے ہے۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

نور احمد۔ امرتسری عفی عنہ

جواب درست ہے صورت مذکورہ میں جبیہ منع ہے۔

محمد حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ لقمانیہ امرتسر

دیوبند

الجواب۔ جو طریق فی الحال امام صاحب نے ایک دفعہ جاری کر رکھا ہے یہ موافق
سنت کے اور مطابق عمل سلف وخلف ہے دوبارہ الفاتحہ کہہ کر التزام دعا
کا کرنا موجب چند خرابیوں کا ہے جسکو علماء نے بیان فرما دیا ہے۔ پس اب پھر اس طریق سابق
کو جاری کرنا اچھا نہیں ہے۔ اور خلاف سنت معروفہ ہے۔ فقط
(۲) اس التزام کے ساتھ جیسا کہ درج ہے کچھ ثبوت نہیں ہے فقط
(۳) متولیان کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اور امام صاحب کو اس طریق پر مجبور نہ کرنا
چاہیئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

کلکتہ

الجواب (۱) ہاں بعد نماز فرض متصل ہی دعا مانگنی سنت طریقہ کے مطابق ہے روہ مسلم والترمذی وابن ماجہ وغیرہم۔ عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام مگر ان وقتی نمازوں میں ہے جن کے بعد سنن اور نوافل ہیں جیسے ظہر و مغرب و عشاء اور جن کے بعد سنن و نوافل نہیں ہیں جیسے فجر و عصر تو انہیں بعد سلام داہنے یا بائیں مڑکر دیر تک بیٹھا رہنا اور طویل ادعیہ پڑھنا احادیث میں مذکور ہے روی الطبرانی فی الکبیر من حدیث زمیل الجھنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح وھو ثان رجلیہ یقول سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ انہ کان توابا سبعین مرۃ ثم یقول سبعین بسبعمائۃ الحدیث نوٹ سوال میں امام ثانی کا جو فعل مذکور ہے وہ بالکل مطابق سنت کے ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور سے دعا مانگنا نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(۳) جب یہ صورت دعا کی بعد سنن و نوافل بلا ثبوت ہے تو متولیان مسجد کا امام کو اس کے فعل پر مجبور کرنا شریعت کے بالکل خلاف ہے اور موجب گناہ ہے۔ کیونکہ غایت ما فی الباب اگر اس صورت خاص کو مندوب و مستحب بھی مان لیا جائے پھر بھی تو اس پر اصرار کرنا گمراہی اور ضلالت ہے روی البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابن مسعود رض قال لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یرے ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ الخ کے تحت میں طیبی حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتھی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ محمد یحیٰ۔ نائب مدرس مدرسہ عالیہ۔ کلکتہ
مورخہ ۹۔ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء

الجواب ما اجاب الفاضل المجیب۔ وصی الدین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

اصاب من اجاب — الجواب حق والحق احق ان یتبع

ماجد علی۔ صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ — عبد الحمید عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

شاہجہانپور

الجواب (۱) فرض نماز کے بعد متصل ہی دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے ابو داؤد شریف میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سلم (ای من الصلوٰۃ المکتوبۃ کما فی عون المعبود) قال اللھم انت السلام ومنک السلام الخ لیکن اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا کہ امام دعا مانگے اور مقتدی آمین کہیں کسی حدیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہے مگر بدعت بھی نہیں کیونکہ جب فرض نماز کے بعد ہی دعا مانگنا ثابت ہوا اور جماعت سے فارغ ہوئے تو اجتماعی حیثیت خود بخود پیدا ہو گئی۔ ہاں نوافل و سنن کے بعد جماعت نہ ہونے کی وجہ سے دعا میں اجتماعی حیثیت نہیں پیدا ہو سکتی اور ہاتھ اوٹھا کر فرض نماز کے بعد ہی دعا مانگنا ثابت ہے انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الخ (عمل الیوم واللیلۃ للحافظ ابی بکر احمد بن محمد بن اسحاق بن سنی)

الغرض فرضوں کے بعد متصل ہی اجتماعی حیثیت سے یا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا اشارۃً ثبوت ہے۔ لیکن نوافل وسنن کے بعد اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا ثابت نہیں۔ اگر کراہت عارضی سے خالی ہو تو فی نفسہ مباح ہے۔ انفرادی حیثیت سے دعا مانگے تو بہتر ہے۔

(۲) ثابت نہیں ہے بلکہ صورت مسئولہ میں ناجائز و بدعت ہے۔ اس قدر اصرار اور اجبار سے تو مستحب بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔ کبیری۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کر سکتے۔ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال الخ (طیبی) بہر حال صورت مسئولہ میں سنن ونوافل کے بعد اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا اور اس پر اصرار کرنا اور تارک پر جبر کرنا بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

احقر محمد عبد الغنی غفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ عین العلم۔ شاہجہانپور۔

اصاب من اجاب — الجواب صحیح — المجیب مصیب

بندہ محمد رفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہانپور — احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد شاہجہانپور — محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد شاہجہانپور

حیدرآباد الجواب اللھم انت الملھم للصواب (۱) یہی صورت موافق شریعت علی صاحبہا التحیۃ والسلام ہے درمختار میں ہے ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ علامہ شامی فرماتے ہیں لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد الا بقدر مایقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔

(۲) التزام مذکورہ کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت نہ فقہ سے ہے نہ حدیث سے یہ امور محدثہ میں سے ہے۔

(۳) یہ جبر خلاف شریعت ہے تینوں مسئلوں میں مجھکو جناب مجیب صاحب سے پورا پورا اتفاق ہے۔ احادیث وفقہ میں کہیں اس دعائے ثانیہ کا پتہ نہیں چلتا۔

وعلم الحق عند الملک الحق محمد اعزاز علی غفر لہ مقیم حیدرآباد دکن یوم النحر ۱۳۴۰ھ

الجواب صحیح — الجواب صحیح

عبد اللطیف عفی عنہ مونگیری — محمد علی حیدرآبادی۔ کان اللہ لہ

الجواب صحیح — الجواب صحیح

احقر محمد طیب عفا اللہ عنہ بن حضرت مولانا محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند ظلہ — بندہ سید عبد اللہ الیمنی الحنفی غفر لہ مدرس مدرسہ دار العلوم بلدہ سرکار عالی

اصاب من اجاب۔ الاحقر الاھون السیتن محمد مناظر احسن گیلانی

لکھنؤ ھو الموفق (۱) فرض وسنت کے درمیان صرف دعائے مذکورہ کے بقدر فصل سنت کے موافق ہے کما فصل فی رد المحتار بشرح سفر السعادۃ

(۲) اور سنت ونوافل کے بعد التزام مذکور کے ساتھ بجماعت دعا مانگنا ثابت نہیں

(۳) اس لیے متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور نہیں کر سکتے۔ اور یہ مجبور کرنا انکا خلاف

شریعت ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

حررہ العبد الفقیر الاثیم المنیب الی ربہ الحکیم ومولاہ الحلیم خادم العلماء والفقراء ابو الحامد **محمد عبد المجید** الانصاری الحنفی القادری النظامی تجاوز اللہ عن سیاٰتہ وضاعف لہ فی حسناتہ بلطفہ السامی ۱۳۴۱ھ

لکھنؤ الجواب (۱) سنت کے موافق ہے۔

(۲) پنج وقتی سنت ونوافل کے بعد تمام مصلیوں کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت نہیں بلکہ التزام کے ساتھ جس کے سبب سے بہت لوگوں کا حرج ہو اور قلب مکدر ہو مذموم ہے۔

(۳) جب فعل مذموم ہے تو مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر مجبور کریں شریعت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد الضعیف **محمد ضمیر الدین** النعمانی اعظم گڈھی من مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔ ۲۱۔ ذیحجہ سنہ ۱۳۴۰ھ

جواب صحیح ہے۔ — میں بھی اس جواب کا موید ہوں — جواب صحیح ہے

سید علی۔ زینبی مدرس اول مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ — محمد عبد الشان مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ چوک — فضل الرحمان مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

ترملام الجواب (۱) بعد نماز فرض متصل سلام پھیرنے کے بعد جو ایک وقت دعا مانگی جاتی ہے یہ سنت کیموافق ہے اور یہی حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور فی السوال کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہے۔ اور نہ قرون ثلثہ میں اور نہ ائمہ مجتہدین کے وقت یہ التزام تھا۔

(۳) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور کے پابندی کے لیے فاتحہ شروع کرانا متولیان مسجد کو جائز نہیں ہے کہ وہ امام مسجد کو اس التزام پر مجبور کریں۔ اور اگر وہ مجبور کریں گے تو ان کا یہ جبر شریعت کے خلاف ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ۔ عبد الحق عفا اللہ عنہ۔ ۳۔ صفر سنہ ۱۳۴۱ھ

بھوپال

(الجواب واللہ ھادی الی صوب الصواب) بعد فراغ نماز فرض دعا مانگنا موافق سنت اور طریقہ مسلمہ امت مرحومہ کا ہے۔ اور بعد فراغ از سنن و نوافل دوبارہ یہ التزام کرنا کہ الفاتحہ کہہ کر بلند آواز سے دعا مانگنا اور سب مقتدیوں کا آمین کہنا یہ التزام بالایلزم احکام شرعیہ میں وارد نہیں بلکہ رد ہے بمنطوق حدیث نبوی من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ ھذا واللہ اعلم۔ فقط مورخہ ۲۲۔ ربیع الاول ۱۳۴۱ ھ

عبدالہادی خاں۔ مفتی ریاست بھوپال۔ ۱۲۔ نومبر ۱۹۲۲ء

سرائے امیر

الجواب۔ جواب نمبر (۱) اس وقت جو دعا بعد نماز فرض متصل ہی مانگی جاتی ہے وہ طریقہ مسنون کے مطابق ہے۔

جواب نمبر (۲) سنن و نوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت کسی متداول کتاب سے ثابت نہیں ہوتا ہے

جواب نمبر (۳) جب التزام مذکور مخصوص کا ثبوت ہی نہیں ہو سکا تو اس پر جبر کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے اسلئے مصلیوں اور مجبرین کے یے لائق ہے کہ جناب امام صاحب کو دعائے مذکور بالا التزام مانگنے پر مجبور نہ کریں۔ کیونکہ یہ احداث فی الدین ہوگا اور احداث فی الدین ناجائز اور کسی امر ناجائز پر مجبور کرنا بھی ناجائز۔ فاتبعوا ما تبین من الرشد ولا تتبعوا السبل واللہ اعلم بالمخفی والمکنون۔ لانہ بیدہ ازمۃ الامور۔

حررہ ابو حنیفہ **محمد ضیاء الدین عظیم آبادی**

مدرس مدرسہ عربیہ وقف الکتب صغریٰ مرحومہ

الجواب صحیح **محمد ابراہیم** مدرس اول مدرسہ عربیہ سرائے میر شریف۔

مونگیر

الجواب واللہ الموفق للصواب۔ (۱) بعد نماز فرض کے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے۔

(۲) سنن و نوافل کے بعد اس خاص التزام کے ساتھ جو استفتاء میں مذکور ہے دعا مانگنے کا ثبوت حدیث و فقہ سے نہیں ہے۔

(۳) سنن و نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے یے متولیان مسجد

امام مسجد کو مجبور نہیں کر سکتے اور اگر مجبور کریں تو ان کا یہ جبر شریعت کے موافق نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ کتبہ احقر عباد اللہ **محمد عبدالشکور** عافاہ مولاہ۔

۲۔ الاجوبۃ کلہا صحیحۃ **محمد علی**۔ قادری نقشبندی۔

بلگرام

الجواب۔ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کے سوا دوسری دعا جو سوال میں درج ہے کتاب حدیث یا فقہ میں نظر سے نہیں گذری۔ بظاہر بدعت ہے اور اس پر اصرار مذموم ہے۔ فقط

فقیر **محمد احمد** کان اللہ لہٗ + بقلم آل محمد بلگرامی

نواکھالی

(۱) الجواب۔ سوائے فجر و عصر کے اور فرضوں کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام تبارکت ربنا وتعالیت یاذا الجلال والاکرام آنا ثابت ہے اور فاتحہ ثانیہ التزام مذکور کے ساتھ بدعت ہے اس سے اجتناب واجب ہے +

(۲) نہیں ہے بلکہ التزام مذکور کے ساتھ بدعت ہے و ناجائز ہے۔

(۳) نہیں کر سکتے بدعت پر مجبور کرنا حرام ہے۔ یہ اجبار خلاف پر ہے احکام شرع کے یعنی یہ اجبار بدعت پر ہے۔ شریعت کے موافق نہیں۔ اور یہ اجبار ناجائز ہے +

احقر **محمد الرحمان** عفی عنہ نائب صدر خلافت کمیٹی۔

وصدر جمعیۃ علماء و صدر مدرس مدرسہ عربیہ (نواکھالی)

تھانہ بھون

الجواب۔ قال العلامۃ المحدث ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ بعد شرح الاحادیث الواردۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ ما نصہ والاولی ان یاتی بالاذکار قبل الرواتب فانہ جاء فی بعض الآثار ما یدل علی ذلک نصا کقول من قال قبل ان ینصرف و یثنی رجلیہ من صلوۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ وقول الراوی کان اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ الخ وفی بعضھا ما یدل ظاھرا کقولہ دبر کل صلوۃ اھ کذا فی النفائس المرغوبۃ صفحہ ۵۲ وفیہ ایضا صفحہ ۱۱

قال فی شرعۃ الاسلام ویغتنم ای المصلی الدعاء بعد المکتوبۃ اھ وفی مغاتیم الجنان قولہ بعد المکتوبۃ ای قبل السنۃ آہ طریقہ مسنونہ حسب تصریح فقہاء حنفیہ یہی ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں انمیں فرض کا سلام پھیرتے ہی مختصر دعا کر کے سنن رواتب میں مشغول ہو جائیں۔ اور سنتیں پڑھنے کے بعد ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگے۔ اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں سلام پھیر کر امام دائیں یا بائیں جانب کو منحرف ہو کر اذکار ماثورہ پڑھے پھر سب نمازی دعا کریں اور جو صورت فاتحہ ثانیہ کی سوال میں مذکور ہے یہ بدعت ہے اسکی کچھ اصل نہیں بالخصوص التزام اور اصرار کی وجہ سے بدعت سیئہ میں داخل ہے۔ قال فی السعایۃ فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف بمن اصر علی بدعۃ او منکر کذا فی النفائس المرغوبۃ صفحہ ۳

پس متولیان مسجد کو اس طریقۂ بدعت پر ہرگز مجبور کرنا جائز نہیں اور یہ جبر اکل خلاف شریعت واشاعت بدعت ہے۔ جس کا فاعل شرعاً بوجہ ابتداع کے مستحق گناہ عظیم کا ہے فقط واللہ اعلم۔ ۲۱۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۰ھ

حررہ۔ **ظفر احمد**۔ عفا عنہ۔ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

گلاؤٹھی

الجواب۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وقولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً وقال رسول اللہ علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین۔ ان نصوص سے ہر امر میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع وپیروی ہر مسلمان کے ذمہ لازم او واجب معلوم ہوتی ہے۔ اور نیز یہ امر بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دین کامل کر دیا گیا۔ اور کوئی امر دین کا جس کا اظہار ضروری ہو اٹھا نہیں رکھا گیا۔ منجملہ ان کے دعا بھی ہے کتب احادیث کی تتبع ومطالعہ سے یہ امر خوب ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین وتبع تابعین وائمہ دین کا طریقہ در بابِ دعا

یہی رہا ہے کہ جن فرائض کے بعد سنت نہیں ہیں ان کے بعد متصلاً کبھی مختصراً اور کبھی کسی قدر طویل دعا مانگی جاوے اور جن فرائض کے بعد سنن ونوافل نہیں جیسے عصر وفجر ان کے بعد اوراد ماثورہ پڑھکر طویل دعا مانگی جاوے۔ اور بعد سنن ونوافل پھر سب کا مجتمع ہو کر دعا مانگنا طریقہ سلف صالحین کا نہیں ہے بلکہ ان سنن ونوافل کے واسطے ارشاد نبوی گھروں اور مکانوں پر پڑھنے کا ہے۔ پس جبکہ فرائض پڑھکر سنن اپنے اپنے گھر پر جاکر پڑھتے تھے تو سنن کے بعد پھر سب کا مجتمع ہو کر دعا مانگنا کہاں سے ثابت ہوگا۔ لہذا یہ طریقہ محدث اور بدعت ہوگا جس کا ترک واجب۔ بموجب فرمان من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد اور اس طریقۂ محدثہ کا جاری کرنے والا مبتدع اور مردود۔ اس طریقہ کو روکنا اور رد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان ولیس وراء ذالک حبۃ خردل من ایمان اور ایسے امور قبیحہ محدثہ میں امام کے ذمہ کسی کی اطاعت واجب نہیں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق بلکہ طریقۂ سنت پر عمل کرنا چاہیے جسکی اجر کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید۔ فقط

حررہ **محی الدین احمد** عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر

الجواب صحیح	ھذا الجواب صحیح
احمد بقلم خود	احقر العباد عبدہ **بشیر احمد** غفر اللہ احمد مدرس مدرسہ
مدرس مدرسہ گلاؤٹھی	منبع العلوم قصبہ گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر

دھنگہ

الجواب۔ (۱) سنت کے موافق ہے۔

(۲) ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ من اصر علیٰ امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علیٰ بدعت

اومنکر۔ ملا علی قاری۔ وفی الشامی وسجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلوٰة لان الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه الظاهر انها تحریمیة لانه یدخل فی الدین ما لیس منه طحطاوی۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کر سکتے بالکل موافق شریعت نہیں اور اگر امام پر جبر کریں تو امام کو لازم ہے نہ مانے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ واللہ اعلم بالصواب

احقر۔ عبدالحفیظ مفتی مدرسہ امدادیہ۔ دربھنگہ۔

احقر۔ عبدالرحیم۔ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔

المجیب مصیب۔ بندہ شفیع الدین عفی عنہ (مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ)

احقر محمد ایوب۔ غفر اللہ الذنوب مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔ دربھنگہ تاریخ ۲۸ ۱۳۵۱ھ

رهتک

الجواب (۱) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت کے موافق ہے۔ اور آثار سے ثابت ہے۔

(۲) نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ و دعا مانگنے کے لیے متولیان مسجد مجبور نہیں کر سکتے۔ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ جبر شرع کے موافق نہیں ہے فقط

کتبہ فقیر محمد عبدالتواب۔ مدرس عربی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول در رهتک)

الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد عبدالسلام غفرلہٗ	محمد اسمٰعیل تعلیم خود۔ مدرس اول مدرسہ
محلہ قلعہ رهتک	تعلیم الاسلام محلہ کوٹ چشتیاں (رهتک)

هاٹهزاری

جواب اول۔ بعد نماز فرض دعا مانگنا مستحب ہے کتب احادیث وفقہ سے اس کا ثبوت ہے۔ اگلے زمانہ سے لیکر فقہا وعلما رکا ہمیشہ عمل درآمد ہے۔ فی المشکوٰة عن ثوبان رضی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انصرف من صلوٰته استغفر اللہ ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ رواہ مسلم۔

(۲) جواب دوم سنن ونوافل کے بعد کسی خاص طریقہ سے دعا کرنیکا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں۔ اور قرون ثلثہ میں اس کا رواج نہ تھا۔ بلکہ جو جس وقت فارغ ہوتا اگر جانا چاہتا تو چلا جاتے۔ امام کو ساتھ دعا میں شریک ہونے کا انتظار نہ کرتے۔ سنن ونوافل پڑھکر امام کے ساتھ دعا میں شریک ہونے کے لیئے بیٹھے رہنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور اسپر التزام کرنا اور امام کو اگر کسیوقت ادائے سنن میں دیر لگجاوے تو اسپر اعتراض کرنا سب بیہودہ اور گمراہی ہے امور مباحہ بلکہ مستحبہ بھی التزام اور اصرار کی وجہ سے بدعت اور مکروہ بنجاتے ہیں کما فی شرح مشکوٰة من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال۔ صاحب مجمع تحریر فرماتے ہیں۔ ان المندوب ینقلب مکروها اذا خیف ان یرفع عن رتبته تنقیح فتاوے حامدیہ میں ہے کل مباح یؤدی الی اعتقاد الجهال سنیة امر او وجوبه فهو مکروه الحاصل۔ سوال ۱۔ میں جو خاص طریقہ سنن ونوافل کے بعد دعا مانگنے کا مذکور ہے بدعت ہے۔ شارع علیہ السلام سے اس کا ثبوت نہیں اس کا اہتمام کرنا ضلالت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة۔

(۳) جواب سوم سنن ونوافل کے بعد اسی خاص طریقہ سے جو سوال میں مذکور ہے فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد کا امام کو مجبور کرنا ہرگز جائز نہیں اور نہ امام کو کرنا جائز ہے نہ جبراً نہ اختیاراً اور اگر مجبور کریں تو یہ جبر شریعت کے ہرگز موافق نہیں۔ اور اس قسم کی فرمائش قبول کرنا امام کے فرائض امامت میں سے نہیں ہے۔ فقط

حررہ العاصی الراجی رحمة ربه القوی محمد فیض اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح	جواب درست
سعید احمد عفی عنہ مدرس درجۂ حدیث	حبیب اللہ مہتمم مدرسہ معین الاسلام ہاٹہزاری

جواب صحیح	الجواب صحیح	جواب درست
محمد ذاکر عفی عنہ مدرس	بندہ مقبول احمد عفی عنہ	عبدالجلیل عفی عنہ مدرس
مدرسہ معین الاسلام ہاٹہزاری	مدرس مدرسہ معین اسلام چاٹگام	مدرسہ مذکور

الجواب صحیح | الجواب صحیح | الجواب صحیح
بندہ محمد فاضل الدین عفی عنہ | بندہ ضمیر الدین احمد عفی عنہ | احقر وصی الرحمان عفی عنہ

ڈابھیل ضلع سورت

الجواب (۱) بعد نماز فرض متصل سلام کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے۔ ترمذی شریف میں ہے ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ م جوف اللیل الاخر دبر الصلوٰت المکتوبات بخاری مسلم شریف ابوداؤد ونسائی میں ہے عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان رسول اللہ م اذا فرغ من الصلوٰۃ وسلم قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ابوداؤد میں ہے عن علی رض قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰت قال اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم والموخر لا الہ الا انت۔ وعن ثوبان ان النبی کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰۃ استغفر ثلث مرات ثم قال اللھم انت السلام الخ

(۲) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے اور فاتحہ کا التزام بھی ثابت نہیں محض ایک رسم ہے۔ یہ طریقہ نہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ہے نہ صحابہ رض اجمعین کا نہ تابعین و تبع تابعین کا نہ ائمہ مجتہدین کا یہ فعل ہے محض ایک رسم ہے بلکہ بدعت ہے اس طریقہ کو ترک کرنا لازم ہے فی الواقعات قراۃ الفاتحۃ بعد المکتوبۃ لاجل المھمات وغیرھا مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ رض والتابعین رح فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ما یفعل عقیب الصلوٰت مکروہ لان الجہال یعتقدونہ سنۃ او واجبۃ الخ سنن و نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لئے متولیان مسجد امام مسجد کو ہرگز ہرگز مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر وہ مجبور کریں تو امام کو لازم ہے کہ ان کا مقتدی ہرگز ہرگز نہ بنے

ان کا یہ جبر خلاف سنت ہے اور ایک بدعت کے اجزاء ہے قال النبی لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق قال النبی م من ترک سنتی لم ینل شفاعتی ھذا ما عندی واللہ اعلم

کتبہ **احمد** غفرلہ سورتی سیملکی سابق مفتی سورتی جامع مسجد رنگون

الجواب صحیح — ھذا ھو الحق عندی — جواب مسطورۂ بالا درست ہے

محمد یامین غفرلہ مدرس مدرسہ — خادم الطلبہ محمد صدیق بڑودوی — احقر الزمان محمد عبد اللہ خان

السلیم الدین — کان اللہ لہ ولوالدیہ مدرس مدرسہ موصوفہ — بڑودوی غفر اللہ الرحمان القوی مکلس [illegible]

راندیر

الجواب (۱) فرائض کے متصل جو دعا مانگی جاتی ہے اسی کا حکم احادیث میں ہے۔ اور یہی دعا مستجاب اور اقرب الی الاجابت ہے اور طریقہ سنت ہے چنانچہ احادیث صریحہ صحیحہ سے ظاہر ہے۔ اور ماہرین احادیث پر پوشیدہ نہیں عن ثوبان ان النبی کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللھم انت السلام ومنک السلام الخ رواہ ابوداؤد فی سننہ ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ م جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات الخ رواہ الترمذی فی جامعہ عن معاذ بن جبل ان النبی م قال یا معاذ انی واللہ احبک فلا تدع دبر کل صلوٰۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک ابوداؤد والنسائی۔ غرض بہت سی حدیثیں ہیں جن سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ دعا فرائض کے بعد ہو جو اقرب الی الاجابت اور مقبول اور طریقہ رسول ہے +

(۲) خاص التزام اور کیفیت وھیئت مروجہ کے ساتھ سنن ونوافل کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت کتب حدیث وفقہ میں نہیں بلکہ اس جیسی صورتوں پر فقہاء کرام نے بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے کسی امر مباح یا مستحب پر حسب التزام کیا جائے اور اس کے تارک پر لعنت ملامت کی جائے۔ اور اس کا فرائض سے بھی مرتبہ عملاً قولاً اعتقاداً بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ اور بدعت ہو جاتا ہے چنانچہ ماہر فقہ پر پوشیدہ نہیں +

(۳) جب یہ ثابت ہے کہ مذکور التزام کے ساتھ اور بہیئت مروجہ فاتحہ مذکورہ کا ثبوت وجود نہیں۔ تو پھر ایک غیر مشروع امر کے واسطے امام کو مجبور کرنے کی شریعت کیونکر اجازت دے گی امام خود مختار ہوتا ہے دعا مانگنے کا اسکو اختیار ہوتا ہے جب وہ فرائض کے بعد دعا کر چکا پھر اسپر جبر کرنا کہ نوافل کے بعد بھی ضرور دعا کرو ایک امر مباح کو واجب کر دینا ہے۔ جو احداث فی الدین ہے قال اللہ تعالیٰ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ الآیہ۔ متولیان مسجد کو انتظام مسجد میں دخل ضرور ہے لیکن نماز روزہ احکام شرعیہ کی اصلاح اور انکی قطع و برید میں دخل نہیں ہے۔ انکو علماء دین پر چھوڑنا چاہیئے۔ جس طرح علماء حق فرمائیں اسپر عمل کرنا ضروری ہے واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد مہدی حسن غفرلہ ۲۸- دسمبر ۱۳۲۲ھ راندیر۔ ضلع سورت

الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد حسین راندیری	ابراہیم عفی عنہ

راندیر ضلع سورت

الجواب۔ احادیث و فقہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلثہ میں دعا کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں پڑھکر ساری جماعت دعا مانگتی ہو اور جب اس پر قیود اور بڑھ جاویں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک انتظار کرے اور پھر فاتحہ بلند آواز سے کہہ کر دعا شروع کرے تو اس کا طریقہ جدیدہ و محدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے پھر اسپر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں مشاہد ہے کہ اس طریقۂ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اسپر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد داہنی اور بائیں دونوں جانبوں کو مڑ کر بیٹھتے تھے کبھی داہنی طرف کبھی بائیں طرف حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص سیدھی جانب مڑنے کو ضروری سمجھے تو اس نے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ بھی بنا دیا۔ دیکھو سیدھی طرف مڑنا خود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے باوجود اس کے اسکو ضروری سمجھنے کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض شیطان کا حصہ فرماتے ہیں۔ طیبی نے حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث پر لکھا ہے فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر یعنی جبکہ ان امور میں جو شرعاً استحباباً ثابت ہیں التزام کرنا اور ضروری سمجھنا ان امور کو ناجائز اور بدعت بنا دیتا ہے۔ تو جن کا ثبوت بھی نہو ان کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہوگی اور اس طریقہ دعا کا حدیث و فقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے من ادعیٰ فعلیہ البیان بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے بوجہ اس کے کہ ابو داؤد اور ترمذی میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے قال انہ علیہ السلام لا یصلی الامام فی الموضع الذی یصلی فیہ حتی یتحول او یذھب الی بیتہ فیتطوع ثم ای ھناک یعنی فی بیتہ لانہ علیہ السلام انما کان یصلی السنن فی بیتہ فی صحیح مسلم وغیرہ سئلت عائشۃ رض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من التطوع فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین الحدیث والاخبار فی ان الافضل فی التطوع ان یصلی فی البیت کثیرۃ جداً لکن ھذا اذا علم انہ لا یشغلہ شاغل قال فی الخلاصۃ الرجل اذا کان یصلی المغرب فی المسجد فاراد ان یصلی رکعتین بعد ان خاف لو رجع الی بیتہ لشغلہ شئ یاتی بھا فی المسجد وان کان لا یخاف صلاھا فی المنزل وکذا فی سائر السنن فانہ لو صلی الارابع قبل الجمعۃ فی البیت وصلی الجمعۃ فی الجامع یکون سنۃ۔ کبیری شرح منیۃ للحلبی۔ اور شامی صفحہ ۴۹۳- جلد اول میں ہے کہ ان الحسن من ذالک کلہ تطوعہ فی منزلہ لما فی سنن ابو داؤد باسناد صحیح صلوٰۃ المرء فی بیتہ افضل من صلوٰتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ والا التراویح۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ اور یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لیجاکر پڑھتے تھے
اور جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اسپر عمل تھا اور صحابۂ کرام کو بھی آپنے یہ فرمایا اور تعلیم کردی تھی
کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں
جاکر پڑھتے ہوں گے۔ اور شاذونادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا۔ اور پھر کسی حدیث سے
ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنتیں پڑھکر دعا کے لیے مسجد میں دوبارہ آکر
جمع ہوتے ہوں۔ اور ظاہر نظر بھی اسکو دوبارہ جمع ہونیکو حرج عظیم اور مشکل سمجھتی ہے بہرحال
جب روایتوں سے صراحتًا اور اشارتًا یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں
مکان میں پڑھتے تھے تو سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعا کرنے کا جو دعوی
کرے اسکا ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد اللھم انت
السلام الخ یا اس کے سوا اور دعا بھی مانگتے تھے جیساکہ مسلم اور ترمذی میں روایت ہے
عن عائشة رض قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم لم يقعد الا مقدار
ما يقول اللهم انت السلام الخ وقول عائشة مقدار ما يقول الخ يفيد ان
ليس المراد انه كان يقول ذالك بعينه بل كان يقعد زمانا يسع ذالك المقدار
ونحو ذلك من القول تقريبا فلا ينافى ما فى صحيحين عن المغيرة انه عليه السلام
كان يقول فى دبر كل مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك
وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما
منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد وكذا ما روى مسلم وغيره عن عبد الله
بن زبير كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من صلوٰة قال بصوته
الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ
قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله
الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون لان المقدار
المذكور من حيث التقريب والتخمين دون التحديد ❋

سنن ونوافل کے بعد جمع ہوکر جو دعا کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے

بحرالرائق عالمگیری میں ہے کہ اذا دعا بالدعاء المأثورة جهرا ومعه القوم ايضا ليتعلموا
الدعاء لا باس به واذا تعلموا حينئذ يكون جهر القوم بدعة كذا فى البزازية
عبداللہ بن مسعود کو جب خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب کے بیٹھا کرتی ہے اور انمیں ایک شخص کہتا ہے
کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو اور لوگ کہتے جاتے
ہیں۔ آپ ان لوگوں کے پاس گئے جو لوگ کچھ کہتے تھے جب آپنے سن لیا تو آپ کھڑے ہوگئے
اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رض ہوں قسم ہے اس خدا کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
یا تو تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہوگئے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی
علم میں بڑھ گئے۔ یعنی یہ جو تم کرتے ہو یہ تو تاریک بدعت ہے۔ یا تم نے وہ بات پائی جو صحابۂ رض
کے بھی ہاتھ نہ آئی خواہ بیخبری سے یا سستی سے۔ پس تم طریقۂ عبادت کے علم میں غالب ہو نکلے
دوسری صورت ناممکن ہے۔ پس پہلی ہی ثابت ہے یعنی یہ کہ وہ کام بدعت سیئہ ہے
یہی بات ہر اس شخص کے بارے میں کہی جائے گی جو خالص عبادت بدنی کو اس طور سے کرے
کہ صحابہ رض کے زمانہ میں نہ تھا۔ جو چیز غیر ضروری شریعت ہے اس پر مداومت کرنا اسکو مکروہ
بنا دیتا ہے۔ اور یہ اسی قبیل سے ہے کہ اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں۔ جس چیز میں عوام کے
عقیدہ کا فساد لازم آوے یا فساد کا وہم بھی ہو اس شئی کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ عام لوگ اس کو
سنت سمجھتے ہیں نہ کرنے والے کو حقارت سے دیکھتے ہیں سنن ونوافل کے بعد خاص التزام
کے ساتھ دعا مانگنا حدیث وفقہ سے نہیں ہے۔ اور متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور نہیں کر سکتے
ہیں۔ بلکہ امام صاحب کو چاہیئے کہ اس سے منع کرے۔ جیساکہ بزازیہ میں ہے کہ واذا علم الامام
فى جماعتهم مبتدعا ارشده وان كان داعيا الى بدعة منعه الخ وعلى العالم
اذا علم من قاض او من آخرين عن الناس الى خلاف السنة او ظن منه ذالك
ان يعلم الناس بانه لا يجوز اتباعه ولا الاخذ عنه فعسى يختلط فى اثناء
الحق باطلا يعتقده العوام حقا ۔ اور متولیان مسجد کا جبر کرنا خلاف شریعت ہے
ایسی باتوں پر جبر نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط یسرنا الله تعالى من الدعاء والعمل ما يكون
موافقا لرضائه بلطفه وكرمه كتبه محمد اسمٰعيل غفرله الجليل كفليستوى ثم الداجيلوى

الجواب صحیح　　الجواب صحیح　　الجواب صحیح

بندہ سلیمان بن　　بندہ ابراھیم بن　　محمد سعید عثمانی

محمد کفلیتوی　　محمود کفلیتوی　　غفر لہ

الجواب حق والحق احق ان یتبع　　الجواب صحیح　　الجواب صحیح

احقر ابراھیم محمد　　شرف الدین غفر لہ　　العبد الاواہ رحمۃ اللہ

ڈابھیلوی　　ولمن سعی مالہ　　غفر اللہ مولاہ

من اجاب فقد اصاب فماذا بعد الحق الا الضلال

محمد حسین - راندیری - خادم مدرسہ محمدیہ (راندیر)

المجیب مصیب

محمد بن اسمٰعیل عفا اللہ عنہما ناظم مدرسہ انجمن اسلام کٹھور - ۱۵ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ ہجری

الجواب صحیح　　الجواب حق　　الجواب صحیح

خاکسار احمد　　بندہ سید محمد　　نصر اللہ غفر اللہ مدرس مدرسہ

منیجر عفی عنہ　　عفی عنہ ساکن خیر گاؤں　　فیض عام بڑا بڑا چہ

بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح محمد سلیمان بن فقیر بارڈولی

راندیر

الجواب (۱) جو دعا کہ بعد نماز فرض متصل ایک وقت مانگی جاتی ہے وہ موافق سنت ہے۔ حدیث شریف میں کئی طریقوں سے آیا ہے ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوف اللیل الآخر ودبر کل صلوات مکتوبات رواہ ترمذی۔ وعن ابی امامۃ رض انہ قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر کل صلواۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللہم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلہا الخ اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ۔ وعن ثوبان رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان ینصرف من صلوتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللہم انت السلام الخ اخرج طبرانی من

روایت جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المکتوبۃ افضل من الدعاء بعد النافلۃ کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ انتہی کذا فی السعایۃ ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد ذکر کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے اسکے بارے میں بیشمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ہمنے صرف ان چند احادیث پر اکتفا کیا کہ طالب حق کے لیئے اسقدر بھی کافی ہے۔ ثبوت دعا بعد فرائض روایات فقہ سے ہے قال فی شرعۃ الاسلام ویغتنم ای المصلی الدعاء بعد المکتوبۃ انتہی شرعۃ الاسلام میں ہے کہ غنیمت سمجھے مصلی دعا کو بعد نماز فرض کے ان الدعاء بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ مسنون وکذا رفع الیدین ومسح الوجہ - منہج العمال والعقائد السنیۃ ماحصل کلام وخیر المرام اینکہ مذکورہ بالا عبارت سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگیں یعنے فرضوں کے بعد قبل سنتوں کے دعا مانگنا چاہیئے اور یہی طریقہ مسنون ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

(۲) صورت مسئولہ میں سنن ونوافل کے بعد دعاء اجتماعی احادیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے۔ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک انکا انتظار کرے اور باواز بلند الفاتحہ کرکے دعا شروع کرے یہ بالکل محدثات میں سے ہے۔ اور شرع میں اسکی کوئی اصل نہیں۔ اس طریقہ کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والیکو طعن وتشنیع کرنا جیساکہ بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہے۔ اسکے بدعت ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہو عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام الخ رواہ ابن ماجۃ افضل صلوٰۃ المرأ فی بیتہ الا المکتوبۃ رواہ الترمذی والبخاری والمسلم وغیرہم وعن عبد اللہ بن مسعود الانصاری رض قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما افضل الصلوٰۃ فی البیت او الصلوٰۃ فی المسجد قال لان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰۃ مکتوبۃ رواہ ابن ماجۃ والترمذی وعن عبد اللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ رض عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصلی فی بیتی

قبل الظہر اربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس الظہر ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یخرج فیصلی بالناس العصر ویصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشاء ویدخل فی بیتی فیصلی رکعتین الحدیث رواہ مسلم وابوداؤد والامام احمد مرقومۃ الصدر احادیث سے صاف واضح ولائح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنن ونوافل مکان میں پڑھتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ بھی اسپر عمل درآمد کرتے تھے۔ پس دعاء اجتماعی فرضوں کے بعد متصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام رضؓ سے ثابت ہے۔ بعد سنن ونوافل دعاء اجتماعی ثابت نہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ سنن ونوافل مکان میں پڑھتے تھے پھر دعاء اجتماعی بعد سنن ونوافل کے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔

(۳) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لئے متولیان مسجد امام کو مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ امام مسجد کو اس امر پر مجبور کرنا خلاف شرع ہے جو فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ سے ثابت نہوا اسپر متولیان مسجد امام کو مجبور کرنے کے مستحق نہیں ہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

کتبہ عبدہ عباد اللہ الا لطف۔ احقر احمد بن عارف اشرف عفی عنہ

الخادم لمدرسۃ الاشرفیۃ العربیۃ الواقعۃ فی الراندیر ضلع سورت

هذا هو الحق والحق احق ان یتبع — الجواب صواب والمجیب مصاب

کتبہ القاضی رحمت اللہ عفی عنہ — عبداللہ چرتھاوی مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح خاکسار عبداللہ غفرلہٗ المدرسہ اشرفیہ راندیر۔

تراج ضلع سورت

الجواب۔ اس وقت جو طریقہ دعا مانگنے کا ہے وہ مسنون ہے فرض نمازوں کے بعد دعا کا قبول ہونا احادیث سے صراحۃ ثابت ہے۔ قدیم طریقہ کا شرعاً کچھ ثبوت نہیں اس کا ترک ضروری ہے۔ اگر شبہ ہو کہ سنن ونوافل کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دعا کا مانگنا شرعاً امر مسنون ہے۔ نیز اس طریقہ کو بدعت حسنہ میں داخل کر لیا جائے تو

پھر شرعاً کوئی صورت ممانعت کی باقی نہیں رہتی۔ تو جواب یہ ہے کہ جو طریقہ خیر القرون میں نہیں تھا اس کا التزام کر لینا شرعاً غیر مستحسن ہے ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے خیر القرون میں دعا نہیں مانگی جاتی تھی۔ شامی میں فتاویٰ بزازیہ سے منقول ہے ولا ینبغی ان یتکلف لالتزام مالم یکن فی الصدر الاول کل هذا التکلف نیز نفس دعا کی کوئی ممانعت نہیں کرتا مابینک امر مسنون ہے اس دعا کے ساتھ چند امور ایسے لگا دیئے ہیں کہ شرعاً ان کا کوئی ثبوت نہیں اور وہی امور درحقیقت وجہ ممانعت ہیں وہ امور مثلاً یہ ہیں:۔

(۱) دعا کے ختم پر امام کا الفاتحہ یا سورۃ الفاتحہ کہنا ٭

(۲) اس کے بعد خاص خاص سورتیں مقتدیوں کا پڑھنا ٭

(۳) اس طریقہ پر اصرار کرنا۔

(۴) اگر اس طریقہ پر دعا نہ مانگی جائے تو اس پر اعتراض کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ امور ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے امر مستحب بھی شرعاً مکروہ اور قابل ترک ہو جاتا ہے اس کا بدعت حسنہ ہونا بھی مسلم نہیں۔ اگر بدعت حسنہ بھی مان لیا جائے تو ان امور مذکورہ کی وجہ سے امر مستحب بھی شرعاً مکروہ اور قابل ترک ہے اور اگر امور مذکورہ کو نظرانداز کر بھی دیا جائے تو بھی قابل ترک ہے کیونکہ مسنون طریقہ کے مقابلہ میں بدعت کوئی چیز نہیں اگرچہ بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو عن الحسن بن ابی الحسن رحمہما اللہ ای البصری کما رواہ عبدالرزاق عن معمر عن زید عن الحسن رضؓ مرسلاً والدارمی عن طریق ابن مسعود رضؓ موصولاً قال علیہ الصلوٰۃ والسلام عمل قلیل فی سنۃ ای مصاحباً لها خیر من عمل کثیر فی بدعۃ ای من اصلها لان ذالك وان قل کثیر نفعه بل هو نفع کله الی ان قال والحاصل ان الاقتصاد فی السنۃ افضل من الاجتهاد فی البدعۃ ولو کانت مستحسنۃ شفاء مع شرح جلد (۲) - صفحہ (۲۱)- شرعاً کوئی ثبوت نہیں نہ احادیث سے نہ فقہ سے نمبر ۳ نہیں کر سکتے اگر مجبور کریں تو وہ گنہگار ہوں گے۔

احقر علی محمد غفرلہٗ احمد سورتی تراجوی۔

مانڈلہ

الجواب۔ (۱) جو فرض نماز کے بعد دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے جیسے کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۸ میں ہے۔ عن عائشۃ رضی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ مسلم اور ایک روایت میں اس سے پہلے تین دفعہ استغفار بھی ہے اور دوسری روایتوں میں اور اور دعائیں وغیرہ بھی ہیں۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکورہ کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ کی کتب معتبرہ سے کہیں نہیں پایا جاتا بلکہ اس کا خلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف گھر میں جا کر سنن ونوافل پڑھنے کی تھی۔ پھر دعا مقتدیوں کے ساتھ کس طرح مانگیں گے۔ اور صحابہ کرام رض سے بھی اس طرح کا دعا مانگنا نہیں پایا جاتا۔

(۳) سنن اور نوافل کے بعد دعا مذکورہ کے لئے امام کو مجبور کرنے کا متولیان مسجد کو کوئی حق نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے یہ دعا مکروہ ہو جاوے گی اور متولی لوگ گنہگار ہو جائیں گے مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد دوم میں ہے کہ علماء نے تصریح اس امر کی کی ہے کہ جس مندوب پر اصرار مثل فرائض و واجبات کے کیا جاوے اور اس کے تارک کو ملامت کیجاوے وہ مکروہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں لکھا ہے۔ پھر اس کے نیچے سباحۃ الفکر سے لکھا ہے۔ فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص منکرا وھا کما صرح علی القاری فی شرح المشکوٰۃ والحصکفی فی الدر المختار وغیرھما اور شرح مشکوٰۃ علی قاری میں ہے من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکرا انتھی

کتبہ احقر عباد اللہ ابو الحسن سید غلام علی عفا اللہ عنہ و رعاہ
مدرس مدرسہ محمدیہ مانڈلے برما

الجواب صحیح محمد عبدالرحمان عفا اللہ عنہ
محلہ چھوٹن شہر مانڈلے۔

الجواب صحیح
محمد یونس

الجواب صحیح
سید محمد حسین شاہ حفظہ مولاہ

الٰہ آباد

الجواب وھو الموفق للصواب۔ صورت مسئولہ میں بعد سنن ونوافل کے اجتماعی حالت سے دعا مانگنے کا ثبوت کہیں حدیث شریف میں وکتب فقہ میں نظر سے نہیں گذرا بجز اس کے کہ بدعت حسنہ ہو۔ اور عام طور سے ممالک اسلامیہ میں اس کا عمل درآمد ورواج بھی نہیں ہے پس خواہ مخواہ باصرار تمام اس کے رواج دینے کے در پے نہیں ہے البتہ بغیر التزام کے بطیب خاطر احیانا اگر امام نے مقتدیوں کے ساتھ دعا کی تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے۔ اور اگر جبراً رواج دیا جائے تو یہ فعل بصورت اکراہ بجائے بدعت مذمومہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ نفل کی جماعت تداعی کیساتھ دواماً التزاماً مکروہ ہے حالانکہ نماز مکتوبہ میں جماعت سنت موکدہ بلکہ بعض فقہا کے نزدیک قریب واجب کے ہے۔ لیکن چونکہ نوافل میں جماعت کا رواج تداعی کے ساتھ زمانۂ سلف قرون مشہود لہا بالخیر میں نہیں پایا گیا اس لئے فقہا کے نزدیک مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے قال فی تنویر الابصار فی تحت قول کراھۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروهة لانه خلاف المتوارث فقط واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

نمقه احقر خادم الفقراء ظہور حسام غفرلہ مفتی مدرسۂ سبحانیہ
الٰہ آباد صان اللہ تعالیٰ عن الشر والفساد

(الجواب صحیح) کتبہ محمد عبدالکافی غفرلہ (الہ ...)

ڈھاکہ

الجواب (۱) یہی موافق سنت ہے کیونکہ اگر شبہ ہو کم از کم مشکوٰۃ ہی دیکھ لے۔

(۲) حدیث اور فقہ سے اسکا نفس ثبوت ہی نہیں ہے التزام تو دور ہے داہنے بائیں امام کا بعد سلام بیٹھنا باوجودیکہ اس کا ثبوت حدیث صحیح میں ہے باوجود اس کے اگر کوئی داہنے جانب بیٹھنے کو حق اور واجب سمجھے تو حظ شیطان کا ہو جاتا ہے تو جو نشست کہ اس کا کہیں ثبوت نہیں اس کا التزام کیسا ہوگا۔ سجدۂ شکر ثابت اور

مستحب ہے مگر فقہا منع کرتے ہیں کہ اس کا التزام منجر الیٰ فساد عقائد العوام ہوگا۔ لہٰذا اس خاص التزام کو بھی از روئے حدیث شریف وفقہ ضرور منع کیا جاوے گا ولو کرہ الکافرون (فی البخاری صفحہ ۱۱۸) وکان انس رضی ینفتل عن یمینہ وعن یسارہٖ ویعیب علی من یتوخی او من تعمد الا انفتال عن یمینہ وفیہ ایضاً قال عبد اللہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ اھ وفی الدر المنتقی شرح الملتقی صفحہ ۱۶۰) وما یفعل عقیب الصلوٰۃ فمکروہ لان الجھلۃ یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ قالہ المصنف وغیرہٗ اھ

(۳) شرعاً مجبور نہیں کر سکتے اگر کریں تو امر خلاف شرع پر مجبور کرنا ہوگا جس کی جوابدہی جابرین پر عائد ہے اور زمرۂ مبتدعین سے وہ اپنے کو شمار کریں۔ ہذا واللہ اعلم۔

کتبہ محمد اسحاق البردوانی المدرس الدینیات فی الکلیۃ الاسلامیۃ بدکۃ۔ ۲۵۔ ذیقعدہ یوم یکشنبہ

بجنور

الجواب (۱) اس وقت جو بعد نماز فرض متصل ایک وقت دعا مانگی جاتی ہے وہ بالکل سنت کے موافق ہے۔ احادیث بکثرت اس پر شاہد ہیں۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد امام مسجد کو جبر وتعدی جو کرتے ہیں بیشک یہ جبر تعدی خلاف شریعت اور حرام ہے۔

(۳) اس التزام خاص کا ثبوت کہیں نہیں۔ واجب احتراز ہے

سراج احمد۔ صدر مدرس مدرسہ فیض عام سیوہارہ ضلع بجنور۔ ۲۱۔ ذیقعدہ

الجواب

فرائض کے بعد دعا کا مانگنا سنت۔ سنن ونوافل کے بعد اس التزام سے کہ امام اور مقتدی ملکر ساتھ دعا مانگیں حدیث وفقہ سے ثابت نہیں۔ متولیان مسجد کا اس بدعت پر اصرار اور نمازیوں کو اس کی تعمیل پر مجبور کرنا شریعت کے مخالف ہے۔

خادم العلماء محمد رحیم اللہ

نگینہ۔ ضلع بجنور

(۱) بعد نماز فرض متصل جو دعا مانگی جاتی ہے یہی سلف کا طریقہ ہے اور اسی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔

(۲) اسی التزام کے ساتھ دعا سنن ونوافل کے بعد کرنا کہیں ثابت نہیں احداث فی الدین ہے اس سے اجتناب چاہیئے۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض متولیان مسجد ایسا کریں۔ اور اس طرز جدید فاتحہ خوانی پر مجبور کریں تو یہ جبر خلاف شریعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ العبد الضعیف شیت اللہ عفا اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نگینہ ضلع بجنور۔

میرٹھ

الجواب (۱) جو پہلا طریقہ تھا وہ بدعت ہے دوسرا طریقہ جو عالم صاحب نے دعا کا طریقہ رکھا یہ سنت ہے کتب حدیث اور فقہ میں یہی طریقہ ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔

(۲) سنن اور نوافل کے بعد التزام دعا جماعت کے ساتھ کرنا بدعت ہے۔ اور اس کا کہیں ثبوت نہیں جو لوگ خلاف شرع اہل بدعت کے طریقہ پر اماموں کو مجبور کرتے ہیں وہ گنہگار ہوں گے۔ اور اگر متولی مسجد ایسے لوگوں کے کہنے سے امام کو خلاف شرع پر مجبور کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ سنت کے خلاف بدعت کے طرز پر اور کو بلانے والا قیامت کو شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خادم الطلبہ محمد مبارک حسین محمودی

مدرس اول مدرسہ دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

الجواب (۱) ان فرضوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں حدیث میں صرف اللھم انت السلام الخ آیا ہے اور بعض احادیث میں لا الہ الا اللہ الخ آیا ہے دعا کے طور پر صرف اللھم انت السلام الخ آیا ہے۔ لہٰذا یہ تو سنت ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد اس خاص التزام کے ساتھ دعا کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں التزام ما لم یلزمہ الشرع (جس شے کو شریعت نے لازم نہیں کیا۔ اوسکو لازم کر لینا) منع ہے

قد حصحص الحق فی الجواب — الاجوبۃ الاجوبۃ

رمیض الدین احمد غفرلہ ولابویہ اللہ الصمد — واصف اللہ غفر اللہ لہ ولابویہ احمد

الملقب بفخر المحدثین المدرس فی المدرسۃ العالیۃ سلہٹ — مدرس المدرسۃ العالیۃ سلہٹ)

ریواڑی

(۱) مخمس وتفصیلی۔ فرض نماز کے بعد علی الاطلاق یعنے اکیلا نمازی ہو یا امام ومقتدی دونوں ہوں دعا مانگنا احادیث کثیرہ سے جو کتب صحاح میں منقول ہیں ثابت ہے اور نیز بنا بر قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیۃ شریفہ۔ فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب کا بھی یہی مدلول ومطلب ہے چنانچہ علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں سند الصیغہ تحدیث یوں نقل کیا ہے عن ابن عباس رض فاذا فرغت فانصب یقول فاذا فرغت مما فرض علیک من الصلوٰۃ فسل اللہ وارغب الیہ وانصب لہ صفحہ ۱۲ الجلد الثلثون۔ اور امام ومقتدیوں کا ملکر بلا التزام ووجوب دعا مانگنا اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ الایۃ اور نور الایضاح اور اس کی شرح امداد الفتاح میں جو مذہب حنفیہ کی مستند ومعتبر کتاب ہے امام وجماعت کا ملکر دعا مانگنا بصراحت موجود ہے چنانچہ یہ عبارت ہے۔ ثم بعد الفراغ عن صلوٰۃ یدعو الامام لنفسہ وللمسلمین رافعی ایدیھم حذو الصدر وبطونھا مما یلی الوجہ بخشوع وسکون ثم یمسحون بھا وجوھم فی اخرہ ای عند الفراغ من الدعاء کذا فی النفائس المرغوبۃ نقلا عن التحفۃ المرغوبۃ والسعایۃ بہرحال علماء امت کا دیار وامصار میں دونوں صورتوں کے متعلق یعنی نماز فرض کے بعد سنن ونوافل سے پہلے اکیلے نمازی کا یا امام ومقتدیوں کے ملکر بلا التزام دعا مانگنے پر اجماع سکوتی ہے ÷

(۲) فرض نماز کی ادائیگی کے بعد متصل ہی بجائے ایک بار کے دو یا تین بار ہر بار میں ہر بار ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگنا جیسا کہ حضرات پنجاب میں دیکھا گیا یا سنن ونوافل پڑھکر امام کے انتظار میں بیٹھے رہنا کہ تمام جماعت کی اکٹھے دعا مانگی جائے بالکل بے ثبوت ہے نہ کسی حدیث واثر میں اس کا ذکر ہے نہ کتب فقہ میں متقدمین ومتاخرین سے کسی کا قول مذکور ہے۔ ایسا اصرار اور ہٹ کرنا مکروہ ہے بدعت ہے اسکو چھوڑ دینا اور ممکن ہو تو چھوڑانا دونوں ضروری

یہ التزام یقیناً بدعت ہے اور ایسے ہی الفاتحہ جو زور سے کہا جاتا ہے۔ بدعت ہے۔

(۳) جس چیز کا ثبوت مذہب میں نہو اسپر مجبور کرنا جائز نہیں۔ لہذا متولیان مسجد کو جائز نہیں کہ امام مسجد کو خلاف شرع کرنے پر مجبور کریں۔ اور ان کا یہ جبر شریعت کے موافق نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ کفایت اللہ عفی عنہ گنگوہی

مدرس مدرسہ اسلامی اندرکوٹ میرٹھ۔

سلہٹ

جوابات۔ (۱) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ساتھ اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام کے موافق سنت ہے

(۲) اس التزام کیساتھ دعا مانگنے کا کوئی ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے۔

(۳) چونکہ اس قسم کی دعا مانگنے اور فاتحہ پڑھنے کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے اسلئے متولیان مسجد کا امام مسجد کو التزام مذکور کے ساتھ مجبور کرنا۔ امر مخالف شرع کا مرتکب ہونا ہے۔ اور احداث فی الدین میں کوشش کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ منہ

العبد المجیب۔ مجاہد الدین۔ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ لا ریب فیہا — الاجوبۃ کلہا صحیحۃ

محمد احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ — محمد عرفان علی غفرلہ ولوالدیہ المدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ

(۴) فرائض کے بعد سنن ونوافل کا پڑھنا ہی مسجد میں حضور اکرم صلعم کا معمول نہ تھا۔ اب انصاف سے آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ دعا بطریق مذکور مسنون ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے کیا تمام مصلی حضور صلعم کے شامل حجرہ شریفہ میں داخل ہوکر بطریق مذکور دعا کا معمول بنائے ہوئے تھے۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو مسنون بلکہ مشروع قرار دینے کے کیا صورت ہو سکتی۔

محمد شیر زماں مدرس مدرسہ عالیہ (سلہٹ)

(۱) بعد نماز فرض دعائے خاص مسنون ہے۔

(۲) اس طور پر لازم پکڑنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) مجبور کرنا فاتحہ کے لیے خلاف شریعت ہے۔

محمد ارزان علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ (سلہٹ)

دلازم ہے۔ لہٰذا متولیان مسجد وغیرہ الفاتحہ والی دعا پر امام کو مجبور نہیں کر سکتے اگر وہ مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے کیونکہ مجبور کرنے کا انہیں شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

تنبیہ شاید کسی کو یہ بات جی میں کھٹکے اور کوئی اعتراض کرے کہ صدر اول میں اداء فرض نماز کے بعد آجکل کی طرح جماعت سمیت دعا مانگنے کا طریقہ شائع ذائع نہ تھا لہٰذا یا تو اسے بھی بدعت قرار دیا جائے ورنہ اس پر قیاس کر کے سنن و نوافل کے بعد بھی سب کا اجتماعی طور سے دعا مانگنا کم از کم جائز تو قرار دیا جائے۔ اس کے مختصر اً ذیل کے جوابات ہیں

(۱) احادیث میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کا مدلول و مقتضیٰ یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد اور سنن و نوافل سے پہلے دعا مانگی جائے مثلاً صحیحین کی روایت میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من الصلوٰۃ وسلم قال لا الٰہ الا اللہ الخ (ترجمہ) جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے لا الٰہ الا اللہ الخ اس کے علاوہ اور حدیث کی کتب میں موجود ہیں جن میں۔ دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ وغیرہ ایسے ایسے الفاظ ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے جو صحیحین کی روایت کا مضمون ہے

(۲) فرض نماز کی ادائیگی شارع علیہ السلام نے جماعت کیساتھ مسجد میں قرار دی ہے اور سنن و نوافل کی ادائیگی مساجد میں تو خانگی مشاغل کے موانع کے سبب مرخص ہے ورنہ گھر میں ان کا پڑھنا آنحضرت صلعم کا محبوب و مسنون طریقہ ہے۔ چنانچہ یہ دعویٰ احادیث نبویہ قولی و فعلی سے اور تصریحات فقہیہ سے مدلل و مبرھن ہے بھلا جبکہ اصل سنتوں کا ہی مساجد میں التزام و جماعت کے ساتھ ثابت نہیں فرداً فرداً پڑھنا متعذر ہے بلکہ اپنے اپنے گھر میں اولیٰ و افضل ہے تو ان کے توابعات اختیاریہ دعا وغیرہ کا بہیئت اجتماعی لزوم و دوام کیسے جائز و مستحسن ہو خلاصہ یہ کہ جماعت والی نماز فرض کے بعد کی دعا پر سنن و نوافل کے بعد کی دعا کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جو شرعاً و عقلاً جائز نہیں۔

(۳) بیشک یہ تسلیم ہے کہ جماعت والی فرض نماز کے بعد کی دعا پر صدر اول میں آجکل کا سا دوام و التزام کہیں نہ تھا لیکن چونکہ یہ در اصل ثابت ہے اور موجودہ طریقہ و دوام کو واجب و ضروری نہیں سمجھا جاتا نوافل کا سا حال ہے اگر کوئی بغیر دعا مانگے چلا جاتا ہے تو اعتراض نہیں کیا جاتا اس کے

ترک پر لعن طعن نہیں ہوتا۔ بخلاف سنن و نوافل کے بعد والی دعا کے کہ اسکو آتنا لازم و ضروری سمجھا ہوا ہے کہ اسکے تارکین پر لعنت و ملامت کیجاتی ہے حالانکہ درحقیقت بے ثبوت بھی ہے چونکہ بلا ثبوت شرعی کسی بے ثبوت یا جائز و مرخص عمل پر سنت واجب کا سا دوام و التزام ہی بدعت ہے لہٰذا پہلا طریقہ دعا مستحب و مستحسن ہے اور دوسرا طریقہ دعا واجب الترک بدعت ہوا۔ وہذا ہو الفرق بینہما واللہ اعلم و علمہ اتم

حررہ العبد الاثیم الی اللہ الغنی ابو الفیض عبد الرحیم بقلم خود۔ ریواڑی۔ مورخہ ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

ترچناپلی الجواب۔ (۱) یہ دینہار عالم کے قول نمبل کے مطابق بہت سے ملکوں میں جاری ہے علمائوں کے نزدیک بھی مقبول ہیں وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمیناً وشمالاً و اماماً و خلفاً و ذہابہ لبیتہ واستقبال الناس بوجھہ ولو دون عشرۃ مالم یکن بحذائہ مصل ولو بعیداً علی المذہب (ایضاً) (قولہ وخیرہ الخ) الضمیر المنصوب للامام لکن التخییر الذی فی المنیۃ ہو انہ ان کان فی صلوٰۃ لا تطوع بعدہا فان شاء انحرف عن یمینہ او یسارہ او ذہب الیٰ حوائجہ او استقبل الناس بوجھہ وان کان بعدہا تطوع قام یصلیہ یتقدم او یتأخر او ینحرف یمیناً او شمالاً او یذہب الیٰ بیتہ فیتطوع ثمہ (ایضاً) لیکن در المختار رد المحتار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب کو اختیار ہے کہ بعد نماز فرض شمال یا جنوب کیطرف یا آگے پیچھے کیطرف منہ کر کے اللّٰھم انت السلام الخ پڑھے یا گھر جا کر نماز ادا کرے لہٰذا نماز سنت یا نفل پڑھنے کے بعد بیٹھکر جماعت کے ساتھ دعا مانگنے کو جبر کرنا شرعاً درست نہیں۔ بعد نماز فرض کے متصل امام ہو یا منفرد اللّٰھم انت السلام الخ اور کوئی دعا پڑھنا یا اس حد تک خاموش رہ کر سنت یا نفل پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑا ہونا مستحب ہوگا۔

(۲) حدیث و فقہ سے ثبوت نہیں۔

(۳) متولیان مسجد کا امام مسجد کو مجبور کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

شیخ ابراہیم سکرٹری مجلس العلماء ترچناپلی

از دار الفتاوی مجلس العلماء ترچناپلی

مکۃ المعظمہ

فتویٰ حضرت مفتی مکہ معظمہ قاضی القضاۃ مولانا عبداللہ بن عبدالرحمن سراج الحنفی مد فیوضہم

استفتا

ما قولكم دام فضلكم فيما اعتاده الناس في بعض الاقطار من مواظبة الامام الموظف بالمسجد ومقتديه على قرأة هذا الدعاء (اللهم انت السلام الخ) بعد الفراغ من الصلوة المفروضة متصلا ثم بعد الفراغ من فعل السنن والنوافل يدعو عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذالك وقد جرى العمل منهم على سبيل الدوام والالتزام حتى ان بعض العوام اعتقدوا ان هذا ضروري واجب حيث انهم لما وجدوا تأخير الامام عن ذالك باشتغاله بطويل السنن والنوافل اعترضوا عليه قائلين انا منتظرون الدعاء وهو يطيل صلوة فهل هذا العمل المذكور موافق للسنة وثابت بالاحاديث الصحيحة والروايات المعتبرة ام لا وهل يجوز للمتولي اجبار الامام الموظف المذكور على ترويج هذا الدعاء المذكور

ترجمہ

علمائے کرام! آپ کیا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا فیض ہمیشہ جاری رکھے اس بارے میں کہ بعض جگہوں میں یہ رواج پڑا ہوا ہے کہ (پہلے) فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد متصل یہ دعا اللھم انت السلام الخ امام مع مقتدیوں کے پڑھتا ہے۔ پھر دوبارہ وہی امام سنت اور نفل پڑھنے کے بعد زور سے الفاتحہ کہہ کر دعا مانگتا ہے اور مقتدی اس پر آمین آمین کہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا عمل دوامی طور پر برابر اور پابندی کیساتھ جاری ہے یہاں تک کہ بعض عوام نے اس فعل کو ضروری اعتقاد کر لیا ہوا ہے کہ یہ لوگ جب امام کو دیکھتے ہیں کہ وہ سنت اور نفل نمازوں میں لمبا کر کے دعا مانگنے میں دیر کرتا ہے تو پھر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو دعا کیلئے منتظر بیٹھے ہیں اور وہ اپنی نماز کو لمبی کر رہا ہے۔ پس ارشاد ہو کہ آیا یہ ذکر کی ہوئی دوبارہ دعا سنت کے موافق ہے؟ اور آیا صحیح حدیثوں اور معتبر روایتوں سے ثابت ہے؟ یا نہیں اور آیا مسجد کے متولی کو یہ جائز ہے کہ وہ مسجد کے مقرر امام کو اس ذکر کی ہوئی

بعد السنن والنوافل على سبيل الالتزام ويكون اجباره على ذلك موافقا للشرع ام لا-
افيدونا مفصلا توجروا-

الجواب

لم ترد السنة بذلك ولا رواية في ذلك ولا يجوز للمتولي اجبار الامام على ذالك لانه غير موافق للشرع والحال ما ذكر والله اعلم امر برقمه خادم الشريعة والمنهاج عبد الله بن عبد الرحمن سراج الحنفي قاضي القضات ومفتي الاقطار العربية بمكة المحمية كان الله لهما حامدا مصليا مسلما

مہر

پچھلی دعا کے رواج دینے پر مجبور کرے جو کہ پابندی کیساتھ سنت اور نفل نمازوں کے بعد مانگی جاتی ہو اور آیا یہ مجبور کرنا شرع شریف کے موافق ہوگا یا نہیں مفصل اس کا حکم ارشاد فرمائیے اللہ تعالیٰ آپکو اجر عطا فرمائیگا

جواب

یہ (یعنے سنن اور نوافل کے بعد دوسرے الفاتحہ کہہ کر امام کا دعا مانگنا اور اس کے ساتھ مقتدیوں کا آمین آمین کہنا) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (کہیں) وارد نہیں ہوا۔ اور اس کے ثبوت میں (فقہاء کی) کوئی روایت (بھی) نہیں ہے۔ اور (مسجد کے) متولی کو جائز نہیں ہے کہ امام کو اس دعا پڑھنے پر مجبور کرے اس لئے کہ یہ دعا شرع شریف کے موافق نہیں ہے اور حال وہی ہے جو ذکر کیا گیا واللہ اعلم۔
خادم الشریعۃ والمنہاج عبداللہ بن عبدالرحمن سراج الحنفی قاضی القضاۃ ومفتی الاقطار العربیہ مکہ معظمہ میں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں۔

مہر

فتوے دار الافتاء سورتی سنی جامع مسجد رنگون

سوال۔ نماز فرض صبح کے بعد مؤذن کا

اللہم آمین۔ کہہ کر پکارنا اس کلام کو سنکر مقتدی اور امام ملکر ہاتھ اٹھا کر دعا کا مانگنا یہ طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر ثابت ہو تو قرآن وحدیث کے دلیل سے حوالہ قلم کریں۔

الجواب۔ چونکہ امام اور مقتدیوں کا بعد فرض متصل قبل سنت ان فرائض کے بعد جن کے آخر سنن ہیں۔ اور جن کے آخر سنن نہیں مثلاً فجر وعصر تا خیر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حدیث قولی ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبۃ ترمذی۔ اما احادیث فعلیہ فمثلاً عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من الصلوۃ وسلم قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام کان یقول ھذہ الکلمات دبر کل صلوۃ ولفظ البخاری فی کتاب الصلوۃ۔ دبر کل صلوۃ مکتوبۃ۔ وعن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث ابن ابی شیبہ وعمل الیوم واللیلۃ۔ وروی الترمذی وقال صحیح غریب۔ والحاکم فی المستدرک من حدیث ابن عمر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ۔ سعایہ۔ وروینا فی مسند الامام احمد وسنن ابن ماجہ وکتاب ابن السنی عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح قال اللھم انی اسألک علما نافعا وعملا متقبلا ورزقا طیبا کتاب الاذکار للنووی۔ وعن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ الخ اور روایات فقہیہ مثلاً سعایہ وتحفہ مرغوبہ میں ہے ثم بعد الفراغ من الصلوۃ یدعو الامام لنفسہ وللمسلمین رافعی ایدیھم حذو الصدر وبطونھما مما یلی الوجہ بخشوع وسکون ثم یمسحون بھا وجوھھم فی آخرہ ای عند الفراغ من الدعاء۔ سے ثابت ہے اسلئے امام کا یہ فعل یعنے دعا کے

ہاتھ اٹھانا مبنی بر کلام مؤذن نہیں بلکہ اس کا اٹھانا اسلئے کہ احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے دعا کا کیا جانا ایک ثابت شدہ امر ہے اسکی تعمیل میں امام رفع ید کر رہا ہو باقی رہا سوال میں جو طریقہ مؤذن کے اللہم آمین کہنے کے بعد امام کا ہاتھ اٹھانا ظاہر کیا ہے۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے۔ بلکہ امام کے ہاتھ اٹھانے کے بعد مؤذن بعض لبطور اعلام واطلاع مقتدیین۔ اللہم آمین کہتا ہے اور بس فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ حجۃ الودود۔ اسماعیل بن محمد سیم اللہ عنہما سورتی سنی جامع مسجد رنگون

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام بعد نماز سنن ونوافل کے بلا قید جہر وپابندی وبلا قید جماعت اگر دعا مانگے اور حاضرین مقتدیوں میں سے ہاتھ اوٹھا کر آمین کہیں۔ ایسی حالت میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ اس وقت یہاں چونکہ عوام اور جہلا کی حالت اس قسم کی ہو گئی ہے (اور سائل کا سوال بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جیسیں یہ کمال کیا ہے اولاً دو جگہ لفظ بلا قید ثبت کیا۔ اور متصل ہی۔ حاضرین مقتدیوں میں سے الخ ان الفاظ میں سب کچھ تسلیم کر لیا۔ فہم شرط ہے) کہ انہوں نے امام کے سنن ونوافل سے فراغت کے بعد دعا ثانیکو مع امام ایک امر ضروری اور لازمی سمجھ رکھا ہے۔ اسلئے کسی ایسے شخص کا جو کہ عوام میں مقتدا اور امام سمجھا جاتا ہو جس کے فعل اور عمل کو لوگ مستند سمجھتے ہوں مجمع عوام میں دعا ثانی کرنا اور لوگوں کا اسکے ہمراہ آمین آمین کہنا بوجہ عوام کے اس خیال کو پختہ کرنے اور اعتقاد میں فتور کا باعث ہونیکے۔ اس کے جائز کہنے میں کوئی شخص اقدام نہیں کرے گا وھذا کلہ انما فیما فعلہ بحضرۃ الناس وحیث یمکن الاقتداء بالفاعل الخ للوا نعات صفحہ ۲۹۲ جلد اول۔ بلکہ بحسب تصریح فقہائے احناف کرام مستحب بھی مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے جبکہ عوام کے سامنے ہونیکے باعث موجب فساد عقیدہ ہو۔ شامی جلد اول صفحہ ۱۰۳ مع در مختار میں ہے وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنھا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجھلۃ یعتقدون انھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ۔ قولہ فمکروہ الظاھر انھا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین مالیس منہ الخ یعنے باوجودیکہ سجدہ شکر مطابق قول مفتی بہ مستحب ہے پھر بھی بخیال عوام بعد نماز سجدہ کو مکروہ کہا ہے۔ نیز بطور قاعدہ یہ بتلا دیا کہ ہر مباح کہ مؤدی فساد اعتقاد عوام ہو وہ مباح بجائے مباح کے مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے۔ پس کیا حال ہو گا اس دعا ثانی

مروجہ کا جوکہ نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ اسلئے کہ مستحب بقول صاحب درمختار وشامی۔ وہ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو۔ یا رغبت دلائی ہو۔ یا سلف صالحین نے اسکو پسند کیا ہو۔ وھو ما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ وترکہ اخری وما احبہ السلف الی قولہ وھو الخ یرد علیہ ما رغب فیہ علیہ السلام ولم یفعلہ فالاولی ما فی التحریر ان ما واظب علیہ مع ترک ما بلا عذر سنۃ وما لم یواظب علیہ مندوب ومستحب وان لم یفعلہ بعد ما رغب فیہ اھ بحر شامی مع درمختار صفحہ ۱۳۸ جلد اول۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح دعار ثانی کو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ اسپر رغبت دلائی اور نہ سلف صالحین سے اس کا استحباب منقول۔ اور ادھر فقہار کا عدم نقل کو موضع استدلال میں پیش کرنا ذائع وشائع۔ ومنہا ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من الائمۃ المجتہدین لم ینقل عنہم ھاتان الصلوتان فلو کانتا مشروعتین لما فاتتا عن السلف الخ کبیری صفحہ ۳۷۱

مع ہذا اسپر وہ شور وشر اور اصرار ہوکہ علمار کو چھوڑ عوام الناس سے مطبوعہ فارموں پر دستخط لیے جاتے ہوں۔ اسپر اگر کسیکے منہ سے اتنا نکل جائے کہ بھائی اس کا کہیں ثبوت بھی ہے۔ اور ہندوستان کے ان شہروں میں جن کا شمار مرکز علوم دینیہ میں ہوتا ہے اسپر عملدرآمد بھی ہوتا ہے۔ تو فوراً ایسے سائل کو وہابی کا تمغہ دیا جاتا ہے۔ اور اماموں کی امامت کے قابلیت کا معیار اسی مروجہ دعار ثانی کو بنا لیا گیا ہو خواہ مسائل ضروریہ سے نابلد محض ہی کیوں نہو۔ اور تارک فرائض وواجبات سے یہ بھی دریافت نہ کیا جاتا ہو کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں اور اس دعار ثانی کے تارک کو وہ لعن طعن کیا جاتا ہو کہ الامان والحفیظ ایسی حالت میں ہر وہ شخص کہ جس میں سلامت طبع اور اصابت رائی کی ادنیٰ بھی بو ہوگی۔ وہ اس دعار ثانی رسمی کو حسب قواعد فقہا بدعت مکروہ کہنے میں ہرگز تردد وتامل نہ کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ احقر الوریٰ۔ اسمٰعیل بن محمد نسیم اللہ عنی عنہما

سورتی مفتی جامع رنگون

۱۶۔ نومبر ۱۹۲۸ء

الصّحائف المرفوعہ

فی جواب

اللطائف المطبوعہ

از حضرت علامہ مولانا المولوی المفتی محمد کفایت اللہ صاحب

الشاہجہان پوری ثم الدہلوی

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ اللّٰہَ الْعَلِیَّ الْعَظِیْمَ

وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اما بعد۔ نفائس مرغوبہ کے طبع ثانی کے وقت بعض احباب رنگون نے میرے پاس ایک رسالہ بھیجا جس کا نام اللطائف المطبوعہ فی جواب النفائس المرغوبہ ہے یہ رسالہ جناب مولانا مولوی مفتی عبدالباری صاحب مرحوم و مغفور کی جانب منسوب ہے، مگر اسکی صورت یہ ہے کہ مولوی محمد یعقوب صاحب نے حضرت مولانا عبدالباری صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد اُن کے مسودات میں سے کچھ تحریرات نکالیں۔ اور خود انہیں ترتیب دے کر لطائف مطبوعہ کے نام سے رسالہ بنا کر شائع کردیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر مولانا عبدالباری صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو وہ اسکو اس صورت میں شائع کرنا ہرگز پسند نہ فرماتے۔ کیونکہ اسکی موجودہ ترتیب اور صورت اُن کے مرتبہ علم اور ثقاہت کے خلاف ہے۔

بہر حال اب کہ رسالہ اُن کے بعد اُن کے نام سے شائع کردیا گیا؛ ورنا واقف حضرات کے لئے ایک اشتباہ کا موقعہ پیدا ہوگیا کہ یہ مولانا مرحوم کے خیالات ہیں اس لئے رفع اشتباہ کے لئے ضروری معلوم ہوا کہ رسالہ کے مضامین کا مختصر جواب بھی شائع کردیا جائے۔ تاکہ طالبین حق کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے اور جو اشتباہ کہ پیدا ہوگیا ہے وہ رفع ہوجائے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

شعبان المعظم [illegible]

واضح ہو کہ اصل مسئلہ جو زیر غور ہے وہ یہ ہے کہ بعض اطراف ہندوستان میں معمول یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں اُن کے سلام کے بعد امام اور مقتدی اللّٰھم انت السلام کے علاوہ بھی ایک دو مختصر ماثور دعائیں ہاتھ اُٹھا کر پڑھتے ہیں اور دعا سے فارغ ہوکر سنتیں نفلیں پڑھتے ہیں پھر ہر شخص اپنی اپنی دعائیں مانگتا ہے اور اُٹھکر چلا جاتا ہے۔ کوئی پہلے کوئی پیچھے یعنی سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد سب اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے لئے انتظار نہیں کرتے۔

اسکے خلاف بعض مقامات (مثلاً برہما۔ گجرات وغیرہ) میں یہ رواج ہے کہ فرض نماز کے سلام کے بعد امام اور مقتدی صرف اللّٰھم انت السلام الخ پڑھتے ہوئے کھڑے ہوجاتے ہیں اور سنتیں نفلیں پڑھکر امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگتے ہیں۔ اور اس رواج کی بھی مختلف مقامات میں مختلف صورتیں ہیں

کسی جگہ تو اللّٰھم انت السلام الخ پڑھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور کہیں نہیں اُٹھاتے اور کسی جگہ سنن و نوافل کے بعد امام زور سے الفاتحہ کہہ کر صرف ایک بار مقتدیوں کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔

اور کسی جگہ ایک بار دعا ختم کرکے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر دوسری بار الفاتحہ کہکر دعا مانگی جاتی ہے۔

اور کسی جگہ دوسری دعا ختم کرکے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر تیسری مرتبہ امام الفاتحہ کہکر دعا مانگتا ہے۔

پھر سنن و نوافل کے بعد اس مروج دعا کو اس قدر ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اگر کوئی امام سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنے کے لئے نہ بیٹھے اور پہلے ہی اُٹھکر چلا جائے۔ پا جائز نہیں

مگر دعا نہ مانگے تو امام کو برا بہلا کہنا۔ امامت سے معزول کر دینا اور ایک جھگڑا فساد برپا کر دینا۔ مسلمانوں میں نا اتفاقی اور پہوٹ ڈالدینا سب وشتم کرنا۔ یہ معمولی باتیں ہیں جو پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بیسیوں مثالیں اسکی موجود ہیں۔ نفائس المرغوبہ میں یہ لکہا گیا تہا۔

دوسرے طریقے کا احادیث و فقہ سے ثبوت نہیں ہے یعنی کسی حدیث یا آثار صحابہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم یا ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں لوگ سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کے لئے بیٹھے انتظار کیا کرتے تہے اور جب خود حضور انور اور تمام مقتدی سنن و نوافل سے فارغ ہو جاتے تہے تو سب ملکر دعا مانگتے تہے۔ پہر دعا کا طریقہ بھی یہی ہوتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زور سے الفاتحہ فرماتے اور تمام مقتدی حضور کے ساتہ دعا میں شریک ہوتے۔ پہر صرف ایک مرتبہ دعا فرماتے یا دو دو تین تین مرتبہ دعا کرتے۔ ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے۔ قاعدہ کے موافق ہمیں اتنا ہی کہدینا کافی تہا کہ ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے۔ اور جو لوگ کہ اس طریقے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں انپر لازم تہا کہ وہ ان باتوں کا ثبوت پیش کرتے اور وہ روایات بیان کرتے جن سے ثابت ہوتا کہ سنن و نوافل کے بعد تمام صحابہ حضور کے ساتھ ملکر دعا مانگتے تہے۔ حضور الفاتحہ فرماکر دعا شروع کرتے تہے اور ایکبار دعا مانگتے تہے یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ مگر ہم نے اس خیال سے کہ عوام علم مناظرہ کے اس قاعدے سے تو واقف نہیں ہوتے کہ ثبوت پیش کرنا کس کے ذمے ہوتا ہے وہ تو ہر فریق سے خواہ مدعی ہو یا منکر دلیل پیش کرنے کے منتظر رہتے ہیں تلطوعا اپنی طرف سے دلائل بہی پیش کر دیئے تہے جن میں سے ایک دلیل یہ تہی کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کو گہروں میں پڑہنے کی ترغیب دی ہے اور گہر میں پڑہنے کا ثواب مسجد میں پڑہنے سے زیادہ فرمایا ہے۔ اور خود بہی عام طور پر حضور انور صلعم نوافل گہر میں پڑہتے تہے۔ اس کے لئے نفائس مرغوبہ کے صفحہ ۳ میں حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ اور صفحہ ۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی یہ حدیثیں نہایت صاف اور صریح اور صحیح ہیں۔

ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور عام طور پر سنن و نوافل گہر میں پڑہتے تہے اور چونکہ صحابۂ کرام کو بہی گہروں پر سنن و نوافل پڑہنے کی ترغیب دی تہی اور صحابۂ کرام حضورؐ کی ترغیب پر دل و جان سے عمل کیا کرتے تہے اور افضل اور بہتر صورت کو ہی اختیار کرتے تہے تو ضرور ہے کہ وہ بہی عام طور پر سنن و نوافل گہروں میں ہی جاکر پڑہتے ہوں گے۔

پس اس سے سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور انور کے اور صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں رواج نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

لطائف مطبوعہ صفحہ میں اس روشن اور واضح ثبوت کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو حدیثیں نفائس مرغوبہ میں پیش کی گئی ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور نے ہمیشہ سنتیں مکان میں پڑہی ہیں۔ کبہی باہر مسجد میں نہیں پڑہیں نہ سفر میں نہ حضر میں۔ پس ممکن ہے کہ حضور نے کبہی فرض کے بعد اسی جگہ سنتیں پڑہی ہوں اور سنتوں کے بعد دعا مانگی ہو۔

اس مضمون کا جواب

مجھے حیرت ہے کہ مولانا عبدالباری مرحوم جیسا فاضل ایسا کمزور اور بودا جواب کیسے لکہ سکتا تہا میں نے تو وہ حدیثیں پیش کی ہیں جن سے حضور کی عادت شریفہ یہ ثابت ہوتی ہے کہ سنن و نوافل گہر میں پڑہا کرتے تہے اور اسیکو افضل فرماتے تہے۔ اور اسی بنا پر صحابہ کرام کا گہروں میں جاکر سنتیں پڑہنا غالب اور راجح بتایا تہا۔ تو ان کا فرض یہ تہا کہ وہ کوئی ایسی حدیث بیان کرتے جس سے حضور کی عادت شریفہ یہ ثابت ہوتی کہ سنن و نوافل مسجد میں پڑہا کرتے تہے اور صحابہ کرام بہی سنن و نوافل مسجد میں ادا کیا کرتے تہے انہوں نے کوئی ایسی روایت تو پیش نہیں کی صرف یہ کہدیا کہ ممکن ہے کبہی آپ نے سفر میں یا حضر میں مسجد میں بہی سنتیں پڑہی ہوں۔

میں نے یہ کب کہا تہا کہ حضور نے ساری عمر میں کبہی مسجد میں سنن و نوافل نہیں پڑہے

میں نے تو یہ ثابت کیا تھا کہ حضور کی عادت شریفہ گھر میں پڑھنے کی تھی۔ اس عادت کے خلاف کوئی روایت پیش نہیں کی نہ کر سکتے تھے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اگر حضور نے کبھی سفر میں یا حضر میں سنتیں باہر پڑھ لی ہوں اور ان کے بعد دعا بھی مانگ لی ہو تو آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ کیا اس سے حضور کے زمانہ میں اس رواجی دعا کے رواج کا ثبوت ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ اور جب کہ یہ ثابت ہے کہ عادت شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی کہ سنن و نوافل گھر میں جاکر پڑھتے تھے اسلئے رواجی دعائے ثانیہ یعنی سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور کے زمانہ میں نہ ہونا روز روشن کی طرح ثابت رہیگا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

اسی صفحہ میں آپنے یہ بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے حضور گھر میں سنن و نوافل کے بعد دعا مانگ لیا کرتے ہوں

جواب

یہ قول پہلے قول سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ غالب ہے کہ آپ گھر میں سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہوں گے مگر اس سے یہ اجتماعی دعا جو سنتوں اور نفلوں کے بعد مساجد میں خاص اہتمام کے ساتھ رواج پذیر ہے وہ تو ثابت نہیں ہوتی۔

کاش مولانا عبد الباری مرحوم اور ان کے ہمخیال علما یہی تعلیم دیتے کہ امام اور مقتدی گھر میں جاکر سنتیں نفلیں پڑھا کریں اور سنن و نوافل کے بعد دعا مانگا کریں تو یہ ایک طریقہ مسنونہ کی تعلیم بھی ہوتی اور سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا۔ مسلمان بھی اتفاق و اتحاد سے رہتے۔ اور کوئی لڑائی قصہ بھی پیش نہ آتا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

تیسرا جواب لطائف مطبوعہ صفحہ میں یہ دیا گیا ہے کہ جبکہ احادیث قولیہ سے دعا بعد سنت کا ثبوت ہو گیا جیسا کہ اوپر گذرا تو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ گو کہ آپ کے فعل سے اس کا ثبوت نہ سہی ٭

اس مضمون کا جواب

لطائف مطبوعہ میں چار قولی حدیثیں بیان کی گئی ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) حدیث انس رضی اللہ عنہ — ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ الخ
کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلائے الخ

(۲) حدیث فضل بن عباس رضی اللہ عنہ — الصلوٰۃ تخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیک الخ
کمال نماز خشوع اور خضوع اور عاجزی ہے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔

(۳) حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ — ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبر الصلوٰت المکتوبۃ
کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہے فرمایا آخر شب کی اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا

(۴) حدیث معاذ رضی اللہ عنہ — یا معاذ لا تدعن ان تقول فی دبر کل صلوٰۃ
اے معاذ ہرگز مت چھوڑ اللہم اعنی الخ کا کہنا بعد ہر نماز کے

میں نے بقدر ضرورت ان حدیثوں کے الفاظ نقل کر دیے ہیں جو لطائف مطبوعہ کے صفحہ ۵ و صفحہ ۶ میں مرقوم ہیں۔ ناظرین لطائف مطبوعہ میں ان حدیثوں کو پوری عبارت کے ساتھ مکرر سہ کرر پڑھیں اور دیکھیں کہ ان احادیث میں اسکی تصریح کہاں ہے کہ لوگ سنن و نوافل مسجد میں پڑھیں اور پھر سب ملکر دعا مانگیں۔ جو پہلے فارغ ہو جائیں وہ دوسروں کے فارغ ہونے تک بیٹھے انتظار کیا کریں۔

بلکہ ان حدیثوں پر عمل کرنے کی بہتر اور افضل صورت یہی ہے کہ فرضوں سے فارغ ہو کر مختصر دعا مانگی جائے۔ اور حدیث عبد اللہ بن سعد و حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بموجب سنن و نوافل گھروں میں جاکر پڑھی جائیں اور وہاں بھی فراغت کے بعد دعا مانگی جائے۔

پس ان قولی حدیثوں میں اور حضور کے اس فعل میں کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے اور مسجد میں اجتماعی دعا حضور کے فعل سے ثابت نہیں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں ہے دونوں باتیں یعنی قول و فعل باہم مطابق و موافق ہیں۔

تنبیہ (۱)

یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت شریفہ اور اکثری طرز عمل تو یہی تھا کہ سنن و نوافل گھر پر پڑھتے تھے لیکن حضور سے احیاناً یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد میں بھی آپ نے سنن و نوافل پڑھی ہیں اسلئے اگر لوگ فرضوں کے بعد سنتیں نفلیں مسجد میں پڑھ لیں تو یہ ناجائز یا مکروہ نہیں ہے۔ مگر سنن و نوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا مروجہ طریقہ ہرگز ثابت نہیں ہے اس لئے اس کا التزام یقیناً لائق ترک ہے

تنبیہ (۲)

یہ بھی واضح رہے کہ فقہاء حنفیہ میں سے ایک جماعت نے اُن فرضوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں دعا کو مکروہ کہا ہے۔ اسی جماعت نے اُن احادیث کی تاویل کی ہے جن میں لفظ دبر الصلوات المکتوبات اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں کہ ان سے مُراد سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنا ہے۔

مگر خود فقہاء محققین حنفیہ نے یہ دیکھکر کہ اوّل تو کراہت ایک حکم شرعی ہے اس کے لئے کوئی دلیل درکار ہے اور احادیث و آثار میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ فرضوں۔ اور سنتوں کے درمیان میں دعا مکروہ ہے۔ دوم کہ لفظ دبر الصلوۃ یا دبر الصلوات المکتوبات کے ظاہری اور متبادر معنے یہی ہیں کہ فرض کا سلام پھیرتے ہی وہ اذکار پڑھے جائیں جن کی تعلیم دی گئی ہے اور اسکی کوئی وجہ نہیں کہ ان ظاہری اور متبادر معنی کو چھوڑ کر سنن و نوافل کے بعد کا وقت مراد لیا جائے یہ تصریح کی کہ فرض نماز کے سلام کے بعد ہی دعا مانگنا بہتر اور افضل ہے اور یہی راجح اور صحیح ہے۔

اور اس صورت میں تمام احادیث اپنے ظاہری اور متبادر معنی پر محمول ہو سکتی ہیں اور حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ جو نفائس مرغوبہ کی فصل دوم میں نمبر ۳ پر مرقوم ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ انہ قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللھم اغفرلی ذنوبی وخطایای

کلھا اللھم انعشنی واجبرنی واھدنی لصالح الاعمال والاخلاق انہ لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الا انت (اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ کذا فی التحفۃ المرغوبۃ)

(ترجمہ) ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا تو ہر نماز فرض اور نفل کے بعد حضورؐ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔ اللھم اغفرلی ذنوبی الخ

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد بھی اور نفل نماز کے بعد بھی حضور یہ دعا پڑھتے تھے اور اسمیں لفظ دبر کل صلوۃ مکتوبۃ ہے اسکے ظاہری اور متبادر معنے ہی مراد ہیں کہ فرض کے بعد متصل دعا پڑھتے تھے کیونکہ اگر دبر کل صلوۃ مکتوبۃ میں یہ معنے مراد نہ ہوتے اور وہی تاویلی معنے مراد ہوتے کہ نوافل کے بعد دعا پڑھتے تھے تو پھر آگے ولا تطوع فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی اور فرضوں اور نفلوں دونوں کی تصریح نہ کیجاتی

علامہ حلبیؒ کی وہ عبارت جو نفائس المرغوبہ کے صفحہ (۱۹) میں مرقوم ہے اور جسمیں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ کے معنے بتلائے ہیں پڑھیئے اور دیکھئے کہ علامہ نے صحیحین کی اس دعا کو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد

اور صحیح مسلم کی اس دعا کو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔

یہ فرماکر کہ یہ دعائیں بھی اللھم انت السلام کے ساتھ تخمینی طور تقریبی مقدار میں برابر ہیں ان دعاؤں کی حدیثوں اور حدیث عائشہؓ میں کوئی منافاۃ نہیں ہے یعنی فرضوں کے متصلاً یہ دعائیں اسیطرح پڑھی جاسکتی ہیں جس طرح اللھم انت السلام الخ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ علامہ حلبی بھی فرض و سنن کے درمیان اللھم انت السلام کے سوا دوسرے اذکار وادعیہ کی کراہیت کے قائل نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب صحیح و صریح روایات حدیث موجود ہیں تو محققین حنفیہ کراہت کے قائل کیسے

ہو سکتے تھے اسی وجہ سے امام شمس الائمہ حلوانی نے کراہت کی روایت کو قابل عمل نہیں سمجھا اور اسی وجہ سے علامہ ابن ہمام نے بھی تقریبی مقدار میں ان دعاؤں کو داخل کرنے سے اختلاف نہیں کیا اور اسی بنا پر مفاتیح الجنان میں قبل السنۃ کی تصریح کر دی یعنی اذکار ماثورہ سنتوں سے پہلے پڑھے جائیں۔

اور اسی لحاظ سے حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا والاولی ان یأتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب الخ (حجۃ اللہ البالغہ) یعنی بہتر اور افضل یہ ہے کہ ان اذکار ماثورہ کو سنن راتبہ سے پہلے پڑھے +

پس حاصل یہ ہے کہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان دعا مانگنے کو مکروہ کہنا قوی اور راجح نہیں ہے۔ بلکہ فقہاء محققین کی تصریح کے موافق راجح یہی ہے کہ سنتوں سے پہلے اذکار وادعیہ ماثورہ پڑھی جائیں۔ اور یہی قول ظاہر احادیث کے موافق ہے ہاں بہت زیادہ تطویل کرنا یا غیر ماثور اذکار وادعیہ پڑھنے کو مکروہ کہا جائے تو گنجائش ہے۔

تنبیہ (۴)

جن فقہاء نے فرضوں اور سنتوں کے درمیان دعا کو مکروہ فرمایا ہے اُن کا مطلب یہی ہے کہ اگر فرض پڑھنے کی جگہ پر ہی سنتیں پڑھنے کا ارادہ ہو تو پھر سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر مکروہ ہے لیکن فرضوں کے مقام میں سنتیں ادا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ امام اپنے مکان یا حجرے میں جا کر سنتیں پڑھے اور اسی طرح لوگ بھی اپنے مکانوں میں جا کر سنتیں پڑھیں۔ اگر مقتدی سب ایسا نہ کر سکیں تو جو کر سکتے ہوں وہ کریں۔ اور تمام کے تمام نہ کر سکیں تو وہ امام کو اس اولیٰ اور افضل عمل سے نہ روکیں۔ اگر امام فرض پڑھا کر مختصر ماثور ذکر و دعا پڑھ کر حجرے میں چلا جاتا تاکہ سنن و نوافل کو اپنے حجرے میں افضل اور مسنون طریق پر ادا کرے تو جانے دو۔ اسکو ایک غیر ثابت اور غیر مسنون رواجی دعا کے لئے ایک مسنون عمل سے کیوں روکا جاتا ہے

ان الکلام فیما اذا صلی السنۃ فی محل الفرض لاتفاق کلمۃ المشائخ علی ان الافضل فی السنن حتی سنۃ المغرب المنزل ای فلا یکرہ الفصل بمسافۃ الطریق (رد المحتار تقلا عن الحلیہ)

یعنی تاخیر سنت کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں جو کلام ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ جب کوئی سنتوں کو وہیں پڑھے جہاں فرض پڑھے ہیں کیونکہ تمام مشائخ کا اسکا اتفاق ہے کہ تمام سنتوں کو یہاں تک کہ مغرب کی سنتوں کو بھی گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے تو گھر تک جانے میں جو فاصلہ اور تاخیر ادا سنت میں ہو یہ اتفاقاً مکروہ نہیں ہے۔

لطائف مطبوعہ میں باب اول صرف اس غرض کے لئے منعقد کیا گیا تھا کہ سنتوں کے بجائے اسی دعا کو ثابت کیا جائے۔ مؤلف نے اس مقصد کے لئے سب سے پہلے نور الایضاح اور اسکی شرح مراقی الفلاح کی عبارت پیش کی ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یا تو مؤلف نے نور الایضاح اور مراقی الفلاح کا مطلب ہی نہیں سمجھا یا قصداً ان کتابوں کی عبارتوں میں قطع برید کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہا ہے۔ اسلئے میں ذرا تفصیل سے اسکو بیان کئے دیتا ہوں۔

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ نور الایضاح میں یہ بحث جس فصل میں ذکر کی گئی ہے اسکے عنوان کے الفاظ یہ ہیں۔

فصل فی الاذکار الواردۃ بعد الفرض

یعنی یہ فصل اُن اذکار کے بیان میں ہے جو نماز فرض کے بعد وارد ہوئے ہیں۔ مصنف پہلے نماز کے افعال کی ترکیب بیان کر چکا ہے۔ اس فصل کو سلام تک پہنچا کر ختم کر دیا تھا اُس کے بعد باب الامامۃ اور اس کے متعلق فصول ذکر کیں۔ پھر یہ فصل منعقد کی اسمیں یہ بتانا تھا کہ نماز فرض کے سلام کے بعد کیا کیا ذکر اور دعائیں وارد اور منقول ہیں اسی لئے عنوان میں بھی بعد الفرض کا لفظ صراحۃً ذکر کر دیا۔

پہلا مسئلہ یہ بیان کیا کہ نماز فرض کے بعد سنتوں کو فوراً شروع کر دینا چاہئے یا کچھ توقف بھی جائز ہے اسمیں مصنف نے پہلی روایت یہ ذکر کی۔

القیام الی اداء السنۃ التی تلی الفرض متصلاً بالفرض مسنون غیر انہ	یعنی فرضوں کے سلام کے بعد ان سنتوں کو ادا کرنے کے لئے جو فرضوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں

يستحب الفصل بينهما كما كان عليه السلام اذا سلم يمكث قدر ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام واليك يعود السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام ثم يقوم الى السنة۔
(مراقی الفلاح)

بلا توقف کھڑا ہو جانا چاہئے مگر یہ کہ فرضوں اور سنتوں میں علیحدگی کر دینی مستحب ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب فرض کا سلام پھیرتے تو اتنی مقدار ٹھیرتے کہ اللہم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پڑھ لیتے۔ پھر کھڑے ہوتے اور سنت کیلئے۔

اسکے بعد مصنف نے علامہ ابن ہمام کا یہ قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ ذکر (اللہم انت السلام الخ) وہ ذکر ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے منجملہ ان اذکار کے جن سے اداء سنت مؤخر کیا جاتا ہے اور جن کے ذریعہ سے فرضوں اور سنتوں میں فصل اور علیحدگی کی جاتی ہے۔ چونکہ علامہ ابن ہمام کا مطلب یہ تھا کہ جو اذکار نماز فرض کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھے جانے منقول ہیں انہیں سے اللہم انت السلام کا ثبوت پختہ ہے اسلئے صرف اسی کو پڑھنا چاہئے +

مگر چونکہ اس ذکر کے علاوہ بعض دوسرے ذکر اور دعائیں بھی ثابت ہیں اور ان کا ثبوت بھی پختہ تھا اسلئے صاحب مراقی الفلاح نے علامہ ابن ہمام کا قول نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا۔

قلت ولعل المراد غير ما ثبت ايضا بعد المغرب وهو ثان رجله لا اله الا الله الخ عشرا وبعد الجمعة من قرأة الفاتحة والمعوذات سبعا سبعا اھ (مراقی الفلاح)

میں کہتا ہوں کہ غالبا علامہ کی مراد یہ ہے کہ اللہم انت السلام کی طرح اور جو ذکر ثابت ہیں وہ بھی سنتوں سے پہلے پڑھنا مستحب ہے جیسے کہ ایک حدیث میں نماز مغرب کے بعد اسی طرح بیٹھے ہوئے لا الہ الا اللہ الخ دس مرتبہ پڑھنا ثابت ہے اور دوسری حدیث میں نماز جمعہ کے بعد سنتوں سے پہلے سورۂ فاتحہ اور معوذات سات سات مرتبہ پڑھنا ثابت ہے۔

پس صاحب مراقی الفلاح کی اس تصریح سے ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک فرض نماز کے سلام کے بعد اللہم انت السلام کے علاوہ اوراد و اذکار ثابتہ ماثورہ پڑھنا بھی جائز ہے اور ان کی وجہ سے جو تاخیر ادائے سنت میں ہوگی وہ تاخیر مکروہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے +

آگے مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا۔

وفی روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام الخ وهو تفسير كالذي ذكره المؤلف انه ليس المراد انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد زمانا يسع ذلك المقدار ونحوه من القول تقريبا
(حاشیہ طحطاوی مراقی الفلاح)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار جس میں اللہم انت السلام پڑھ سکیں۔ یہ روایت بھی بتلاتی ہے جو مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضور اللہم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ جس میں اللہم انت السلام یا اسی کی تقریبی مقدار کا اور کوئی ذکر پڑھا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی کے نزدیک حضرت عائشہ رض کی روایت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ضرور اللہم انت السلام پڑھتے تھے بلکہ اتنی مقدار کا ذکر پڑھتے تھے خواہ یہی پڑھتے ہوں یا اور کوئی ذکر و دعا۔

اور یہی مطلب علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے۔ پھر ان دونوں بزرگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم رحمہما اللہ کی کتابوں میں فرض کے بعد جو دعائیں منقول ہیں وہ بھی اللہم انت السلام کے ساتھ تقریبی مقدار میں شامل ہیں اسلئے حضرت عائشہ کی روایت میں اور ان اذکار کی روایتوں میں کوئی تعارض اور منافات نہیں ہے۔ یعنی ان بزرگوں کے نزدیک فرض اور سنتوں کے درمیان ان دعاؤں کا پڑھنا اسی طرح جائز اور ثابت اور مستحب ہے جس طرح اللہم انت السلام کا پڑھنا ہے۔ بخاری اور مسلم کی وہ روایتیں یہ ہیں جو طحطاوی اور کبیری دونوں میں منقول ہیں +

عن المغيرة رضي الله عنه انه صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلوة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي

یعنی مغیرہ رض سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ (بخاری ومسلم) اور اسی طرح حدیث عائشہ رض مسلم کی اس روایت کے بھی

لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد ولكن لا ينافي ما رواه مسلم وغيره عن عبد الله بن الزبير كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون

منافی نہیں ہے جو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (فرض) کا سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے فرماتے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شئ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔

میں نہیں سمجھتا کہ علامہ طحطاوی اور علامہ حلبی کی اس تصریح کے بعد کہ۔

(۱) حدیث عائشہؓ کی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرض نماز کے سلام کے بعد اللہم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اور یہ کہ اللہم انت السلام والی روایت دوسرے ماثور ذکروں کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اور یہ کہ مذکورہ بالا دونوں ذکر اللہم انت السلام کے ساتھ تقریبی مقدار میں برابر ہیں۔

(۴) اور یہ کہ ان حدیثوں میں ان ذکروں کا سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔

(۵) اور یہ کہ مسلم کی روایت میں اذا سلم سے نماز فرض کا سلام ہی مراد ہے۔

(۶) اور صحیحین کی روایت میں دبر کل صلوٰۃ سے نماز فرض کے بعد اس کے متصل سنتوں سے پہلے کا وقت ہی مراد ہے۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ نفائس المرغوبہ میں تقریبی مقدار کی جو توضیح کی گئی تھی وہ فقہائے حنفیہ کی تصریح کے موافق نہ تھی اور کسکو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ فرض نماز کے سلام کے بعد اللہم انت السلام الخ کے علاوہ دوسرے اذکار و ادعیۂ ماثورہ کو ناجائز یا مکروہ کہہ سکے۔

تنبیہ

اوپر مراقی الفلاح کی عبارت میں اللہم انت السلام کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں والیک یعود السلام بھی شامل ہے بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔
اسپر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں:۔

قال فی شرح المشکوٰۃ عن الجزری واما ما زاد بعض قوله ومنك السلام من نحو واليك يرجع السلام فحيّنا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص انتهى
(حاشیہ طحطاوی برمراقی الفلاح)

یعنی شرح مشکوٰۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر میں جملہ ومنک السلام کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھا دیے ہیں۔ والیک یرجع السلام فحیّنا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام۔

اس فصل کے اس پہلے مسئلہ میں کہ فرض کے بعد سنتوں میں کتنی تاخیر ہو سکتی ہے امام مقتدی منفرد سب شریک تھے۔ اسلئے اسکو تو صاحب نور الایضاح و مراقی الفلاح نے عام الفاظ سے بیان کیا اسکے بعد اس فصل میں **دوسرا مسئلہ** یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ آیا فرض کے بعد سنتیں اسی جگہ پڑھی جائیں جس جگہ فرض پڑھے ہیں یا اس سے دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے ہٹکر تو نور الایضاح میں امام کے لئے اس صورت کا یہ حکم ذکر کیا گیا عبارت متن کی یہ ہے

ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول الى جهة يساره لتطوع بعد الفرض
(نور الایضاح)

یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام فرض کے بعد اپنی بائیں جانب ہٹ جائے فرض کے بعد کی سنتوں یا نفلوں کے ادا کرنے کے لئے۔

اس عبارت میں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ سنتیں فرض کی جگہ پڑھی جائیں یا ہٹ کر۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سلام پھیرتے ہی بغیر کچھ ثنا یا دعا پڑھے فوراً ہٹ جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللهم انت السلام ومنك السلام الخ یا اس کے مثل دوسرے

از کارو ادعیہ ماثورہ پڑھکر جب سنتوں کے لئے کھڑا ہو تو مستحب یہ ہے کہ بائیں جانب ذرا ہٹ کر کھڑا ہو +

سنتوں کے لئے جگہ بدلکر کھڑا ہونا اسلئے مستحب ہے کہ (۱) اول تو باہر سے آنے والے کو یہ شبہ نہو کہ امام فرض پڑھا رہا ہے اور وہ دہوکا کھا کر اقتدا کی نیت نہ کرلے (۲) دوسرا فائدہ یہ کہ جگہ بدلنے سے وہ دوسری جگہ بھی اسکے لئے نماز کی گواہ بن جائے گی۔

اپنی بائیں جانب ہٹنے کی وجہ یہ بیان کی کہ امام کی بائیں جانب قبلہ کی داہنی جانب ہوتی ہے اور قبلہ کی داہنی جانب کو اسکی بائیں جانب پر شرف حاصل ہے (مراقی الفلاح)

مگر علامہ سید احمد طحطاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایعجز احدکم ان یتقدم او یتأخر او عن یمینہ او عن شمالہ فی الصلوٰۃ یعنی فی السبحۃ ۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ کذا فی الطحطاوی)	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سنتوں، نفلوں کے لئے آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ آؤ یا دائیں طرف یا بائیں جانب کو ہو جاؤ۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ بدلنے کے لئے چاروں صورتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ حکم اسیوقت ہے جب وہیں سنتیں پڑہنے کا ارادہ ہو ورنہ ان چاروں صورتوں سے افضل یہ ہے کہ مسجد سے جاکر اپنے مکان یا حجرے میں سنتیں پڑھے۔

وقد منا عن الحلیۃ ان الاحسن من ذلک کلہ تطوعہ فی منزلہ (رد المحتار)	یعنی ہم پہلے حلیہ سے نقل کر چکے ہیں کہ ان سب صورتوں سے بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر جاکر سنتیں و نوافل پڑھے۔

تیسرا مسئلہ پھر ماتن نے تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ اگر امام اپنی جگہ پر بیٹھکر اذکار ماثورہ پڑھنا چاہے تو اس کی ہیئت کیا ہو اس کے لئے یہ عبارت ذکر کی۔

وان یستقبل بعدہ الناس (نور الایضاح) اور مستحب ہے کہ امام فرضوں یا سنتوں کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھے یعنی اگر وہ بیٹھنا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھے یعنی قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھا رہنا نہیں چاہئے۔

ولکن ایکرہ مکثہ قاعدا فی مکانہ مستقبل القبلۃ فی صلوٰۃ لا تطوع بعدھا انتہی (در)	یعنی امام کا اپنی جگہ پر قبلہ رخ بیٹھا رہنا ان نمازوں کے بعد جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں مکروہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد تو امام اپنی جگہ نہ چھوڑے اور سوائے اس ذکر کے جسمیں یہ مذکور ہے کہ بغیر پاؤں موڑے ہوئے پڑھا جائے باقی اذکار و ادعیہ اگر پڑھنا چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائے اور اذکار و ادعیہ پڑھ لے متن میں تو یہی صورت ذکر کی تھی مگر شرح میں اسپر یہ اضافہ کیا۔

یستقبل الناس ان شاء ان لم یکن فی مقابلہ مصل (الی قولہ) وان شاء الامام انحرف عن یسارہ وجعل القبلۃ عن یمینہ وان شاء انحرف عن یمینہ وجعل القبلۃ عن یسارہ (الی قولہ) وان شاء ذھب لحوائجہ (مراقی الفلاح)	یعنی اگر چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائے بشرطیکہ اس کے سامنے کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ اور اگر امام چاہے تو بائیں طرف مڑ جائے کہ اسکی داہنی طرف قبلہ ہو اور اگر چاہے تو داہنی طرف مڑے کہ قبلہ اسکی بائیں جانب ہو اور اگر چاہے تو اٹھکر اپنے کام کاج کے لئے چلا جائے +

چونکہ مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنے کے لئے یہ شرط ہے کہ سامنے کوئی نمازی نہو اور ماتن نے صرف ایک صورت ہی ذکر کی تھی کہ مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنا مستحب ہے۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں لوگ سنتیں پڑہنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی امام کے مقابل بھی نماز پڑھتا ہوتا ہے۔ اسلئے مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنے کے مسئلے کو شرح میں اس طرح مقید کر دیا۔

ان یستقبل بعدہ ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعدہ نافلۃ (مراقی الفلاح)	یعنی امام کو لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنا اسوقت بہتر ہے جب سنتوں نفلوں سے فارغ ہو جائے

تاکہ کسی نمازی کا سامنا ہونے کی صورت نہو۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں فرض کے بعد بھی لوگوں کی طرف منہ کر سکتا ہے بشرطیکہ سامنے کوئی نمازی (مسبوق وغیرہ) نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ سنتوں کے بعد کی قید صرف لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنے کے لئے ہے۔ اور اگر وہ سنتوں سے پہلے داہنی طرف

یا بائیں طرف مڑکر بیٹھ جائے یا داہنی طرف یا بائیں طرف یا آگے یا پیچھے ہٹ جائے یا اُٹھکر اپنے مکان یا حجرے میں چلا جائے تو یہ سب جائز ہے۔ اور اُٹھکر چلا جانا اور اپنے گھر یا حجرے میں جاکر سنتیں نفلیں پڑھنا سب سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

چوتھا مسئلہ۔ پھر ماتن نے اس فصل میں چوتھا مسئلہ وہ بیان کیا جس کے لئے فصل منعقد کی ہے یعنی یہ کہ نماز فرض کے بعد کیا کیا اذکار وادعیہ ماثورہ اور مروی ہیں۔ اس مسئلہ کے بیان کے لئے اس نے یہ عبارت لکھی ہے:-

ویستغفرون اللہ ثلاثاً ویقرؤن آیۃ الکرسی ویقرؤن المعوذات الخ (نور الایضاح)	یعنی لوگ نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھکر اور آیۃ الکرسی پڑھیں اور معوذات پڑھیں۔

اس مسئلہ کی دلیل کے لئے یہ حدیث ذکر کی ہے:-

لقول ثوبان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انصرف من صلوتہ استغفر اللہ تعالیٰ ثلاثاً وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ مسلم (مراقی الفلاح)	یعنی ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور فرماتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام

اسی ثوبان رضؓ کی حدیث کے دوسرے طرق میں یہ لفظ ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم الخ (جمع الفوائد)	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو تین بار استغفار کرتے اور اللھم انت السلام الخ پڑھتے

اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نور الایضاح نے فرض کے سلام کے بعد ہی سے اذکار ماثورہ کا بیان شروع کیا ہے کیونکہ حدیث ثوبان کا مطلب یہی ہے کہ فرضوں کے سلام کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھکر اللھم انت السلام پڑھا کرتے تھے وجہ یہ کہ اللھم انت السلام الخ کا فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا متفق علیہ ہے۔

اور چونکہ فرائض کے بعد جو اذکار مصنف نے ذکر کئے ہیں ان میں امام مقتدی منفرد مسبوق وغیرہ کا کوئی فرق نہ تھا اسلئے جمع کے صیغے سے اسکو ذکر کیا۔ مطلب یہ کہ تمام نمازی فرائض کے بعد یہ اذکار پڑھا کریں اور جب اذکار سے فارغ ہوں تو

ثم یدعون لانفسہم وللمسلمین رافعی ایدیہم ثم یمسحون بہا وجوہہم فی آخرہ	نمازی اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہاتھ اُٹھاکر دعا کریں پھر اخیر میں اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیا کریں۔

مصنف نے ذکر اور دعا کا مسنون اور مستحب طریقہ ذکر کیا ہے۔ اسمیں کہیں پر کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ یہ تمام کام سب ملکر اجتماعی طور پر کریں۔ اور یہ تو ہو بھی نہیں سکتا اسلئے کہ یہ ذکر اور دعائیں اُس شخص کے لئے بھی اسی طرح مستحب ہیں جو تنہا نماز پڑھے اور مسبوق کے لئے بھی۔ اور ظاہر ہے کہ ان سب کی فراغت آگے پیچھے ہوگی۔

لطائف مطبوعہ میں اس عبارت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اسمیں اصل عبارت کے خلاف یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دئے گئے ہیں (اور سب ملکر) حالانکہ اس معنے کا کوئی لفظ مراقی الفلاح میں نہیں ہے۔

پھر لطائف میں لکھا ہے۔

"عبارت مندرجہ بالا سے صاف طور پر ثابت ہے کہ امام اور مقتدین سب کا ملکر اجتماعی طور پر دعا مانگنا بعد از سنت تالیہ واذکار ماثورہ مستحب ہے"

یہ نتیجہ بھی اسی غلطی پر مترتب ہے کہ مراقی الفلاح کی عبارت میں (سب ملکر اجتماعی طور پر) کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔

اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ تمام اذکار اور دُعائیں وہ ہیں جو سنتوں کے بعد پڑھی جائیں۔ حالانکہ مراقی الفلاح میں اسکی بھی تصریح نہیں ہے۔ اور اس کے جملہ بعدہٗ ای بعد التطوع کا تعلق صرف استقبال ناس کے مسئلے سے ہے نہ قرأت اذکار وادعیہ سے۔

لطائف مطبوعہ میں بھی ایک عبارت تھی جس سے لوگوں کو کچھ اشتباہ ہو سکتا تھا مگر اب انکو معلوم ہو جائیگا کہ اس عبارت میں بھی مروجہ اجتماعی دعا کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور جو الفاظ کہ اجتماع پر دلالت کرتے ہیں وہ اپنی طرف سے بڑھائے ہُوئے ہیں۔

اور یہ کہ یہ سب کچھ اسی غیر افضل صورت میں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں بھی مسجد میں پڑھی جائیں۔ ورنہ افضل یہی ہے کہ گھر میں یا حجرے میں جاکر پڑھے۔ اور اگر لوگ اس افضل پر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکیں تو امام اس پر عمل کرنا چاہے اور سنتوں کے لئے اپنے حجرے میں جائے

تو اُسے کیوں روکا اور مجبور کیا جائے کہ وہ ایک غیر افضل صورت کو زبردستی اختیار کرے۔

اسکے علاوہ لطائف مطبوعہ میں اور کوئی چیز لائق جواب نہیں ہے بعض عبارتیں جو سنتوں کی تاخیر کرنے کے بارے میں مروی ہیں وہ اسی اختلاف پر مبنی ہیں کہ آیا اللھم انت السلام کے علاوہ اور اذکار ماثورہ اور ادعیہ مرویہ سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں طحطاوی اور علامہ حلبی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارتیں اس بارے میں صاف و صریح ہیں کہ جائز ہے۔ اور کراہت یا عدم اولویۃ کی روایت مرجوح ہے۔

اور اس صورت میں تمام احادیث جن میں دبر الصلوٰات المکتوبات کا لفظ ہے اور وہ احادیث جن میں اذا سلم یا اذا انصرف کا لفظ ہے اُن سے یہی مراد لینا بہتر ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا مُراد ہے۔ اور ان کی وہ تاویل جو علامہ ابن ہمام نے کی ہے بالکل غیر ضروری ہے اور اسی وجہ سے علامہ طحطاوی۔ اور علامہ حلبی اور دوسرے محققین حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا۔ اور اذکار ماثورہ کی معتبر روایتوں کو اللھم انت السلام الخ والی روایت کے ساتھ غیر معارض اور غیر منافی قرار دیکر اُن کے پڑھنے کی اجازت دی واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

شعبان ۱۳۴۸ھ

تصحیح فقیر محمد عبدالتواب چشتی غفرلہٗ۔ مؤلف سیرۃ الحبیب۔ برکات رمضان وحیاۃ بعد الممات وغیرہ۔ مدرسہ امینیہ۔ دہلی۔

طلبۃ الطلبہ (فی اصطلاحات الفقہیہ) عربی	۲۷/-
طیبی شرح مشکوٰۃ (عربی) کامل ۱۲ جلد	۲۴۸۰/-
ظفر المحصلین باحوال المصنفین (اردو) کلاں مجلد	۱۴۴/-
〃 〃 〃 〃 خورد۔ مجلد	۱۱۴/-

ع ۔ غ

عالم برزخ۔ کلاں از عبدالرحمٰن عاجز۔ مجلد	۱۲۰/-
عالم برزخ: قاری طیبؒ۔ کارڈ	۷/۵۰
عالم عقبیٰ: صادق سیالکوٹیؒ۔ مجلد	۶۰/-
العبرات: المنفلوطی۔ (عربی) ۳۰/- اُردو ترجمہ	
عبدالغفور۔ کامل مجلد زرد اعلیٰ / زرد نیوز	۱۸۰/ ۱۴۰/
عبدالغفور (درسی)	۴۰/-
العبودیہ: ابنِ تیمیہ (اردو)	۳۶/-
عرب و ہند عہدِ رسالت میں۔ مجلد	۶۰/-
عربی بول چال: سجاد میرٹھی۔	۲۴/-
عربی گفتگو نامہ: چرتھاولی	۹/۷۵
عربی زبان کا آسان قاعدہ: چرتھاولی۔	۴/-
عربی صفوۃ المصادر: چرتھاولی۔	۱۲/-
عربی کا معلم: عبدالستار خان۔ اول	۸/-
〃 〃 〃 〃 دوم	۸/-
〃 〃 〃 〃 سوم	۱۸/-
〃 〃 〃 〃 چہارم	۲۰/-
〃 〃 〃 〃 کامل سٹ	۵۴/-
عربی کا معلم (کلید) اول و دوم۔ فی حصہ	۵/-
〃 〃 〃 〃 سوم	۷/-
〃 〃 〃 〃 چہارم	۸/-
〃 〃 〃 〃 کامل سٹ	۲۵/-
عرس و گیارہویں۔	۶/-

عزیز المبتدی (اردو ترجمہ میزان الصرف)	۸/-
عشرہ مبشرہ: قاضی حبیب الرحمٰن (کارڈ)	۲۴/-
عصمت انبیاء: افغانی	۶/-
عصیدۃ الشہدہ شرح قصیدہ بردہ (عربی) مجلد	۶۰/-
عظمت صحابہؓ: بھوجیانی۔ مجلد	۱۲۰/-
عظمتِ صحابہؓ اور اہلبیتؓ: شاہ اسمٰعیلؒ	۲۱/-
عقائد الاسلام: عبدالحق حقانی۔ مجلد	۵۴/-
عقائد علمائے دیوبند: مولانا خلیل احمد۔ / عقائد علمائے اہلسنت دیوبند (مترجم)	۳۰/-
عقیدۃ السلف: الصابونی (عربی)	۶/-
عقیدۃ الطحاوی (عربی) عام	۱/۳۵
〃 〃 〃 محققہ البانی	۱۲/-
العقیدۃ الواسطیہ: (عربی)	۴/-
عقد الجید: شاہ ولی اللہؒ (مترجم)۔ مجلد	۴۵/-
عقد الفرائد علی شرح العقائد (عربی اردو)	۵۶/-
عقیدہ و عقیدت: مفتی مختار الدین مجلد	۶۰/-
العقد النامی علی شرح جامی (عربی)۔ مجلد	۱۰۰/-
عقود الجواہر المنیفہ: (عربی) مجلد	۱۱۲/-
علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح۔ مجلد	۵۲/-
علاجِ نبوی اور جدید سائنس مجلد	۱۰۰/-
علاماتِ قیامت (اردو)	۱۰/-
العلم والعلماء (اُردو) مجلد	۶۰/-
علم النحو: چرتھاولی	۶/۹۷
علم الصرف: چرتھاولی - اولین	۶/۹۷
〃 〃 : 〃 - اخیرین	۱۰/-
علم الصیغہ (اردو) دارالعلوم	۳۰/-
علم الصیغہ (عربی۔ فارسی) آفسٹ (رنگین ٹائیٹل)	۱۶/-
〃 〃 (اردو شرح) توضیحات	۱۸/-
علم غیب: قاری طیبؒ	۲۴/-

کتب خانہ اکرمیہ کی قابلِ قدر دینی وعلمی کتابیں

سنن ابن ماجہ (عربی) محشیٰ مع رسالہ ما تمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ
سنن ابی داوٗد (عربی) محشیٰ
تفسیر بیضاوی مع الحواشی المفیدہ (عربی)
التوضیح والتلویح مع حاشیہ التوشیح کامل ۲ جلد
نورالانوار مع قمرالاقمار و سوال جواب (عربی)
جامع ترمذی شریف (عربی) مع انتواب العلی تتمہ المسک الذکی۔
موطا امام مالکؒ (عربی) محشیٰ۔
موطا امام محمد (عربی) محشیٰ
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح (عربی)
شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کامل ۲ جلد
دیوان حماسہ (عربی)
الحسامی بالنامی (عربی)
الحسامی مع شرح نظامی (عربی)
درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو (عربی)
مفتاح العربیہ کامل چار حصہ
ریاض الصالحین (عربی) جدید ایڈیشن مع تخریج الاحادیث۔

سنن نسائی شریف (عربی) محشیٰ مع اسماء الرجال
شرح تہذیب (عربی)
شرح ابن عقیل (عربی)
شرح عقائد نسفی (عربی)
شرح مأۃ عامل (عربی) کلاں
شرح وقایہ (عربی) اولین مع حاشیۃ عمدۃ الرعایہ وآخرین مع تکملہ
قطبی (عربی)
گلستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو
بوستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو
مالابدمنہ (فارسی)
اللباب فی شرح الکتاب (میدانی)
مختصر المعانی بحواشی شیخ الہندؒ
مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ
مراقی الفلاح شرح نورالایضاح
المختصر القدوری مع حل المسمی التوضیح الضروری
مسلم الثبوت مع حاشیہ مفاتح الثبوت (عربی)
مسند الامام اعظمؒ مع شرح تنسیق النظام (عربی)
المفردات فی غریب القرآن (عربی)

کتب خانہ اکرمیہ